معصومینؑ کی اقتصادی سیرت

شیعہ امامیہ روایات کی روشنی میں

جلد اول

تحقیق و نشر:
اشاعت میراث علمی مکتب اہل بیتؑ

معصومینؑ کی اقتصادی سیرت

جلد اول

تحقیق و نشر:

اشاعت میراث علمی مکتب اہل بیتؑ

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

عنوان تحقیق.............................. معصومین کی اقتصادی سیرت

تحقیق و نگارش............................اشاعت میراث علمی مکتب اہل بیتؑ

ٹائیپنگ .... میراث علمی مکتب اہل بیتؑ

سال تحقیق...۲۰۱۳

قیمت...۳۰۰

بسم الله الرحمن الرحیم

آیات مبارکہ

قال عزّ وجلّ:فی بُیُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فيها بِالْغُدُوِّ وَ الْآصالِ*رِجالٌ لا تُلْهِيهِمْ تِجارَةٌ وَ لا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَ إِقامِ الصَّلاةِ وَ إِيتاءِ الزَّكاةِ يَخافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فيهِ الْقُلُوبُ وَ الْأَبْصارُ *لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ ما عَمِلُوا وَ يَزيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَ اللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشاءُ بِغَيْرِ حِسابٍ.(سورہ نور۳۶-۳۸)

یہ چراغ ان گھروں میں ہے جن کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ ان کی بلندی کا اعتراف کیا جائے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے کہ ان گھروں میں صبح و شام اس کی تسبیح کرنے والے ہیں* وہ مرد جنہیں کاروبار یا دیگر خرید وفروخت ذکر خدا، قیام نماز اور ادائے زکٰوۃ سے غافل نہیں کرسکتی یہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن کے ہول سے دل اور نگاہیں سب الٹ جائیں گی* تاکہ خدا انہیں ان کے بہترین اعمال کی جزادے سکے اور اپنے فضل سے مزید اضافہ کرسکے اور خدا جسے چاہتا ہے رزق بے حساب عطا کرتا ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنينَ رِجالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْديلًا * لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُوراً رَحِيماً. (الاحزاب ۲۳-۲۴)

مومنین میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا، ان میں سے بعض نے اپنی ذمے داری کو پورا کیا اور ان میں سے بعض انتظار کر رہے ہیں اور وہ ذرا بھی نہیں بدلے* تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور چاہے تو منافقین کو عذاب دے یا ان کی توبہ قبول کرے، اللہ یقینا بڑا معاف کرنے والا، رحیم ہے۔

تقدیم واہداء

یہ رجالی تحقیق کو امام صادق آل محمدؑ کے نام؛ جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو امت اسلامی میں پیش کیا اور آپ کے بتائے ہوئے اصولوں کے تحت راویوں کی تحقیق اور ان کو پرکھنے کو رواج دیا اور اس طرح نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ بولنے والے راویوں کے خواب نقش برآب ثابت ہوئے اور معصومینؑ کی لعنت کا طوق جھوٹے راویوں کے لیے ہمیشہ ثابت ہو گیا ہے، یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے بے شمار کتابیں اس علم میں لکھیں اور اس علم کو رواج تام ملا، اس کی بحثوں میں صحیح و سقیم کا فرق ہوا، آپ کی کوششوں سے علم حدیث میں ان راویوں کو جگہ نہ مل سکی جو وثاقت کے لحاظ سے مشکوک اور غیر معتبر تھے، آج کی دنیا میں اپنے و پرائے آپ کی عظیم شخصیت اور فکر کے قائل ہیں اسی سلسلے میں سپر برین آف اسلام لکھی گئی ہے جو آپ کی زحمات کا شکرانہ ادا کیا گیا ہے، خداوند متعال آپ کے صدقے میں اس تحقیق ناچیز کو طلبہ علوم دینیہ اور مومنین کرام کے لیے برابر مفید قرار دے اور ہمارے لیے اسے ذخیرہ آخرت قرار دے۔

خلاصہ بحث

یہ تحقیق جو انبیاء و اولیاء معصومینؑ کی عملی سیرت کے عنوان سے تحریر ہوئی در اصل شیعہ امامیہ راویوں کی صناعات و پیشوں کی تحقیق کا مقدمہ ہے۔ اس میں ہم نے انبیاءؑ اور اولیاء الٰہی کے کسب و کار کی کوششوں اور عملی میدان میں ان کی محنت و مشقت کی کاوشوں کو جمع کیا ہے کیونکہ خدا تعالی نے انہیں انسانی معاشرہ کے لیے بہترین نمونہ بنایا تھا، انہوں نے اپنے عمل و کردار سے ثابت کیا کہ انسان اس دنیا کی ضروریات کی فراہمی کے سلسلہ میں محنت و مشقت کرے اور اپنے رب کی عبادت و بندگی انجام دے ان دونوں چیزوں کو جمع کیا جاسکتا ہے بلکہ ان کی نگاہ میں انہی دنیاوی کاموں کو تقرب خدا کی نیت سے انجام دینے کی صورت میں یہی بہترین عبادات میں شمار ہوتی ہے اور دیگر واجبات کی انجام دہی میں بھی انکا خاصہ کردار ہے۔

اس بحث کی ابتداء میں شیعہ علم رجال کی کتابوں کی اقسام کو بیان کیا اور مذکورہ بحث کو علم رجال کے سمجھنے میں آسان اور عام فہم ہونے کو ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد سابقہ انبیاء کی سیرت عملی اور انکی اقتصادی کوششوں کو اجمال سے ذکر کیا ہے۔

بعد ازیں نبی اکرم ﷺ کی عملی سیرت اور آپ کی اقتصادی کوششوں کے نمونوں کو جمع کردیا ہے۔

اس بعد ائمہ معصومینؑ کی عملی سیرت کو بیان کیا گیا ہے اس آخر میں اصحاب نبوی کی عملی اقتصادی زندگی کی تحقیق کی ضرورت کو اجاگر کیا گیا ہے اس طرح یہ بحث اپنے موضوع میں جامع ہے اگرچہ شیعہ راویوں کی عملی زندگی کی تحقیق کو تفصیل سے چند اجزاء میں پیش کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

فہرست مطالب

مقدمہ بحث ۱۵

شیعہ کتب رجال کی اقسام ۱۵

علم رجال سیکھنے کا آسان و عام فہم طریقہ ۲۰

کتب حدیث کے بڑھتے حجم کا اندیشہ ۴۱

راویوں کے پیشوں کی تحقیق کے فوائد و امتیازات ۴۳

کلیات تحقیق و مفاہیم ۲۵

علم رجال کی ضرورت اور اہمیت کا بیان ۲۶

معتبر اور محاسن کلام معصومین ؑ کا اثر اور اصل مشکل کی نشاندہی ۲۸

دینی معاملات میں دلیل شرعی کا معیار ہونا ۳۱

دین کے قیام کے اساسی ارکان کا بیان ۳۱

ہلاکت کے دو بنیادی اسباب ۳۳

دینی بحثوں کا دائمی فائدہ ۳۴

امام ؑ کی پیروی معیار صداقت ۳۴

طلب علم و دانش کی فضیلت اور معیار ۳۵

لوگوں کی ہلاکت کا دیگر بنیادی سبب ۳۶

تبصرہ و تحقیق ۳۶
علم سیکھنے اور سکھانے میں تواضع شرط اول ۳۷
تبصرہ و تحقیق ۳۸
شاگرد کے سامنے استاد کی تواضع کی ضرورت ۳۸
مصادر بحث کا بیان ۴۰
بر صغیر میں علم رجال کی تحقیقات و خدمات ۴۲
۱۔ معرفۃ اخبار الرجال، ابو عمرو کشی ۴۳
۲۔ رجال نجاشی، ابوالعباس احمد بن علی ۴۳
۳۔ فہرست شیخ طوسی ۴۴
۴۔ نضد الرجال، ترتیب ایضاح الاشتباہ فی اسماء الرواۃ ۴۴
۵۔ فہرست ابن ندیم ۴۴
۶۔ مجالس المومنین شہید ثالث ۴۵
دیگر کتب رجال شیعہ ہند کا تذکرہ ۴۶
سابقہ انبیاءؑ الٰہی کے کسب و کار کا تذکرہ ۴۹
سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی عملی اقتصادی سیرت ۵۳
نبی اکرم ﷺ کا معاملہ میں وعدہ وفائی کا انوکھا واقعہ ۵۳
نبی اکرم ﷺ کے شرکاء تجارت کے بیانات ۵۴
نبی اکرم ﷺ کا حضرت خدیجہ کا مال تجارت شام لے جانا ۵۴
نبی اکرم ﷺ کا کنویں کھودنا اور زراعت کرنا ۵۵
تجارت چھوڑنے والے کی مذمت اور نبی اکرم ﷺ کی تجارت کا تذکرہ.. ۵۵
ائمہ معصومین ؑ کے کسب و کار کا عملی نمونہ.. ۵۶

ائمہ معصومینؑ کے کسب و کار کی ضرورت کی ادلہ ۵۷
۱) گھر اور غذا انسانی ضرورت ۵۷
۲) ضرورت مندوں کی مدد ۶۰
زمانہ حضور میں بعض شعراء کو ہدایا دینے کا سبب ۶۰
امام علیؑ کے ضرورت مندوں کی مدد کے واقعات ۶۲
امام مجتبیٰؑ کے واقعات ۶۴
امام حسینؑ کے واقعات ۶۳
امام سجادؑ کے واقعات ۶۶
امام باقرؑ کی سیرت ۶۷
امام صادقؑ کا طریقہ کار ۶۷
امام کاظمؑ کا اپنے دشمن بھتیجا کی مدد کرنا ۶۹
۳) ائمہ معصومینؑ کا کثیر العیال ہونا ۷۲
ائمہؑ کے خصوصی اموال کا بیان ۷۴
امام علیؑ کی املاک کا تذکرہ ۷۵
امام حسن و حسینؑ کی املاک کا تذکرہ ۷۷
امام سجاد و صادقینؑ کی املاک کا تذکرہ ۷۹
امام کاظمؑ کی املاک کا تذکرہ ۸۱
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیتؑ کے اوقاف ۸۲
مرنے کے بعد ثواب ملنے کی راہیں ۸۳
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوقاف ۸۴
امام علیؑ کے اوقاف ۸۵

امام علی ؑ کے دیگر اوقاف ۸۶
اہل بیتؑ کی محنت و مشقت کے نمونے ۸۸
صوفی گری اور ترک کسب و کار کی مذمت ۸۹
امام صادق ؑ کے بہترین سفید لباس پر ثوری کے اعتراض کا جواب ۸۹
محکم و متشابہہ کا علم ۹۰
بندگان خدا کو حکم الٰہی ۹۲
غیر مقبول الدعاء افراد کی تعیین ۹۳
نبی اکرم ﷺ کے خرچ کا طریقہ ۹۴
خلیفہ اول کی وفات کے وقت وصیت ۹۵
سلمان و ابوذر کا طریقہ ۹۵
خدا کے احکام کے نسخ کا دوسرا نمونہ ۹۶
واجبات مالی کا مصرف ۹۷
انبیاءؑ کی حکومتوں کا تذکرہ ۹۷
امام علیؑ کی محنت مشقت کے واقعات ۹۸
اہل بیت ؑ کی نگاہ میں بہترین کام کھیتی باڑی ۹۹
امام علی ؑ کی پچیس سالہ دور میں فعالیت ۱۰۱
ائمہ معصومینؑ کا مدینہ میں اقتصادی مقام ۱۰۴
امام امیر المومنینؑ کا اپنی محنت مزدوری سے ہزار غلام آزاد کرنے کی تاکید ۱۰۵
امام علیؑ کا کھجوریں اگانا ۱۰۵
امام علیؑ کی محنت مشقت سے تعجب کرنے والے ۱۰۵
امام سجاد ؑ کی زراعت کا بیان ۱۰۵

امام باقرؑ کی محنت مشقت پر اعتراض کرنے والے کو نصیحت ۱۰۶
امام صادقؑ کی محنت مشقت کے واقعات ۱۰۷
امام صادقؑ کا اپنے کھیتوں میں بیلچہ چلانا ۱۰۷
امام صادقؑ کی محنت مشقت پر تعجب کرنے والے کو جواب ۱۰۷
امام صادقؑ کا اپنی محنت مشقت کا تذکرہ کر کے اپنے اصحاب کو کام کاج کی تاکید کرنا ... ۱۰۸
امام کاظمؑ کے محنت مشقت میں پسینہ سے شرابور ہونے کا واقعہ ۱۰۸
دور حاضر کے دانشمندوں سے پیش آنے والے سوال کا جواب ۱۰۹
جواب پر تبصرہ و تحقیق ۱۱۱
اہل بیتؑ کے خصوصی اموال کا دیگر منبع تجارت ۱۱۳
تجارت چھوڑنے والے کی مذمت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارت کا تذکرہ............ ۱۱۵
امام صادقؑ کا اپنے مال کو مضاربہ پر دینا ۱۱۷
فقر و محتاجی کی شکایت کرنے والے کو کام کرنے کی تاکید ۱۱۷
امام صادقؑ کا عذافر کو مال مضاربہ پر دینا ۱۱۸
امام صادقؑ کا مصادف کو مصر بھیجنا اور غیر عادلانہ منافع لینے سے منع کرنا.......... ۱۱۹
امام جوادؑ کی تجارت کا واقعہ ۱۲۰
پیامبر اکرمؐ کے صالح اصحاب کی اقتصادی عملی زندگی کے چند نمونے ۱۲۲
صحابہ پیامبرؐ کی مدح کی ادلہ، معنی، تاریخ اور عقیدہ شیعہ ۱۲۵
قرآن مجید اور سنّت نبی اکرمؐ کے ناقلین ۱۳۸
ثقہ و ثقات کی مشکل ۱۴۱
اصحاب صالح کی عملی اقتصادی زندگی کا معیار ۱۴۵
مال و دولت کی فراوانی سے بدلتے مزاج اور ان کا علاج ۱۴۹

سمرہ کی نبی اکرمؐ کے حکم سے سرپیچی کرنا ۱۵۱
تبصرہ وتحقیق ۱۵۲
مؤالف و مخالف کے شکوک و شبہات پر تبصرہ ۱۵۴
اہم تنبیہ :اصولوں کا موضوع بحث ہونا ۱۵۶
علم و دانش دینی کی ترقی یا فنون کا اضافہ ؟! ۱۵۶
پیشوں کی تحقیق کی روش ۱۶۰
دانشمندوں کے القاب کا تاریخچہ ۱۶۰
وجوب کسب وکار اور وجوب تعلم کی شرعی ادلہ میں جمع بندی ۱۶۴
منابع و مآخذ ۱۶۷

مقدمہ بحث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،الحمد للہ رب العالمین ،والصلوۃ علی محمد و آلہ الطاہرین،اما بعد !
قرآن کریم اور سنت معصومینؑ ، اسلام کے تمام معارف اور حقائق کا بنیادی منبع و مصدر ہیں جیسا کہ ادلہ اربعہ سے ان کے بارے میں کثیر براہین موجود ہیں مگر ان مصادر سے استفادہ کرنے کے لیے بعض مقدماتی علوم کا سیکھنا لازم ہے جیسا کہ اب تک علوم قرآن و تفسیر میں بہت سی کتب و رسائل تحریر ہوئے اسی طرح جن علوم کے ذریعہ سنت معصومینؑ کو نقل کرنے والی احادیث کی تحقیق کی جاتی ہے ان میں بھی فریقین کے دانشمندوں نے بہت کچھ بحثیں کی ہیں ،سنت سے متعلقہ علوم حدیث میں قابل قدر کام ہوا۔

لیکن اس لحاظ سے علوم حدیث کا علوم قرآن سے ایک امتیاز ہے چونکہ احادیث تمام علوم اسلامی کی جامع ہیں کہ تفسیر و علوم قرآن میں بھی ان سے استفادہ کیا جاتا ہے تو لازم ہوا کہ احادیث کی بنیادی جامع تحقیق ہو ،قدیم الایام سے معتبر اور ضعیف احادیث کو جدا کرنے کے لیے علم رجال اور راویوں کی شناخت کے بارے میں فریقین اسلامی نے اس پر کام کیا اور بقول شیخ طوسی شیعہ امامیہ کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے معصومینؑ کے دور میں اس علم میں سینکڑوں کتابیں لکھیں اور ان میں ثقہ و معتمد راویوں کی توثیق و مدح کی اور ضعیف اور غیر معتبر مشکوک افراد کی تضعیف اور مذمت کی، اس طرح مجموعا اب تک تقریباً آٹھ سو جامع و مختصر کتب رجال علم رجال شیعہ میں تحریر ہوئیں۔

شیعہ کتب رجال کی اقسام

اور دانشمندوں نے ان میں مختلف زاویہ نگاہ سے راویوں کے بارے میں بحث کی :

۱) بعض نے صاحبان کتب واصول شیعہ کو تحریر کرنے والوں کی فہرستیں تیار کیں جن میں شیخ طوسی ونجاشی کی فہرستیں معروف ہیں۔

۲) اور بعض نے ثقہ و معتمد اور ضعیف اور غیر معتبر راویوں کو جدا جدا ذکر کیا جیسا کہ علامہ حلی اور ابن داود حلی نے رجال کی کتب میں لکھا۔

۳) بعض نے راویوں کے بارے میں ائمہ معصومینؑ کی روایات کو جمع کر دیا جن میں سچے اور صادق القول راویوں کی مدح عظیم اور توثیق کی گئی تھی اور ضعیف جھوٹے راویوں کی مذمت اور ان پر لعنت کی گئی تھی جیسا کہ ابو عمرو کشی نے اپنی معرفۃ الرجال میں کیا۔

۴) بعض علماء نے راویوں کے طبقات اور زمانوں کے اعتبار سے ترتیب ذکر کی جیسا کہ رجال برقی اور رجال شیخ طوسی میں اس پر خصوصی توجہ دی گئی اور اردبیلی نے جامع الرواۃ اور مامقانی نے تنقیح المقال میں اس کو وسعت دی اور آخری دور میں سید بروجردی نے موسوعۃ رجالیہ اور سید خوئی نے معجم رجال میں اس فن کو عروج بخشا۔

۵) بعض دانشمندوں نے شیعہ راویوں کے خاندانوں کے احوال درج کئے اور ان کے متعلق قابل قدر معلومات جمع کیں جیسا کہ بحر العلوم نے فوائد رجالیہ میں تفصیل دی اور مامقانی نے مقباس الہدایۃ کے آخر میں اسے نقل کیا۔

۶) بعض نے علم رجال اور راویوں کے بارے میں تحقیق کے جامع اصولوں کی تحقیق کی اور کلیات علم رجال سے متعلق بحثیں کی جیسا کہ شہید ثانی، کلباسی اور متاخرین کی بہت سی کتابوں کے مقدمات ان علمی بحثوں سے بھرپور ہیں۔

۷) بعض علماء نے اپنی کتب میں بعض کتب حدیث کے راویوں کو علیحدہ طور پر جمع کر دیا جیسا کہ موسوعۃ رجالیہ بروجردی میں ہے۔

۸) بعض علماء نے بعض کتب رجال کی شرح کی اور ان پر نقد و نظر لکھا اور علم رجال کی خدمت کی جیسا کہ قاموس الرجال اس موضوع میں نہایت ماہرانہ تحقیق ہے۔

۹) بعض نے ثقہ راویوں کو یکجا جمع کر کے ان کو ترویج کیا اور اس علم اور اس کی افادیت کو اجاگر کیا جیسا کہ اب تک اس موضوع پر بعض کتب و رسائل طبع ہو چکے ہیں۔

۱۰) بعض نے بعض ثقہ راویوں کے متعلق جامع و مفصل مستقل کتب و رسائل تحریر کئے۔

۱۱) بعض نے ضعیف اور غیر معتبر راویوں کے متعلق جامع کتب و رسائل تحریر کئے اور غیر معتبر احادیث کو نشر کرنے والوں کی پہچان کے لیے معتبر مواد لکھ کر اہل اسلام کو ان سے آشنا کرایا جیسا کہ دور قدیم میں ابن عضائری کی رجال اس سے مختص تھی اور علامہ حلی و ابن داود نے انہیں علیحدہ باب میں جمع کیا اور الضعفاء فی الرجال تین ضخیم جلدوں میں اب دار الحدیث قم سے جامع تحقیق طبع ہو چکی ہے۔

۱۲) بعض اہل دانش نے حروف تہجی کی ترتیب سے راویوں سے متعلقہ معلومات کو جمع کر دیا اور ان میں ہر قسم کے راویوں کے متعلق جامع معلومات کو ذکر کیا اور جیسا کہ مجمع الرجال قہپائی، جامع الرواۃ، منہج المقال تستری، نقد الرجال، حاوی الاقوال، تنقیح المقال، معجم رجال الحدیث، قاموس الرجال۔

۱۳) بعض اہل قلم نے اس علم کا خلاصہ نکالا اور اسے مختصر کر کے پیش کرنے کی کوشش کی جیسا کہ خود علامہ حلی کی کتاب اس لحاظ سے بھی قابل دید ہے بلکہ انہوں نے اس کا نام ہی خلاصۃ الاقوال رکھا، اور الوجیزہ علامہ مجلسی وغیرہ کتابیں اسی سلسلہ میں لکھی گئیں۔

۱۴) بعض دانشمندوں نے راویوں کے اشتراکات کو حل کرنے کے لیے امتیاز افراد کے کتب تحریر کیں جیسا کہ جامع الرواۃ اور نقد الرجال اور ان کے بعد مبسوط کتابوں میں اس پر کافی کام ہوا۔

۱۵) بعض نے حدیث کی کتابوں کی شرح میں سندوں کی تحقیق میں راویوں کی بحث کی جیسا کہ ملا صدرا نے شرح اصول کافی میں اس کا التزام کیا۔

۱۶) بعض نے راویوں کی مسانید تیار کیں اور ان کے احوال کو ذکر کیا جیسا کہ اب تک ہشام بن حکم ،ابو حمزہ ثمالی، زرارہ، محمد بن مسلم، ابو بصیر، ابن ابی عمیر وغیرہ کی جامع مسانید شائع ہو چکیں ۔

۱۷) بعض نے اپنا قیمتی وقت اور قومی سرمایہ اس کام پر خرچ کیا کہ بعض کتب حدیث کی سندوں کو علیحدہ جمع کیا اور ان کی طبقہ بندی کی معجمات تیار کیں جیسا کہ موسوعہ رجالیہ بروجردی اور معجم رجال سید خوئی میں اس کی تفصیل ہے۔

۱۸) بعض نے رجالی کتابوں کے حواشی اور علمی مختصر نوٹ تیار کئے جیسا کہ اب تک بہت سی کتب رجال علمی حواشی کے ساتھ طبع ہو چکی ہیں۔

۱۹) بعض نے مختلف علوم اسلامی کی تحقیقات میں راویوں کے بارے میں ذیلی طور پر تحقیقات ذکر کیں جیسا کہ علم فقہ و کلام وغیرہ میں مذکورہ روایات کے راویوں کی تفصیل و تدقیق ذکر کی جاتی ہے۔

۲۰) بعض نے مستدرکات رجال تیار کیں اگرچہ ان میں اپنے حسن ظن کا اظہار کیا جیسا کہ مستدرک رجال علی نمازی نے لکھی۔

۲۱) بعض نے بعض راویوں کے مذاہب اور عقائد کی مستقل تحریر پیش کیں جیسا کہ واقفیوں اور غالیوں وغیرہ کے متعلق مفصل تحقیقات لکھی جا چکی ہیں۔

۲۲) بعض نے کچھ کتب حدیث کے مقدمات کی توثیقات عامہ کو لیکر ان کے تمام راویوں کی فہرستیں تیار کیں جیسا کہ کامل الزیارات اور تفسیر قمی کے راویوں کی فہرستیں اصول علم رجال شیخ مسلم داوری میں ذکر ہیں۔

۲۳) بعض نے تاریخ علم رجال شیعہ سے متعلق کتابیں لکھیں جیسا کہ طبقات رجال بزرگ تہرانی اور مآخذ شناسی رجال شیعہ رسول طلائیان اس موضوع میں تفصیلی تحقیق ہیں۔

۲۴) بعض نے مختلف علاقوں کے راویوں کو جمع کیا جیسا کہ کوفہ ، قم اور سمرقند وغیرہ کے راویوں کے بارے میں تحقیقات پیش ہوئیں۔

۲۵) بعض نے عامہ کی کتابوں میں شیعہ راویوں کو تلاش کیا اور ان کی فہرستیں تیار کیں جیسا کہ المراجعات عبدالحسین شرف الدین لبنانی اور رجال الشیعۃ فی صحاح ستۃ میں تفصیل ذکر کی۔

۲۶) بعض نے ضعیف راویوں کے دفاع کی کوششیں کیں اور معتبر قواعد رجال میں احتمالات کے باب کھول دیئے اور غلو نواز راویوں کے لیے تاویل و توجیہ کرنے لگے اور بعض نے کچھ راویوں کی نقل میں سہل انگاری کو نشانہ بنایا اور بعض نے ضعفاء کی مسانید بنانا شروع کردیں جیسا کہ مسند سہل بن زیاد ایک بڑے مرکز سے شائع ہوئی۔

۲۷) بعض ماہرین حدیث نے راویوں کے طویل اسماء کے مختصر رموز تیار کئے اور ان کو اپنی علمی کتابوں کی سندوں میں ذکر کیا جیسا کہ فیض کاشانی نے وافی اور علامہ مجلسی نے بحار میں اس طریقہ کو آزمایا۔

۲۸) آخری دور میں جدید ٹیکنالوجی اور کامپیوٹر کی مدد سے بہت سے پروگرام بنائے گئے ہیں جن میں کتب رجال کو جمع کرنے کے علاوہ بعض معروف و جامع کتابوں کی سندوں کی تحقیق بھی کی گئی ہے جیسا کہ درایۃ النور میں کتب اربعہ شیعہ کی سندوں کے ساتھ وسائل الشیعۃ کی سندوں کی تحقیق بھی ذکر ہے اسی طرح اسناد شیخ صدوق میں ان کی کتابوں کی سندوں کی تحقیق کی گئی ہے مگر ان پروگراموں میں جس چیز کی کمی محسوس ہوئی وہ یہ ہے کہ سندوں کی تحقیق میں بعض معروف ضعیف اور غیر معتبر راویوں کو ثقۃٌ علی التحقیق بنانے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ نظریہ وسط کو پیش کرنے کی بجائے ایسی طرف داری اچھی نہیں ہے[1]۔

---

[1] ۔ یہ سب احوال عربی زبان سے متعلق ہیں جبکہ اردو زبان میں اس موضوع پر زیادہ قابل ذکر کام نہیں ہوا، کچھ موضوعات ہم نے ہند میں علم رجال کی خدمات کے عنوان سے ذکر کی ہیں اور خود ہم نے بھی بہت سے عناوین سے علم رجال سے متعلق

بہر حال اس علم و دانش میں سینکڑوں کتابوں کا مختلف جہات سے لکھا جانا خود اس کی ضرورت اور افادیت کو بیان کرتا ہے ، مگر زمانہ گزرنے کے ساتھ اس علم و دانش سے بے توجہی بڑھتی گئی اور اس کے اصولوں اور قوانین کو عملی طور پر جاری کرنے کی بجائے اسے ایک فن اور علم کی حدّ تک محدود کر دیا گیا اور کتب حدیث اور جامع کتب روایات کی تنقیح اور تحقیق میں ان کو عملی نہیں کیا گیا بلکہ سمجھ لیا گیا کہ علم رجال کے بارے میں اتنا سرمایہ علمی محض تبرک اور تیمن کے لیے ہے یا فقط مرجحات تعارض کی حدّ تک اس کی ضرورت ہے اور مشہور قضایا اور ذوق قلبی روایات کی نسبت درست کرنے کے لیے کافی ہے اور راویوں کی وثاقت و صداقت کی تحقیق کی بجائے خبر کی وثاقت اور اس پر اطمینان کی اصطلاح رائج ہونے لگی، اس طرح نہ فقط بہت سی جعلی اور ضعیف اور غیر معتبر روایات پر قلبی اطمینان کا دعوی کرنے کی راہ ہموار ہوئی بلکہ کثیر تعداد میں مرسلہ اور بے سند منقولات کو حدیث معصومؑ کے عنوان سے نشر عام کر دیا۔

علم رجال سیکھنے کا آسان و عام فہم طریقہ

۲۹) عرصہ دراز سے علم رجال شیعہ امامیہ کے متعلق مذکورہ بعض زاویہ نگاہ سے تحریر کرنے کے ساتھ یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ اتنی اہمیت اور افادیت رکھنے والے علم کو کس طرح عملی سطح پر پیش کیا جائے تاکہ عوام و خواص سب اس ضروری علم کو سنگین سمجھنے کی بجائے باآسانی حاصل کر سکیں، ایک نہایت آسان قابل فہم روش حاصل ہوئی وہ یہ ہے کہ احادیث معصومینؑ کو نقل کرنے والے راویوں کے صنعتوں اور پیشوں کے بارے میں بحث کی جائے کیونکہ کوئی انسان علم و دانش کے ساتھ اپنی معاش اور اقتصاد کو نہیں چھوڑ سکتا ،اسے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالنے کے لیے کسب و کار کی ضرورت ہوتی ہے ،وہ دنیا کمانے کے لیے کوئی نہ

تحقیقات کی ہیں جن میں معیار علم رجال ترجمہ و شرح رجال ابی عمرو کشی، تعیین الملاک فی ذکر الرجال الثقات ، اور دیگر کئی عناوین ہیں مگر وہ ابھی تک طبع نہیں ہوئے۔

کوئی راہ اختیار کرنے پر مجبور و مضطر ہوتا ہے لیکن وہ کس پیشہ اور صنعت کو اختیار کرتا ہے ؟ یہ مرحلہ انسانی زندگی کا اہم ترین مرحلہ ہے جس پر حق و باطل کا پورا امتیاز ہو جاتا ہے اگر وہ حلال طریقہ سے کسب معاش کر کے دین کی خدمت کے لیے وقت اور زندگی کا سرمایہ خرچ کرتا ہے تو وہ حق پرست اور کامیاب انسان ہوتا ہے اور اگر وہ دین کو کسب و معاش کا ذریعہ بناتا ہے اور ہر اچھے برے طریقہ سے حرام حلال جمع کر کے دنیا کے مال و دولت کا بچاری بنتا ہے تو وہ شخص نہ فقط دینی طور پر قابل اعتماد نہیں بلکہ وہ انسانی معیارات کے حوالے سے بھی نہایت ذلیل اور خوار شخص بن جاتا ہے۔

اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاءؑ اور اولیاء نے اپنی زندگی میں معاش اور اقتصاد میں کسب حلال کیا اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کی اور ان کے ماننے والوں نے ان کی تعلیم و تربیت کا علمی و عملی اثر لیا اور اپنی معاش و اقتصاد کو حلال طریقہ سے کمایا اور اس کے ساتھ مظلوموں اور ناآشنا لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے بھی وقت نکالا اور ہمیشہ کے لیے کامیاب ہو گئے اور ان کے نام انبیاءؑ اور اولیاءؑ کے اسماء گرامی کے ساتھ اچھے الفاظ میں ذکر کئے جاتے ہیں لیکن بعض افراد نے زندگی کی مشکلات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور حلال کی کمائی کی زحمت و کوشش کو چھوڑ کر دین اسلام اور ائمہ معصومینؑ کے نام پر مال دنیا کو جمع کرنے کا پروگرام بنایا اور ان کے نام پر جھوٹی حدیثیں بنا کر ان کے معتقدین میں نشر کیں اور ان سے معاوضات لیئے انہیں بد عملی کی چھٹی دی انہیں، انہیں خوش کر کے جنت کی ٹکٹیں دیکر جائیدادوں پر قبضہ کیا، ایسے دجالوں اور جھوٹے افراد کی علم رجال میں نشاندہی کی گئی اور ان کے جھوٹ اور کذب کو آشکار کیا گیا۔

کتب حدیث کے بڑھتے حجم کا اندیشہ

آپ کو تعجب ہوگا کہ جو لوگ ایسی موذی مرض کا شکار ہوتے ہیں اور دنیا کے مال و منال اور مقام و مرتبے کے لیے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومینؑ پر جھوٹ بولتے ہیں

انہوں نے بہت اندھیر کیا ہے جو احادیث قول، فعل اور تائید معصومؑ کو نقل کرتی ہیں ان کو معصومینؑ کے زمانہ میں جمع کر دیا گیا تھا ان کو مسلسل سندوں کے ساتھ نقل کیا جانا چاہتے تھے لیکن جھوٹوں نے اپنے آپ کو اس مرتبہ تشریع و تقنین شرعی کے مقام پر فرض کرتے ہوئے مسلسل حدیثیں بنانے کا کام جاری رکھا اور اس پر قابل توجہ اضافے کئے۔

اور اس پر احادیث جمع کرنے والوں نے اگر اس علمی روش کے تحت ان سب کو جمع کر دیا ہو کہ آئندہ نسلوں کو حقیقت جانچنے کے لیے سب کچھ پیش کر دیا جائے تو اپنی جگہ صحیح اور قابل توجیہ کام ہے جس کو ان عظیم شخصیات اور ان کے خلوص و تقوی کی خاطر قبول کیا جاسکتا ہے لیکن اگر ان سب منقولات کی تصدیق اور ترویج مقصود ہو تو وہ خود بھی آئندہ نسلوں کے سامنے جوابدہ نظر آئیں گے کیونکہ یہ نسل انسانیت اور اس کے فکری تسلسل کے سامنے نہایت اہم سوال ہے جب انسانیت کی ہدایت و نجات کے لیے جامع نظام حیات خدا تعالی کی طرف سے بنا ہے اور نبی اکرم ﷺ اور ائمہ معصومینؑ اس کی تفسیر اور تبیین کے لیے معین ہوئے ہیں اور عقلاء عالم اور دانشمندان اسلام اس کو سمجھنے اور اس سے ہدایت لینے کے لیے غور و فکر کرنے کے ذمہ ہیں اور منابع اسلام میں پائے جانے اصولوں اور کلیات سے استنباط اور تفقہ کے پابند ہوئے ہیں تو قرآن کریم کی تفسیر اور سنت معصومینؑ کو نقل کرنے والی احادیث کو بھی معتبر اور معتمد راویوں کے ذریعہ حاصل کر کے ان میں غور و فکر کیا جائے گا، یہ نہیں کہ ان کے نام پر ہر زمانہ میں احادیث کا اضافہ ہوتا رہے اور سینکڑوں سالوں کے بعد ان کے نام پر توہین آمیز کتب و رسائل بنا لیئے جائیں اور ان کے اعتبار کو ثابت کرنے کے لیے مختلف اہل دانش کے حوالے اور بیانات سجا دیئے جائیں اور خوبصورت اوراق اور جلدوں میں ان کو اہل عقل و دانش کے سامنے پیش کیا جائے اور ان کے بارے میں اٹھنے والے شبہات و صریح اعتراضات کو بے دینی اور انکار کا رنگ دے دیا جائے۔

راویوں کے پیشوں کی تحقیق کے فوائد و امتیازات

ہر گز نہیں! پہلے ہم راویوں کے پیشوں اور صنعتوں کو ذکر کرتے ہیں تا کہ؛

۱) اب جو علم دین کی نشر و اشاعت کو ایک خاص طبقہ سے مخصوص سمجھ لیا گیا اور وہ جس چیز کو چاہیں معتبر کریں اور جس کو چاہیں ضعیف اور غیر معتبر کریں یا مختلف ذوق اور سلیقہ اور اقوال وانظار کا بہانہ کر کے اسے علم و دانش کا نام دیا جائے۔

۲) یا اہل عقل و دانش کا کثیر طبقہ قرآن و سنت معصومینؑ کے بہترین قیمتی موتیوں میں غور کرنے سے محروم ہو۔

۳) یا کوئی اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے اپنی اقتصادی اور معاشی مشکلات کا بہانہ کر کے اپنے دین و مذہب کے قیمتی سرمایہ میں غور کرنے سے محروم ہو جائے اور اپنی روح اور نفس کے تکامل کی راہیں طے نہ کر سکے اور سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہ کر سکے۔

ان سب باتوں کا علاج اس آسان طریقہ سے معصومینؑ کی احادیث اور فرامین کو نقل کرنے والوں کی صنعتوں اور پیشوں کے بارے میں بحث کرنا ہے، جب یہ بحث مکمل ہو جائے تو راویوں کے احوال اور کوائف کا خلاصہ، اہل عقل و دانش اور منصف مزاج قارئین کے سامنے ہوگا اور ان کی منقولات کا اجمالی طور پر احاطہ کر سکیں گے۔

خدا کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے اپنی توفیقات اور اہل عصمت کی نظر کرم سے نوازا اور یہ قوت بخشی کہ اس دور میں بنیادی علوم کے احیاء اور اہل دین و مذہب کی خدمت کی جائے جس کی پوری قدر و قیمت بعد والی نسلیں پہچان سکیں گی اور اہل زمانہ کو معاصرت کے دبیز پردے حائل ہو سکتے ہیں ورنہ اس گوہر بہا قیمت میں خلوص اور حق نمائی کی کوئی کمی نہیں، مگر ظرف قابل کو حق کے سامنے جھکنے کی توفیق و قابلیت بھی شرط ہے جس کا اظہار و اقرار، اس عظیم الشان حقیقت کے منسوب ہونے کی وجہ سے زمانہ حال کے تقاضوں کے مطابق بہت

سوں کو میسر نہیں، جس کے اسباب اور علل اور ان کے نتائج اور انجام پر بحث کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

بہر حال خدا تعالی سے بحق اہل عصمت، دعاء ہے کہ اس محنت کو اپنے دین مبین کی خدمت اور اس سے عموم مومنین و مسلمین کو استفادہ آسان قرار دے اور اسے میرے لیے ذخیرہ آخرت اور علم و دانش سے تشنہ و طلبگار پاکیزہ دلوں کی سیرابی کا ذریعہ بنائے آمین۔

کلیات تحقیق و مفاهیم

اس بحث کے جامع و کامل ہونے کیلئے اور اس علم و دانش کے ماہرین کی کتب کی روش کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض متعلقہ مقدمات کو ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے:

علم رجال کی ضرورت اور اہمیت کا بیان

واضح سی بات ہے جس علم و دانش کے بارے میں بحث دائر ہے اس کی ضرورت و افادیت کے بارے میں مختصر بیان نہایت لازم ہے سو واضح ہو کہ علم رجال میں ان راویوں کی توثیق و تضعیف اور ان کے اشتراک کی صورت میں ان کی تعیین اور طبقہ بندی کی جاتی ہے جس سے ثقہ اور معتمد افراد ظاہر ہو جاتے ہیں اور ضعیف اور غیر معتمد افراد جدا ہو جاتے ہیں اسی طرح جن لوگوں کے کوائف مجہول اور پردہ خفاء میں رہتے ہیں وہ بھی مشخص ہو جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ عقلاء عالم اور باشعور انسان اپنی زندگی کے اہم معاملات میں نہ فقط ضعیف اور غیر معتمد افراد پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ مجہول اور مہمل افراد کو بھی اپنے اہم معاملات میں داخل نہیں کرتے اسی طرح قرآن کریم اور سنت متواترہ میں بھی ثقہ اور معتمد افراد کی تصدیق اور ان پر اعتماد کرنے کی تاکید ہوئی اور جھوٹے اور ضعیف افراد سے بچنے کی تاکید ہوئی ،قرآن کریم میں واضح طور پر ظن و گمان اور غیر علم کی پیروی سے منع کیا گیا اور مختصر مگر جامع قانون میں اس کو یوں بیان کیا: قل آللّٰہ اذن لکم ام علی اللّٰہ تفترون[1]؛ کہہ دو کیا خدا نے تمہیں اجازت دی یا تم خدا پر جھوٹ بولتے ہو؟ یعنی شریعت اور دین کے معاملہ میں دو ہی صورتیں ہیں: یا خدا کی طرف نسبت دیں گے اور اس کی اجازت کا یقین ہوگا یا پھر دوسری صورت میں

---

[1] . سورہ یونس ۵۹،اسی طرح سورہ حجرات میں فاسق و فاجر افراد کی خبر کی پیروی سے منع کیا گیا اور اس کی علت اور عقلی وجہ بھی بیان ہوئی اور ظاہر ہے کہ باشعور افراد کے لیے ایسے لحن و لہجہ سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ شریعت کی نگاہ میں اس کے برعکس ثقہ و معتمد افراد کی خبر پر اعتماد کرنے کو سمجھایا جارہاہے غور کریں۔

اس پر جھوٹ بولنے والوں میں شمار ہونگے اور اس پر جھوٹ بولنے والوں سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں۔

واضح قانون ہے جو لوگ دوسروں کو ضعیف اور غیر معتبر راویوں کی پیروی کا طعنہ دیتے ہیں وہ اپنے ہاں کیوں مشہور قضایا کی پیروی کرنے پر مجبور ہیں اور حقیقت کی جستجو سے متوقف ہوتے ہیں اگرچہ مذہب شیعہ امامیہ میں رجالی تحقیقات کی کوئی کمی نہیں کیونکہ ایک اندازے کے مطابق آٹھ سو سے زیادہ کتابیں اور تحقیقات تالیف ہوئیں لیکن ایک گروہ نے عملی میدان میں نہایت سست روی اور غیر معیاری طریقہ کی پیروی کی ہے جس کی وجہ سے دور حاضر میں اس علم کے احیاء اور اس میں دقت کرنے کی ضرورت ہے اور اس وقت کیا حال ہوگا جب کوئی جھوٹے اور ضعیف راویوں کی پشت پناہی پر تلا ہو اور ضعیف کی مذمت کی بجائے ان کو ضعیف کہنے والے درجہ اول کے علماء اعلام کی تحقیقات اور عقیدوں میں خلل کا متلاشی ہو ،ایسے لوگوں کو قرآن وسنت کے اصولوں کی پاسداری کی التماس ہی کی جاسکتی ہے۔

جہاں تک سنت میں راویوں کی تحقیق اور جستجو کی تاکید کا تعلق ہے تو وہ حد تواتر سے زیادہ ہے کیونکہ رجال ابو عمرو کشی وغیرہ میں جو کچھ معصومین سے رجال اور رواۃ کے متعلق منقول ہے اس کو دیکھنے سے یقین ہو جاتا ہے کہ ائمہ معصومینؑ سچے اور جھوٹے کی پہچان کرنے کی تاکید اور سچے اور معتمد افراد کی پیروی کی تاکید کرتے تھے ،اور تقلید کی قبیح ترین قسم یہ ہے کہ کوئی عالم و فاضل شخص کسی ضعیف یا مجہول راوی کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے کسی حکم کو شرعی حیثیت دے اور اس کی خدا کی طرف نسبت دے۔

ذیل میں ایک آیت اور چند احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے :

۱. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ[۱]؛ اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو، کہیں(ایسا نہ ہو کہ) نادانی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے ۔

معتبر اور محاسن کلام معصومین ؑ کا اثر اور اصل مشکل کی نشاندہی

۲. حميد بن زياد، عن الحسن بن محمد، عن وهيب بن حفص، عن ابى بصير قال: سمعت أبا عبدالله (ع) يقول: رحم الله عبدا حببنا إلى الناس ولم يبغضنا إليهم، أما والله لو يروون[۲] محاسن كلامنا لكانوا

---

[۱] -سورہ حجرات ،٦،اس سورت میں کامیاب زندگی کے سنہری اصولوں کو بیان کیا گیا۔

[۲]-کافی کے حاشیہ میں ہے : (لو يروون) هذا على مذهب من لا يجزم ب (لو) وان دخلت على المضارع لغلبة دخولها على الماضى اى لو لم يغيروا كلامنا ولم يزيدوا فيها لكانوا بذلک اعز عند الناس اما لانهم كانوا يؤدون الكلام على وجه لا يترتب عليه فساد او لان كلامهم لبلاغته يوجب حب الناس لهم وعلم الناس بفضلهم إذا لم يغير فيكون قوله: (وما استطاع) بيان فائدة اخرى لعدم التغيير يرجع إلى المعنى الاول وعلى الاول يكون تفسيرا للسابق؛ (آت)- فيحط إليها عشرا اى ينزل عليها ويضم بعضها معها عشرا من عند نفسه فيفسد كلامنا ويصير ذلک سببا لاضرار الناس لهم؛ (آت)

به أعز وما استطاع أحد أن يتعلق عليهم بشئ ولكن أحدهم يسمع الكلمة فيحط إليها عشرا[1]-

ترجمہ : معتبر سند سے ابو بصیر سے منقول ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے سنا ، فرمایا: خدا اس بندے پر رحم کرے جو ہمیں لوگوں کے ہاں محبوب بنائے اور ان میں ہمیں مبغوض نہ بنائے [2]۔یاد رکھو ،خدا کی قسم! اگر یہ لوگ ہمارے خوبصورت کلام کو نقل کردیتے تو تو وہ اس

---

[1]۔روضۃالکافی، حدیث نمبر ۲۹۳؛اسی طرح کی حدیث کچھ فرق کے ساتھ شیخ صدوق نے نقل کی ہے :الصدوق عن عبد الواحد بن محمد بن عبدوس، عن علی بن محمد بن قتيبة، عن حمدان بن سليمان، عن عبد السلام الهروی، عن الرضا(عليه السلام)،قال:رحم الله عبداً أحيى أمرنا، قلت:كيف يحيى أمركم؟ قال: يتعلم علومنا، ويعلمها الناس، فان الناس لو علموا محاسن كلامنا لاتّبعونا؛ترجمہ:امام رضاؑ سے منقول ہے : خداوند اس شخص پر رحم کرے جو ہمارے امر کو زندہ کرے ، راوی نے عرض کی: آپ کا امر کیسے زندہ ہوتا ہے؟ فرمایا:وہ شخص ہمارے علوم کو سیکھے اور لوگوں کو سکھائے کہ بتحقیق اگر لوگوں کو ہمارے کلام کی خوبیوں کا علم ہو جاتا تو ضرور ہماری پیروی کرتے؛ عیون اخبار الامام الرضاؑ،ج اص ۳۰۷ ح۶۹،وسائل الشیعہ،ج۲۷ ص۹۲، ابواب صفات القاضی، باب۸،ح۵۲۔

[2]۔یہ قانون بہت وسیع ہے اور عام لوگوں کو تبلیغ کرنے سے پہلے کہ غیر شائستہ اعمال کے ذریعہ باعث ننگ و عار نہ بنیں ،خود اہل دانش کو شامل ہے جیسا کہ اس حدیث کا آخری حصہ اس کو بیان کرتا ہے کہ اہل دانش کا فریضہ ہے کہ وہ معصومین کے معتبر فرامین کی تلاش کریں اور انہیں باشعور و عقلمند انسانوں میں پیش کریں لیکن نہ جانے کب سے ضعیف اور غیر معتبر روایات اور مناظرانہ باتیں محور قیل و قال اور سبب فتنہ و جدال بنی ہوئی ہیں اور کب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا ،اورا س کا اہم سبب یہ بھی ہے کہ ہزار سال گزر چکے ہیں لیکن اب تک احادیث کی کتابوں کی معتبر جامع تحقیق نہیں ہوئی جس میں معتبر روایات کو جدا اور غیر معتبر کو علیحدہ کیا گیا ہو بعض علماء نے فردی کام کئے ہیں لیکن ان کو پردہ خفاء میں رکھا گیا ہے اور جعلی روایات اور ضعیف منقولات کو پیش کرنے پر فخ محسوس کیا جاتا ہے روایات کے مطابق کتنے ناحق خون ہیں جو ان فتنوں اور فسادات میں چیخ رہے ہیں جن کو ایسی غیر معتبر چیزوں کے دفاع میں بہایا گیا ہے ،غور کریں ۔

کے ذریعہ زیادہ عزیز ہوتے[۱]۔ اور کوئی شخص ان کو کسی بات میں گرفت نہ کرسکتا[۲]، لیکن ان میں ایک شخص ہمارے ایک کلمہ کو سنتا ہے اور اس کے ساتھ دس بڑھا دیتا ہے[۳]۔

---

[۱]۔خدا اور اس کے رسول پاکﷺ اور ان کے بعد معصومین ائمہ ہدیٰ کے حضور میں سرخرو ہونے کا معیار اور عزیز ہونے کا قانون ان کے کلام کو امانت داری کے ساتھ نقل کرنا اور اس کے معنی و مفہوم کو بیان کرنا ہے لیکن قدیم ایام سے روش رہی ہے کہ جو شخص جس فن کا ماہر ہوتا ہے وہ قرآن کی تفسیر یا حدیث کی کتاب کی شرح کے عنوان سے اپنا علم جھاڑ دیتا ہے اس لیے اختلافات پر اختلاف اور اقوال میں نظریات بنتے گئے ہیں لیکن ابھی تک اس بات کو سمجھنے سمجھانے کی زحمت کم ہی کی گئی ہے کہ ثقلین کیا فرما رہے ہیں اور اس طرح اس باب میں بڑے بڑے ماہرین کے نام آتے ہیں جن ظاہری عزت و شہرت کے باوجود خدا کے حضور جواب دہ ہیں۔

[۲]۔اس کی وجہ ظاہر ہے کہ چونکہ تمام باشعور کلمہ گو مسلمان اسلام کے اساسی قوانین پر متفق اور قرآن و اہل بیتؑ کی عزت و عظمت کے قائل ہیں شیعہ سے زیادہ نہیں تو انہوں نے اہل بیتؑ کے فضائل میں کم کتابیں نہیں لکھیں لیکن بعض فتنہ پرور عناصر نے اختلافی اور مناظرانہ بحثوں کو پیش کرکے آپس میں کینے اور بغض کے بیج بودیے ہیں اور یہ ایک دوسرے کو اپنا مخالف سمجھنے لگے ہیں حالانکہ نبی اکرمﷺ کےقرآن کریم کی آیات جیسے آیت تطہیر، آیت مودت ، ولایت، مباہلہ تبلیغ ولایت وغیرہ میں اور متواتر فرامین کی روشنی میں اہل بیتؑ امت مسلمہ کی معصوم ہستیاں ہیں اور ان کی محبت ایمان اور ان کا بغض و کینہ نفاق کی علامت ہے اس پر فریقین کے بہت سے علماء نے کتابیں لکھی ہیں ۔

[۳]۔قرآن کریم اور معصومینؑ کے فرامین میں لفظی یا معنوی تصرف اور تحریف کرنے والے چاہے جس مکتب سے تعلق رکھتے ہوں وہ خدا کے دربار میں جواب دہ ہیں کسی کو کوئی خاص عنوان دیکر بچانے کی روش دونوں گروہوں نے اپنائی ہوئی ہے حالانکہ خدا و رسول اور ائمہ معصومین کے قانون میں کسی رشتہ داری اور عناوین کی کوئی وقعت نہیں ہے بلکہ جو اس قانون پر بہتر عمل پیرا ہوکر جائے گا اور عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرے گا اور تعصب و اختلافات سے بچ کر امانت داری کا مظاہرہ کرے گا وہ ماجور ہوگا اس لحاظ سے تاریخ اسلام میں بہت سے کاموں کی تجدید نظر اور از سر نو تحقیق کی ضرورت ہے ۔

دینی معاملات میں دلیل شرعی کا معیار ہونا

۳. صحیح(محمد بن یحیی عن احمد بن محمد عن الوشاء عن المثنی الحناط عن) أبی بصیر: «قال: قلت لأبی عبد الله ع: ترد علینا أشیاء لیس نعرفها فی کتاب الله ولا سنة فننظر فیها؟ فقال: لا، أما إنک إن أصبت لم تؤجر، وإن أخطأت کذبت علی الله»[۱].

ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے عرض کی: ہمارے پاس ایسے مسائل پیش ہوتے ہیں جن کو ہم کتاب خدا اور سنت میں نہیں جانتے تو ہم ان میں اپنے رائے قائم کرلیں؟

امامؑ نے فرمایا: ہرگز نہیں، اگر تم صحیح رائے قائم تو بھی تمہیں ثواب نہیں ملے گا اور اگر خطا کرو تو تم نے خدا پر جھوٹ بولا۔

دین کے قیام کے اساسی ارکان کا بیان

۴. ابن الولید، عن الصفار، عن البرقی، عن أبیه، عن ابن أبی عمیر، عن جمیل، عن زرارة، عن أبی جعفر علیه السلام قال: قال أمیر المؤمنین علیه السلام: قوام الدین بأربعة: بعالم ناطق مستعمل له، وبغنی لا یبخل بفضله علی أهل دین الله، وبفقیر لایبیع آخرته بدنیاه،

---

[۱] اصول کافی کتاب العلم ا ص ۵٦ ث محاسن ۲۱۳ ح ۹۰، وسائل الشیعۃ ۲۷ ص ۴۰ ن ۳۳۱۵٦، الوافی ا ص ۲۵۳ ن ۱۹۲، شرح اصول کافی مازندرانی ۲ ص ۳۱۴، شرح اصول کافی ملا صدرا، ۲ ص ۳۰۷ انہوں یہ اشکال کیا ہے کہ اگر کسی غیر معتبر دلیل سے حق بات تک پہنچ جائے تو کیوں مشکل ہو؟ پھر جواب دیا کہ قیاس جیسی راہیں مذموم ہیں ان پر عمل کرنے کا عقاب وغیرہ اس کے سبب قربت خدا ہونے سے مانع ہے۔ مرآۃ العقول ا ص ۱۹۵، بحار الانوار ۲ ص ۳۱۴ میں محاسن سے مرسلہ معاویہ بن میسرہ بن شریح اسی معنی میں نقل کی ہے کہ امام صادق نے قیاس اور رائے استعمال کرنے کی مذمت کی۔

و بجاهل لا يتكبر عن طلب العلم، فإذا كتم العالم علمه، وبخل الغنى بماله، وباع الفقير آخرته بدنياه، واستكبر الجاهل عن طلب العلم، رجعت الدنيا إلى ورائها القهقرى، فلا تغرنكم كثرة المساجد وأجساد قوم مختلفة، قيل: يا أمير المؤمنين كيف العيش فى ذلک الزمان ؟ فقال: خالطوهم بالبرانية -يعنى فى الظاهر -وخالفوهم فى الباطن، للمرء ما اكتسب، وهو مع من أحب، وانتظروا مع ذلک الفرج من الله عز وجل.[1]

ترجمہ :دین کا قیام چار افراد سے ہے :

۱۔ایسا عالم جو قوت بیان رکھتا ہو اور اپنے علم پر عمل پیرا ہو۔

۲۔ایسا مالدار جو دین کی نشر واشاعت کیلئے زائد مال خرچ کرے۔

۳۔ایسا فقیر جو اپنی آخرت کو دنیا کی خاطر داو پر نہ لگاتا ہو۔

۴۔ایسا نہ جاننے والا جو طلب علم میں تکبر سے کام نہ لیتا ہو۔

اور جب عالم اپنے علم کو چھپانے لگے، مالدار بخل سے کام لے، غریب دنیا کے بدلے اپنی آخرت کو فروخت کر دے اور نہ جاننے والا علم حاصل کرنے سے تکبر کرے تو دنیا الٹے پاوں(ذلت و ناکامی)کی طرف لوٹنے لگے گی، تم مساجد اور مختلف قوموں کے افراد کی کثرت سے دھوکا نہ کھاو: کہا گیا :اے امیر المومنین ،ایسے زمانے میں ہم کیسے زندگی گزاریں ؟ فرمایا ایسے زمانے میں لوگوں سے ظاہراً اچھا سلوک کرو اور باطن میں ان(کے نظریات و اعمال)کی مخالفت کروکیونکہ آخرت میں انسان اس شخص کے ساتھ اٹھایا جائے گا جس سے وہ

---

[1]. بحارالانوار جلد ۲صفحہ ۶۷ از خصال صدوق.

محبت رکھتا تھا اوراسے اپنے کیئے کا مزہ چکھنا پڑے گا اور ایسے ابتر زمانے میں خدا تعالیٰ سے کشائش کی دعاکرو۔

ہلاکت کے دوبنیادی اسباب

۵. الشیخ الصدوق عن ابیه عن علی،عن أبیه، عن الیقطینی، عن یونس، عن ابن الحجاج قال: قال لی أبو عبد الله علیه السلام: إیاک وخصلتین فیهما هلک من هلک: إیاک أن تفتی الناس برأیک، أو تدین بما لاتعلم[1].

ترجمہ:۔امام صادقؑ نے فرمایا: دو خصلتوں سے بچو، جو اس میں پڑگیاہلاک ہوا،۱. لوگوں کو اپنی ذاتی رائے اور اپنے خیالات سے فتویٰ دینا ۲.اور جس چیز کا علم نہ ہو اسکو دین بنا لینا۔

۶. علی بن ابراهیم عن ابیه عن ابن أبی عمیر، عن هشام بن سالم قال: قلت لابی عبدالله علیه السلام: ما حق الله علی خلقه؟ فقال: أن یقولوا ما یعلمون، ویکفوا عما لا یعلمون، فإذا فعلوا ذلک فقد أدوا إلی الله حقه[2].

ترجمہ:۔راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ اللہ کا حق اپنی مخلوق پرکیا ہے؟تو آپ نے فرمایا کہ لوگ وہ بات کریں جو وہ جانتے ہیں اور ہر

---

[1]. بحارج۲ص۱۱۴ح۶ از خصال صدوق، کافی ج۱ص۴۲.

[2]. کافی ج۱ص۵۰.

وہ بات کہنے سے پرہیز کریں کہ جس کا علم ان کے پاس نہ ہو،جب وہ ایسا کریں تو انہوں نے اللہ کا حق ادا کردیا۔

دینی بحثوں کا دائمی فائدہ

۷. محمد بن إبراهيم بن إسحاق، عن أحمد بن محمد الهمدانی، عن علی بن الحسن ابن فضال، عن أبيه، قال: قال الرضا(عليه السلام): من جلس مجلسا يحيى فيه أمرنا لم يمت قلبه يوم تموت القلوب[1].

ترجمہ:۔ جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھے کہ جس میں ہمارے مشن کو زندہ کیا جائے تو اس کا دل قیامت کے دن نہیں مرے گا جبکہ تمام دل مردہ ہونگے.

امامؑ کی پیروی معیار صداقت

۸. ابن المتوكل،عن الحميری، عن ابن عيسی، عن ابن محبوب، عن مالک ابن عطية، عن الثمالی عن علی بن الحسين (عليهما السلام)قال: لا حسب لقرشی ولا عربی إلا بتواضع، ولا كرم إلا بتقوی، ولا عمل إلا بنية، ولا عبادة إلا بتفقه. ألا وإن أبغض الناس إلی الله عزوجل من يقتدی بسنة إمام ولا يقتدی بأعماله[2]. ترجمہ ۔کسی قریشی اور عربی کی حسب کے لحاظ سے کوئی قیمت نہیں مگر تواضع کے ذریعے اور کوئی عزت نہیں مگر تقوی کے ذریعے اور نیت کے بغیر کوئی عمل نہیں اور معرفت کے بغیر کوئی عبادت نہیں،لوگوں میں سے

---

[1] بحارج۱ص۱۹۴از امالی صدوق.

[2] .بحارج۱ص۲۰۷از خصال صدوق.

خدا کے نزدیک مبغوض ترین وہ شخص ہے کہ جو امام کی سنت کی اقتدا کرتا ہے(اسے پسند کرتا ہے)اوراس کے اعمال حسنہ کی اقتدا نہیں کرتا۔

طلب علم و دانش کی فضیلت اور معیار

۹. المكتب، عن علی، عن أبيه، عن القداح، عن الصادق، عن أبيه، عن آبائه (عليهم السلام) قال: قال رسول الله ص: من سلک طريقا يطلب فيه علما سلک الله به طريقا إلی الجنة. وأن الملائكة لتضع أجنحتها لطالب العلم رضا به، وأنه ليستغفر لطالب العلم من فی السماء ومن فی الارض حتی الحوت فی البحر، وفضل العالم علی العابد كفضل القمر علی سائر النجوم ليلة البدر، وأن العلماء ورثة الانبياء، إن الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ولكن ورثو العلم، فمن أخذ منه أخذ بحظ وافر.(ثو: أبی، عن علی، عن أبيه، مثله. ير: أحمد بن محمد، عن الحسين بن سعيد، عن حماد بن عيسی، عن القداح)[1].

ترجمہ:۔جو بھی علم کا راستہ اختیار کرے خدا اس کے لیے جنت کا راستہ معین کرے گا اور ملائکہ طالب علم کیلئے پر جھکاتے ہیں، عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں کے چاند کوتمام ستاروں پر ہوتی ہے،بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں انبیاء درہم و دینار ان کیلئے میراث میں نہیں

[1]. بحار ج۱ص۱۶۴،از امالی و ثواب الاعمال شیخ صدوق و بصایر الدرجات.

چھوڑتے بلکہ علم میراث میں چھوڑتے ہیں جس نے علم حاصل کیا اس نے بہت حصہ پایا۔

لوگوں کی ہلاکت کا دیگر بنیادی سبب

۱۱ * مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيى، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسى، عَنْ حَمَّادِ بْنِ عِيسى، عَنْ حَرِيزٍ، عَنْ زُرَارَةَ وَ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ وَ بُرَيْدِ الْعِجْلِيِّ، قَالُوا: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عليه السلام لِحُمْرَانَ بْنِ أَعْيَنَ فِي شَيْءٍ سَأَلَهُ: «إِنَّمَا يَهْلِكُ النَّاسُ؛ لِأَنَّهُمْ لَا يَسْأَلُونَ»[۱] .

زرارہ، محمد بن مسلم اور برید عجلی کا بیان ہے کہ حمران بن اعین نے امام صادقؑ ایک چیز کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: بے شک لوگ ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ وہ سوال نہیں کرتے۔

تبصرہ و تحقیق

اس روایت کی سند معتبر ہے اس کے تمام راوی جلیل القدر معتمد و ثقہ شخصیات اور اپنے ادوار میں علماء امامیہ میں سے تھے خصوصا مشائخ ثلاثہ جنہوں نے امام صادقؑ سے روایت کی ان کی شان میں معتبر روایات وارد ہیں جن کو ہم نے معیار علم رجال میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کا متن نہایت عظیم الشان ہے اس میں لوگ کی ہلاکت کو سوال نہ کرنے سے مسبّب قرار دیا گیا ہے جب انسان کے لیے حقیقت کو جاننا ممکن ہو کتب و علماء موجود ہوں ان تک رسائی ممکن ہو اور کوئی شخص ان کی طرف رجوع نہ کرکے اپنے وظائف شرعی کو صحیح طریقہ سے انجام نہ دے بلکہ دین سے لاپرواہ افراد کی طرح معصیت کا مرتکب ہوتا رہے اور ہلاکت کا شکار ہو جائے تو واضح ہے کہ اس کا بڑا سبب اسکا سوال نہ کرنا ہے ورنہ اس کے لیے

---

[۱] ۔ الوافی، ج۱، ص۱۸۰، ح۱۰۲، الکافی، ج۱، ص: ۴۷.

حجت تمام ہو چکی تھی ایسے نادان کو اصطلاح میں جاہل مقصّر کہتے ہیں جو امکانات ہونے کے باوجود اپنی جہالت و نادانی کو ختم نہیں کرتے لیکن اپنی دنیا داری کے لیے بڑے باریک بین ہوتے ہیں، خدا کے دربار میں ان کا معاملہ ایسے شخص کی طرح نہیں ہے جو امکانات نہ ہونے کی وجہ سے جہالت کی تاریکی میں رہتا ہے اس کے احکام مختلف ہیں اس کا عذر مقبول ہو سکتا ہے اسے جاہل قاصر کہتے ہیں۔

علم سیکھنے اور سکھانے میں تواضع شرط اول

۱۲ *مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْعَطَّارُ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسى، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مَحْبُوبٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عليه السلام يَقُولُ: «اطْلُبُوا الْعِلْمَ، وَ تَزَيَّنُوا مَعَهُ بِالْحِلْمِ وَ الْوَقَارِ[1]، وَ تَوَاضَعُوا لِمَنْ تُعَلِّمُونَهُ الْعِلْمَ، وَ تَوَاضَعُوا لِمَنْ طَلَبْتُمْ مِنْهُ الْعِلْمَ، وَ لَا تَكُونُوا عُلَمَاءَ جَبَّارِينَ؛ فَيَذْهَبَ بَاطِلُكُمْ بِحَقِّكُمْ»[2].

معاویہ بن وھب کا بیان ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے سنا فرمایا: علم حاصل کرو اور اس کے ساتھ حلم و بردباری اور وقار سے اپنے آپ کو زینت دو، اور جس کو تعلیم دیتے ہو اس کے سامنے تواضع اور فروتنی کرو[3] اور جس سے تم علم حاصل کرتے ہو اس کے سامنے تواضع اور

---

[1] ۔ حِلم و وقار دونوں کا معنی قریب ہے اور وہ امور میں مضبوطی اور محکم کام کرنا ہے اور جلد بازی سے پرہیز کرنا ہے؛هو الأناة و التثبّت فی الامور، اور حدیث جنود العقل والجہل میں ذکر ہوا ہے؛أنّ الحلم ضدّ السفه، و الوقار ضدّه الخفّة و الطيش و العجلة. شرح صدر المتألّهين، ص ۱۵۰. النهاية، ج ۵، ص ۲۱۳؛ الصحاح، ج ۲، ص ۸۴۸ (وقر).

[2] - الأمالی، شیخ صدوق، ص ۳۵۹، مجلس ن ۵۷، ح ۹، بسنده عن الحسن بن محبوب الوافی، ج ۱، ص ۱۶۱، ح ۸۰؛ الوسائل، ج ۱۵، ص ۲۷۶، ح ۲۰۵۰۳.

[3] -ادیب اعظم کے ترجمہ اصول کافی بنام الشافی ا ص ۸۷ میں اس جملہ کا ترجمہ حذف ہے بظاہر اس میں بر صغیر پاک و ہند کے ماحول اور تصور کا غلبہ رہا ہے وہاں شاگرد کا استاد کے سامنے تواضع اور فروتنی کرنا تو سمجھ میں آتا ہے اور اس کی تاکید و ترغیب

خشوع کرو اور جبر و تکبر کرنے والے علماء نہ بنو ورنہ تمہارا باطل طریقہ تمہارے حق کو ضائع اور نابود کرے گا۔

تبصرہ و تحقیق

اس روایت کی سند معتبر ہے اس کے تمام راوی ثقہ و معتمد ہیں اور معاویہ بن وھب[1] کو نجاشی نے عربی صمیمی ثقہ اور معتمد قرار دیا ہے، یہ راوی کافی کی ۹۵ سندوں میں وارد ہوا ہے۔

شاگرد کے سامنے استاد کی تواضع کی ضرورت

اس میں امام نے علم حاصل کرنے کے ساتھ استاد و شاگرد دونوں کے تواضع اور فروتنی کی ضرورت پر زور دیا ہے بلکہ استاد کے شاگرد کے سامنے تواضع کرنے کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ

بلیغ بھی دلائی جاتی ہے لیکن معتبر اور صحیح السند روایت کے مطابق تو استاد کو شاگرد کے سامنے متواضع ہونے کی تاکید شاگرد کے استاد کے سامنے متواضع ہونے سے پہلے ذکر ہوئی ہے اور اس میں استاد کی تواضع کی تاکید زیادہ نظر آرہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ استاد شاگرد کے لیے عملی نمونہ ہوتا ہے وہ قرآن و سنت اور سیرت معصومینؑ کا عالم اور ان کی سیرت کا عکاس ہوتا ہے، اس کو شاگرد کے عملی نمونہ بننے کی ضرورت ہے ویسے بھی استاد کی علمی باتیں شاگردوں کو دیر سے سمجھ میں آتی ہیں اور آج کل کی اصطلاح میں ضمیریں اور عبارتیں تو کتابوں میں رہ جاتی ہیں، انہیں جو بات یاد رہتی ہے اور شاگردوں کے تحت شعور میں باقی رہ جاتی ہے وہ استاد کی تواضع، خلوص اور اس کی شاگرد کی ترتیب کے لیے دلسوز ہیں اسی لیے امامؑ نے واضح فرما دیا: کہیں تمہارا جبر و تکبر شاگردوں کی شخصیت پر برا اثر مرتب نہ کرے اور وہ تمہاری بد اخلاقی اور بد مزاجی کو دیکھ کر قرآن و سنت اور سیرت ائمہؑ کے بارے میں جبر و تکبر کا تصور ذہن میں قائم نہ کرلیں۔

ایسے محقق اور معتبر علماء کے تراجم میں ایسی تحریف اور حذف سے اپنی میراث پر نظر ثانی کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے جب ایسے محقق علماء اپنے ماحول سے متاثر نظر آتے ہیں جو لوگ اس مرتبہ پر فائز نہیں ہیں ان کی تحریروں کی کیا حالت ہوگی جس کو ہماری بعض دیگر تحقیقات میں ملاحظہ کیجئے جیسے ہم نے امالی مفید کی تصحیح میں اس کو واضح کیا ہے۔

[1] - رجال البرقی ۳۳، رجال النجاشی ۲ص۳۴۸ن۱۰۹۸، رجال الطوسی ۳۱۰ن۴۸۳، فہرست الطوسی ۳۳۳ن۷۲۷، معالم العلماء ۱۲۲ن۸۱۶، رجال ابن داود ۳۵۱ن۱۵۵۹، رجال حلی ۱۶۷ن۲، نقد الرجال ۳۴۸ن۱۸، مجمع الرجال ۶ص۱۰۲، جامع الرواۃ ۲ص۲۴۳، وسائل الشیعۃ ۲۰ص۳۵۱ن۱۱۶۹، الوجیزۃ ۱۶۷، ہدایۃ المحدثین ۲۶۰، بہجۃ الآمال ۷ص۱۴۱، تنقیح المقال ۳ص۲۲۶ن۱۱۹۲۲، الذریعۃ ۱۶ص۲۵۷ن۱۰۳۹، معجم رجال الحدیث ۱۸ص۲۱۹ن۱۲۴۶۵ و ۱۲۴۶۶، قاموس الرجال ۹ص۴۵، موسوعۃ طبقات الفقہاء ن۲۶۶، الفائق فی اصحاب امام صادقؑ، ۳ص۲۶۸ن۳۳۳۰۔

شاگرد تو علم و دانش کی تلاش میں اس کے پاس حاضر ہوا ہے استاد جو قرآن و سنت اور سیرت معصومینؑ اور عقل سلیم کے تقاضوں کو سمجھتا ہے وہ نہ فقط اپنی زبان و گفتار سے شاگرد کو علم و دانش کی تعلیم دینے میں مصروف ہوتا ہے بلکہ اس کا کردار اور عمل بھی شاگرد کے لیے عملی نمونہ ہوتا ہے اس لیے اگر استاد تواضع اور فروتنی دکھائے گا اور شاگرد کے سامنے اس کو ثابت کرے گا تو شاگرد بھی اس کی روشنی میں تواضع اور فروتنی اپنائے گا، دوسری صورت میں استاد جتنا بھی قرآن و حدیث تواضع اور اخلاق عالیہ کی فضیلت میں پڑھتا رہے لیکن جب وہ کرادر میں تند مزاجی اور جبر و تکبر ظاہر کرے گا تو شاگرد بھی عملی طور پر اس کی پیروی کرے گا پھر استاد جتنا بھی اپنی صفائی اور برائت پیش کرتا رہے وہ اس کوتاہی کا جبران نہیں کر سکتا، اس کی مثال بچوں کی تربیت سے لی جاسکتی ہے جو گھر میں تربیت پاتے ہیں وہ اپنے ماں باپ کی حرکات و سکنات کی نقل کرتے ہیں اگر والدین ان کی تربیت میں بہترین عملی نمونہ پیش نہیں کرتے ویسے وعظ و نصیحت کا شوق پورا کرتے رہتے ہیں تو ان کی اولاد پر ان کی باتوں سے زیادہ ان کے کردار کی نقل ہوتی ہے۔

اسی لیے لازم ہے کہ ابتدائی تعلیم کے لیے منتخب اساتذہ ماہر تجربہ کار اور متواضع اور بر بار ہونے چاہیے لیکن عملی میدان میں اس کے بر عکس نظر آتا ہے تعلیمی اداروں میں ابتدائی نصاب کی کتابوں کو آسان سمجھ کر کم علم و بے تجربہ جوانوں اور مشکلات کا شکار غیظ و غضب کرنے والے افراد کو معین کر دیا جاتا ہے جس سے طلبہ میں صف آرائی اور تکبر و تجبر کی فضاء قائم ہو جاتی ہے اور اکثر اس راہ میں دل برداشتہ ہو کر اپنے استادوں کے تکبر کا شکار ہو کر علمی سفر کو چھوڑ دیتے ہیں اور استاد اس پر شاگردوں کی بداخلاقی کا رونا روتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں حالانکہ نصاب تعلیم کے ساتھ استاد کی علمی قابلیت کےعلاوہ اس کے اخلاق، تجربہ اور تواضع و نرم مزاج کی بڑی ضرورت ہے دنیا میں اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ابتدائی تعلیمی اداروں میں عورتوں کو استادی کے لیے انتخاب کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں بچوں کے ساتھ

نرمی اور تواضع کرنے کا زیادہ سلیقہ ہوتا ہے اس لیے وہ ادارے کافی ترقی کرتے ہیں لیکن جن اداروں میں یہ کام ممکن نہیں ہے انہیں وہ نرم مزاجی اور تواضع اور اخلاق حسنہ اور تجربہ کار اساتذہ مہیا کرنے چاہیں یہ تعلیمی ادارے اساتذہ کی علمی قابلیتوں کا میدان مقابلہ نہیں بلکہ یہاں تو وہ سیرت و کردار اسلامی کا مجسمہ اور عملی نمونہ بن کر آتے ہیں اگر اس ذمہ داری کو اچھے طریقہ سے نبھا سکے تو علم و علماء کے یہ فضائل انہیں شامل ہونگے ورنہ دوسری قسم کی احادیث ان کو شامل ہونگے خدا کے دربار میں نام و عنوان سے کام نہیں، عمل و کردار کا حساب کتاب ہوگا، بعد والی معتبر روایت میں آیت کی روشنی میں اس بات کی تاکید کی گئی۔

مصادر بحث کا بیان

جیسا کہ علوم و فنون اسلامی میں معتبر منابع اور اسناد کی تاکید کی جاتی ہے اس طرح اس تحقیق میں بھی اس چیز کا التزام کیا گیا کہ جہاں تک میسر ہو معتبر منابع سے معلومات جمع کی جائیں اور خواب و خیال اور غیر معتبر منابع کے سہارے سے کسی حتمی نتیجہ کو اخذ نہ کیا جائے جیسا کہ اذان سے متعلق معتبر روایت میں فرمایا: خواب و خیال سے دین کو نہیں پایا جاسکتا اسی طرح احضار روح اور عرفان حقیقت کے دعوے بھی ان کے بعض نظریات صریح حقائق سے متصادم کی وجہ سے حجیت کا معیار نہیں بن سکتے جیسا کہ اس فن کے بعض محقق دانشمندوں نے نقل کیا کہ ایک روح سے پوچھا: فلسطین کب آزاد ہوگا؟ اس نے جواب دیا: ایک دو سال میں ،حالانکہ بیسیوں سال بعد بھی آزاد نہیں ہوا؟ اور ایک شخص نے اپنی ہونے والی اولاد کے بارے میں پوچھا دوسری کسی روح سے پوچھا اور اس نے بتایا: بیٹا ہوگا حالانکہ بیٹی پیدا ہوئی؟!
اس طرح کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے معاملہ میں خواب و خیال کا دخل نہیں بلکہ تحقیقات کا دار و مدار عینی حقائق پر ہونا چاہیے اور قرآن و سنت کے معتبر معیار پر پرکھ کی جانی چاہیے۔

قضاوت اور دیگر عناوین کے بارے میں ائمہ معصومینؑ کی تعلیمات اور ان کے پیشوں کو تبرکا ذکر کرنا مناسب ہے اور قضاوت کو ذریعہ معاش بنا کر جائیدادیں اکٹھی کرنے والوں کی عاقبت کی طرف اشارہ بھی سزاوار ہے کیونکہ اہل علم و دانش خدمت دین و مذہب کیلئے مصروف رہے تو اس راہ میں بعض نے جو جائیدادیں اکٹھی کیں تو وہ دینی اموال کا غلط تصرف کیا گیا جس کا حساب کتاب خدا کے دربار میں ہے۔

واجبات پر اجرت کا حکم دانشمندوں نے تفصیل سے ذکر کیا ہے اور دین و معصومینؑ کے نام پر مومنین سے مستاکلین کی عاقبت بھی معلوم ہے؛خدا تعالی کا وعدہ ہے: **تلک الایام نداولہا بین الناس**؛یہ دنیا کے دن ہم لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔

اسی طرح اس مختصر میں بطور اجمالی علم رجال شیعہ امامیہ کی تاریخ کی طرف اشارہ کرنا بھی مناسب ہے۔

برصغیر میں علم رجال کی تحقیقات و خدمات[1]

الحمد للہ، اب جبکہ شیعہ علم رجال کی اساسی اور منفرد تحقیق اردو زبان میں پیش کی جارہی ہے تو مختصر طور پر اس دیار کی اس فنّ میں خدمات کا ذکر بھی کیا جاتا ہے، سو معلوم ہے کہ ہم نے کتاب رجال ابو عمرو کشی کے ترجمہ و تحقیق کے مقدمہ میں اس عنوان سے ایک مختصر عنوان قائم کیا تھا لیکن اس کے متعلق مزید جستجو سے بہت کچھ حقائق سامنے آئے ہیں پہلے ہم اس تحریر کو نقل کیئے دیتے ہیں پھر اس پر اضافات کا ذکر کریں گے: برصغیر پاک و ہند میں قدیم الایام سے اسلام و قرآن اور ائمہ معصومینؑ کی ولاء موجود رہی ہے اور تاریخی شواہد کے پیش نظر یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ امیر المومنینؑ کے زمانے میں اس سرزمین کے باشندوں کے روابط مرکز اسلام سے موجود تھے اور دوسرے طرف وہ سرزمین قدیم تہذیبوں اور علمی ثقافتوں کا گہوارہ ہے اس حقیقت کا اعتراف دنیا کا ہر منصف مزاج محقق کرتا ہے اور اس کا ظاہری نتیجہ یہ ہے کہ وہاں اسلامی تعلیمات اور تہذیب و ثقافت کے قدیم آثار بھی ملتے ہیں اب ان تمام آثار کا مطالعہ کرنا تو مستقل اور مفصل تحقیق کا خواہان ہے اس کے لیے دیگر مآخذ

---

[1] -ہندوستان میں تاریخ تشیع اور ان کے علماء و علمی مراکز و آثار کی تفصیل کے ملاحظہ ہو؛ تشیع در ہند ؛نورمن جان ہالیستر ترجمہ فارسی :آزر میدخت فیرونی ،ط مرکز نشر دانشگاہی ۱۳۷۴ش، تاریخ حدیث شیعہ ،علی تقی خدایاری و الیاس پور اکبر دار الحدیث قم ۱۳۸۵ص۲۹۴و بعد، مطلع الانوار احوال دانشوران شیعہ پاک و ہند سید مرتضی حسین صدر الافاضل م۱۴۰۷، ترجمہ دکتر محمد ہاشم ط آستان رضوی مشہد ۱۳۷۴،فہرست آثار چاپی شیعہ در شبہ قارہ حسین عارف نقوی اسلام آباد ط مرکز تحقیقات فارسی ایران اسلام آباد ۱۹۹۱ء،تاریخ العلماء محمد عنایۃ احمد خان کشمیری م۱۲۳۵ھ، نجوم السماء فی تراجم العلماء مولوی محمد علی بن صادق بن مہدی کشمیری،تذکرہ علماء امامیہ ، حسین عارف نقوی،فہرست تالیفات امامیہ در ہند شاہسوار نقوی ۔

کی طرف رجوع کرنا چاہیے لیکن علم رجال کے متعلق یہاں اتنا عرض ہے کہ چاہے مکتب اہل بیت طہارت کی احادیث سے متعلق رجال کی کتابیں ہوں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے توسط سے احادیث لینے والوں کے مکتب کے علم رجال کی کتب اور مآخذ ہوں برصغیر پاک و ہند کے علمی قدیم مراکز اور کتب خانوں میں اس کے قدیم نسخے محفوظ ہیں اور علمی محافل میں اس کی بحثیں موجود رہی ہیں ہاں جو بات برصغیر کے مسلمانوں کو میسر آئی وہ یہ ہے کہ جس زمانے میں کتابوں کے خطی نسخوں کی طباعت کا آغاز ہو رہا تھا اس وقت انہوں نے پہل کی اور علم رجال کی اساسی اور بنیادی کتابوں اور اہم اور قدیم مصادر کو بہترین طریقے سے طبع کرایا اور اپنے اخلاص اور دلچسپی اور تقدم و علم دوستی کا ثبوت دیا، ہم ذیل میں صرف مکتب اہل بیت کے پیروکاروں کے متعلق رجال کتابوں کی ایک مختصر فہرست پیش کرتے ہیں :

ا۔ معرفۃ اخبار الرجال، ابو عمرو کشی

سب سے پہلے رجال ابو عمرو کشی کو دیکھیں جس میں راویوں کے بارے میں ائمہ معصومینؑ کے اقوال اور فرامین کو تفصیل سے ذکر کیا گیا تھا اور اس لحاظ سے یہ کتاب دیگر تمام رجالی کتابوں سے برتر تھی، یہ کتاب شیعہ کتب اربعہ کی قدیم کتاب کافی کے معاصر زمانے میں محمد بن عمر کشی نے تالیف کی، یہ کتاب جو قدیم ایام سے محققین کی توجہات کا مرکز تھی اور علماء و فقہاء اپنی تحقیقات میں اس کی طرف رجوع کرتے چلے آرہے تھے، دنیا میں سب سے پہلے یہ کتاب علی محلّاتی حائری کے اہتمام و کوشش سے بمبئی ۱۳۱۷ھ میں "معرفۃ اخبار الرجال" کے عنوان سے ۳۹۲ صفحات میں طبع ہوئی اس کے کثیر نفیس نسخے دنیا کے متعدد کتب خانوں میں قدیم علمی خزانوں کے طور پر محفوظ ہیں۔

۲۔ رجال نجاشی، ابوالعباس احمد بن علی

احمد بن علی نجاشی م ۴۵۰ھ کی کتاب قوم شیعہ کی محکم ترین اور قدیم بنیادی کتب رجال میں شمار ہوتی ہے اور اپنے بہت سے امتیازات کے سبب سے ہمیشہ محققین کی توجہات کا مرکز رہی

ہے ،دنیا میں میں سب سے پہلے ابو طالب بن علی اکبر جہرمی کے خط سے بمبئی ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوئی اور اس طرح اس کتاب کی اشاعت کا امتیاز بھی بر صغیر کے مسلمانوں کو پہنچا۔

۳۔فہرست شیخ طوسی

محمد بن حسن م۴۶۰ھ ؛ شیخ طوسی مکتب شیعہ اثنا عشریہ کے عظیم فقیہ ،اصولی، متکلم، محدث اور رجالی ہیں ان کی علم حدیث میں دو کتابیں تہذیب الاحکام اور استبصار شیعہ کی کتب اربعہ میں شامل ہیں ان کی دوسری کتابوں بشمول عدّۃ الاصول کے ان کی" فہرست "جو شیعہ علم رجال کی نہایت اہم اور اساسی کتاب ہے پہلی بار ۱۲۷۱ھ = ۱۸۵۲ء میں اسپر نگر الویس ایتر ولی ،مولوی عبدالحق اور مولوی غلام قادر کے توسط سے ہند میں شائع ہوئی اس میں اسپر نگر نے انگریزی زبان میں چند صفحوں کا مقدمہ بھی لکھا اگرچہ غیروں کے ہاتھوں سہی لیکن بر صغیر کے علمی مرکز کو یہ امتیاز حاصل ہوگیا کہ شیخ طوسی کی فہرست جیسی علمی اور تحقیقی کتاب پہلی بار دنیا میں نشر عام ہوگئی اور مکتب شیعہ کے علمی آثار اور کتابوں سے دنیا آشنا ہوئی۔

۴۔نضد الرجال، ترتیب ایضاح الاشتباہ فی اسماء الرواۃ

علامہ حلی کی یہ کتاب بھی پہلی بار بر صغیر کی سرزمین میں شائع ہوئی اور یہ فہرست شیخ طوسی کے ساتھ اس کے حاشیے میں طبع ہوئی اس کے لکھنے والے محدث اعظم محسن فیض کاشانی کے فرزند محمد علم الہدی م۱۱۱۵ھ ہیں اس طرح علامہ حلی کی رجالی کتاب کی ترتیب پہلی بار بر صغیر میں شائع ہوئی۔

۵۔فہرست ابن ندیم

محمد بن اسحاق م۳۸۰ھ ،یہ کتاب عظیم مسلم نسخہ شناس کی قدیم ترین معلومات تصنیف ہے جس میں ہر علم و فنّ کی کتب اور رجال کا مختصر تذکرہ ہے، دنیا کے کتب خانوں اور علمی مراکز میں اپنا امتیاز رکھتی ہے، ی کتاب عربی زبان میں ہے اور اس کا اردو ترجمہ عرصہ دراز سے

لاہور سے شائع ہو چکا ہے، یاد رہے اس کتاب سے شیعہ متقدمین مثل شیخ طوسی اور نجاشی نے اپنی کتابوں میں استفادہ کیا ہے اور اس میں شیعہ قدیم علمی آثار کا ذکر کیا گیا ہے۔

٦۔ مجالس المومنین شہید ثالث

یہ دو جلدی کتاب شہید ثالث علامہ قاضی نوراللہ شوشتری کی تالیف ہے جن کا نسب کئی واسطوں سے امام سجادؑ پر منتہی ہوتا ہے، ان عظیم شیعہ عالم نے مذہب شیعہ کی تبلغ وترویج کے لیے ۹۹۳ھ میں لاہور کا انتخاب کیا ان کے علم و فضل کی شہرت جب مغل اعظم اکبر بادشاہ کو پہنچی تو انہیں منصب قضا پر راضی کر لیا اس سے اکبر بادشاہ کا دین و مذہب بھی علم ہو جاتا ہے [1]، آپ نے شرط رکھی کہ مذاہب اربعہ سے کسی مخصوص فقہ کے تحت فتوی نہیں دیں گے اور ان چار مذاہب سے باہر بھی نہ ہوگا، اکبر بادشاہ کے دور میں حاسدین نے ان کے قتل کی ناکام سازشیں کی لیکن اکبر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر متعصب مخالفین کی باتوں میں آ گیا جب قاضی نور اللہ کا ایک جاسوس شاگرد ان کی کتاب احقاق الحق کا ایک نسخہ دربار میں لے گیا، اسے دربار میں پڑھا گیا چونکہ اس میں مذہب جعفری کی حقانیت کا اثبات تھا، متعصب و حاسدین ملاوں نے ان کے قتل کا فتوی دیا ایک خار دار درخت کی ٹہنی آپ کے بدن پر مارتے رہے ،آپ کا گوشت ہڈیوں سے جدا ہو گیا پھر ان حکم دیا کہ تانبے کے برتن کو آگ سے پر کر دیا اور قاضی کے سر پر رکھیں اس طرح ان کے سر کا مغز جوش میں آیا اور ایک گھنٹے بعد جان خدا کے سپرد کر دی، اس مظلوم شہید راہ ولایت کا مزار شہر اکبر آباد آگرہ میں مومنین کی زیارت گاہ ہے ، سید مظلوم کی شہادت کی دردناک کا واقعہ جہانگیر کی بیوی ملکہ نور جہاں نے سنا تو تمام حاسد اور متعصب ملاوں کو محل میں دعوت دی اور انہیں قتل کر دیا اس طرح سید مظلوم کے خون کا فتوی دینے والے ظالم کیفر کردار کو پہنچ گئے [2]۔

---

[1] -ملاحظہ ہو اعیان الشیعہ ،امین عاملی۔

[2] ۔مجالس المومنین، ترجمہ اردو: محمد حسن جعفری، ۲۵-۲۷، مطبوعہ رحمت اللہ بک ایجنسی کراچی۔

قاضی شہید نے تاریخ بر صغیر میں مذہب حقہ اور مکتب اہل بیت کے لیے نہ صرف خون دیکر اس شجر پاک کی آبیاری کی بلکہ انہوں نے اس زرخیز ارض پہ اپنی علمی اور تحقیقی کتب اور خطابات کے ذریعے اس مکتب کی اساس کو ایسا محکم کر دیا کہ بر صغیر پاک و ہند ایک حوزہ علمیہ کے طور پر پہچانا گیا، سید شہید نے دو سو سے زائد کتابیں لکھیں جن میں احقاق الحق میں قرآن و نبی اکرم کے متواتر و معتبر فرامین سے مکتب اہل بیت کی حقانیت کے دلائل کے نرالے انداز پیش کئے اور وہ کتاب آج تک علمی مراکز اور کتاب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔سید نے مجالس المومنین کے عنوان سے دو جلدوں میں کتاب لکھی جس میں مذہب جعفری کے مراکز، اقوام، شخصیات (اصحاب، تابعین، علماء، شعراء، صوفیاء، سلاطین اور وزراء) کا ذکر کیا اور اعیان الشیعہ کی مثل دنیا میں شیعہ شخصیات کا تعارف کرایا۔

دیگر کتب رجال شیعہ ہند کا تذکرہ

۷۔بشر محمد م ۱۹۵۲ء نے انگریزی زبان میں علم رجال کے متعلق علمی و تحقیقی کتاب شائع کی:

The authority authenticity of HADITH;as a sourse of Islamic Law.

یہ کتاب نیو دہلی، کتاب بھوان سے ۱۹۸۰=۱۳۶۱ھ میں ۱۳۱ صفحات میں شائع ہوئی۔

۸۔اذانیہ علی محمد بن محمد نقوی لکھنوی، م ۱۳۱۲ء، علم رجال کی عمدہ تحقیق ہے[1]۔

۹۔اصابۃ سید ابو القاسم بن حسین رضوی لاہوری[2]۔۱۰۔اعلام الاعلام، مرتضی بن مہدی رضوی کشمیری۔

۱۱۔ایضاح المقال، مولوی سید علی اطہری لکھجوی ہندی م ۱۳۲۳ق۔۱۲۔(منتخب) تلخیص المقال محمد ہندی نجفی، م ۱۳۲۳ھ۔

---

[1] ۔الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ ا ص۴۰۶۔

[2] ۔سابقہ حوالہ ۲ص۱۱۲۔

۱۳۔ "بحوث فی علم الرجال"، یہ تالیف محقق آصف محسنی قندہاری کی تحقیقات سے آراستہ ہے انہوں نے اپنی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب میں علم رجال کے علمی مبانی پر بحث کی ہے۔ان کی یہ تحقیق اسلام آباد میں تیسری بار ۱۳۷۵ میں شائع ہوئی۔

۱۴۔ "علم رجال" یہ کتاب اردو زبان میں علامہ ذیشان حیدر جوادی کی کلیات علم رجال محقق جعفر سبحانی کی تلخیص ہے اور کراچی سے شائع ہوئی ہے۔

اضافہ متعلقہ: جب ہم شیعیان ہند و پاک کی کتابوں کی فہرستوں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان دیار میں سب سے زیادہ کام ہی تاریخ و رجال پہ ہوا ہے اگرچہ اس میں زیادہ زور قلم تاریخ مقارن اور سیرت نگار پر رہا ہے لیکن ان کے ذیل میں زمانہ حضور سے متعلق بہت زیادہ رجالی تحقیقات بھی پیش ہوئی:

۱۵۔ارجوزۃ فی الرجال نظم اللئالی فی علم الرجال ؛سید محمد بن سید ہاشم لکھنوی م۱۹۰۵۔ ۱۶۔ مطالب رجالیہ ؛مصنف سابقہ۔

۱۷۔اسماء الرجال؛ نواب احمد حسین پریانوی م ۱۹۴۶۔

۱۸۔اصحاب الیمین مااصحاب الیمین؛ سید عدیل اختر نگریالوی م ۱۹۵۲۔

۱۹۔ بسط مقال فی علم الرجال سید احمد بن سید ابراہمی لکھنوی م ۱۹۴۷۔

۲۰۔ تذکرۃ العلماء؛ مہدی علی بن نجف علی م ۱۸۵۳م۔

۲۱۔ حاشیہ بر خلاصۃ الاقوال علامہ حلی؛ قاضی نور اللہ شوشتری م ۱۶۱۰ء۔

۲۲۔ عیون الرجال؛ سید حسن حیدر، ط تصویر عالم پریس لکھنوء۔

۲۳۔ نہایۃ الدرایہ شرح وجیزہ شیخ بہائی؛ میرزا محمد کامل شہید رابع دہلوی م ۱۲۳۵ق۔

۲۴۔نہایۃ الدرایہ شرح وجیزہ شیخ بہائی ؛سید علی شاہ جبر پوری، ط لکھنو مطبع عماد الاسلام ۱۳۲۴ق[1]۔

[1] -ملاحظہ ہو :تالیفات شیعہ در شبہ قارہ ہند ص۷۹۷ اور اس سے پہلے تاریخ کے باب میں بہت زیادہ کتب زمانہ حضور کے اصحاب سے متعلق ذکر کیں جن میں ہشام، مختار، اور دیگر اصحاب سے متلق کتب اہم ہیں۔

سابقہ انبیاءؑ الٰہی کے کسب و کار کا تذکرہ[1]

اگر اس تحقیق میں انبیاءؑ الٰہی کے ذرائع معاش اور ان کی محنت و زحمت کی تفصیل ذکر کی جائے تو بحث بہت طویل ہو جائے گی لیکن چونکہ ان کی عملی زندگی سے متعلق یہ اہم معلومات معاشرہ میں پیش نہیں ہوئیں اور ان کی سیرت کو زیادہ تر ان کی عبادت و بندگی الٰہی کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے اس لیے مناسب ہے کہ بطور تبرک و تیمن ان ذوات قدسیہ کی کسب و کار کا اجمالی تذکرہ کیا:

جیسا کہ بیان ہوا اس دنیا میں کوئی انسان اس کے طبیعی قوانین سے مستثنیٰ نہیں ہے جب اس نے معاشرہ میں زندگی گزارنا ہے اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کرنا ہے تو اسے کسب و کار کرنا پڑے گا کیونکہ بصورت دیگر وہ دوسروں کا دست نگر بن کر رہے گا اور ظاہر ہے کہ انبیاء اور اولیاء خدا جو انسانیت کی رہبری اور رہنمائی کے لیے آئے ہیں وہ ہرگز یہ گوارا نہیں کرتے تھے کہ کوئی ایسا ذریعہ استعمال کریں جس سے خالق و مالک کے انہیں مبعوث کرنے کی غرض کا باطل ہونا لازم آتا ہو بلکہ انہوں نے اپنی معاشی اور اقتصادی ضروریات کو اپنے زمانہ کے ہاں معمول جائز طریقوں سے پورا کیا ذیل میں بعض انبیاء کے ذرائع معاش کا جیسا منقول ہوا ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ ان سب کا علم و یقین حاصل کرنے کے ذرایع باقی نہیں اور نہ ان سب باتوں کی معتبر سندیں موجود ہیں اور نہ ہی یہ مسئلہ جاننا کو دین کا جزو ہے کہ اس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہو بلکہ محض یادآوری کے لیے ذکر کیا ہے:

---

[1] ۔قدیم ایام سے قصص انبیاء میں بہت سی کتابیں تالیف ہوئیں تفصیلی احوال انبیاء کے لیے ان کی طرف رجوع کیا جائے جیسا کہ حیات القلوب علامہ مجلسی، بحار الانوار ابواب النبوۃ۔

محمد بن عطیہ کی روایت میں ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے سنافرمایا: اللہ تعالی نے اپنے انبیاء کے لیے زراعت اور بھیڑ بکریاں چرانے کو پسند کرتا ہے تاکہ وہ آسمان کے قطروں سے کراہت نہ کریں۔

اور عقبہ نے امام صادقؑ سے نقل کیا فرمایا: اللہ تعالی نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر وہ بھیڑ بکریاں چراتا تھااس طرح خداانہیں لوگوں کی رعایت کرنے کی تعلیم دیتا۔

اور سہل بن زیاد کی مرسلہ روایت میں ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا: اللہ تعالی نے اپنے انبیاء کا رزق زراعت اور دودھ دوہنے میں قرار دیا ہے تاکہ وہ آسمان کے قطروں کو ناپسند نہ کریں۔

اور ایک حدیث میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی نبی نہیں مگر اس نے بھیڑ بکریاں چرائیں کہا گیا: آپ نے بھی؟ یارسول اللہ ! فرمایا: ہاں میں نے بھی۔

تہذیب الاحکام میں شیخ نے بسند خود یزید بن ہارون واسطی سے روایت کی کہ میں نے امام صادقؑ سے کسانوں کے بارے میں سوال کیا، فرمایا: وہ خدا کی زمین میں اس کے خزانے ہیں اور خدا کے ہاں زراعت سے زیادہ پسندیدہ کوئی کام نہیں ہے اور اللہ تعالی نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر وہ زراعت کرتا تھا مگر حضرت ادریس کہ وہ خیاط (درزی) تھے[1]۔

۱) سب سے پہلے نبی ابوالبشر حضرت آدمؑ کی ذات ہیں جب وہ جنت سے زمین پہ آئے تو قرین قیاس یہی ہے کہ انہوں نے اپنے علم و دانش کی بدولت خود ہی کام کاج کر کے اپنی زندگی کا نظام جاری کیا اور اس وقت کے تقاضوں کے مطابق انہوں نے کھیتی باڑی اور زراعت پیشہ کو اپنایا۔

---

[1] یہ روایات بالترتیب موجود ہیں: بحار الانوار ۵ ص۱۸او۲۳ ص۱۹اباب۱۰ استحباب زراعت، و بحار ۵ ص۱۸، الکافی ا ص۴۰۳ باب ۱۲۵ فضل زراعت، وسائل باب ۱۳ استحباب الزرع از مساقاۃ۔

۲) حضرت ادریس خوشخطی میں معروف تھے اور دیگر علوم ؛نجوم و حساب میں مہارت کے علاوہ انہوں نے سب سے پہلے لباس سینے کا کام انسانوں کو سکھایا اس طرح وہ درزی کا کام کرتے تھے۔

۳) حضرت نوح نجار یعنی بڑھئی کا کام کرتے تھے اسی مہارت کے بسبب خدا نے انہیں بڑی کشتی بنانے کا حکم دیا۔

۴) حضرت ابراہیم بکریاں چراتے تھے اور یہ پیشہ ان کی نسل میں بھی رہا۔

۵) اور حضرت سلیمان خواص تھے زنبیل باف تھے۔

۶) اور حضرت صالح تاجر تھے، جیسا کہ ابن عباس سے روایات میں منقول ہے[۱]۔

۷) حضرت یعقوب نبیؑ بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔

۸) اور اسی روش پر چلتے ہوئے ان کے بیٹے حضرت یوسف نبیؑ کو اپنے ساتھ لے گئے اور یوں بھائیوں کا حسد اور شیطانی وسوسہ اپنا کام کر گیا اور انہوں نے حضرت یوسف کنویں میں ڈال دیا اور آپ کو مصر میں غلاموں کے بازار میں فروخت کیا گیا اور عزیز مصر کی بیوی کے واقعہ کے بعد انہوں نے کئی سال قید میں گزارے اور ،شاہ مصر کے خواب کی تعبیر بیان کرنے اور زنان مصر کے ان کی پاکدامنی کا اعتراف کرنے کے بعد وہ وزیر خزانہ مشخص ہوئے اور انہوں نے اس وقت کی وسیع و عریض سلطنت کو قحط کے بحران سے بچا لیا بعد میں ان کے والد اور بھائی بھی مصر آ گئے اور وہیں زراعت و تجارت میں مشغول ہوئے۔

۹) اسی طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے بارے میں ہے کہ اگرچہ انہوں نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ اس وقت کی معاشرتی مشکلات کی وجہ سے اپنے گھر سے باہر فرعون کے دربار میں گزارا لیکن جب جوانی کو پہنچے اور مظلوم کو ظالم سے نجات دی

---

[۱]۔ در منثور میں ابن عباس سے نقل کیا اور ان سے بحار الانوار ۱۰۰ص ۵۶ میں نقل کیا ہے۔

اور معاشرتی حالات کے مزید پیچیدہ ہونے کی وجہ سے مدائن کا سفر کیا اور وہاں اپنے سسر کے ہاں آٹھ دس بھیڑ بکریاں چرانے کا کام کیا اس سے ان کے سسر نبی کا پیشہ بھی معلوم ہوتا ہے۔

۱۰) حضرت عیسی سیّاح تھے۔

سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی عملی اقتصادی سیرت

ہمارے نبی اکرم سید الانبیاء خاتم النبیین ﷺ یتیمی کی حالت میں پروان چڑھے اگرچہ ان کے داد اور چچا کی خوش اسلوبی موجود تھی لیکن آپ نے جوانی میں قدم رکھتے ہی ان کے کاموں میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا، آپ بھیڑ بکریاں چرایا کرتے اور دیگر کام کاج خود کیا کرتے تھے اس طرح آپ ﷺ کا دوسروں کے مال تجارت سے منافع پر کام کرنا بھی مشہور ہے اور اعلان نبوت کے بعد بھی آپ ہر ضروری کام کاج خود کیا کرتے اور دیگر اجتماعی کاموں میں بھرپور شریک ہوتے خندق کھودے وغیرہ کام معروف ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا معاملہ میں وعدہ وفائی کا انوکھا واقعہ

توحید عالم بجنوری کے مقالہ نبی رحمت ﷺ اور کسب معاش میں تجارت و بکریاں چرانے اور ان میں آپ کے اصول اور ان پیشوں کی وجہ پر بحث کی ہے جو دار العلوم سے ۲۰۱۱ میں شائع ہوا، ان عامی روایات میں یہ مشہور روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی حمساء کا بیان ہے کہ میں نے بعثت سے قبل ایک مرتبہ نبی اکرم سے معاملہ کیا میرے ذمہ کچھ دینار باقی تھے میں نے وعدہ کیا کہ میں ابھی لیکر آتا ہوں مگر گھر جاکر بھول گیا تین دن بعد یاد آیا کہ آپ سے وعدہ کر کے آیا تھا یاد آتے ہی فورا پہنچا آپ کو اسی مقام پر منتظر پایا آپ نے صرف اتنا فرمایا: تم نے مجھے زحمت دی مین تین دن سے اسی جگہ تمہارے انتظار کر رہا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ کے شرکاء تجارت کے بیانات

آپ نے بعثت سے قبل عبداللہ بن سائب سے تجارت کی وہ آپ سے کہتا: کنت شریکی فنعم الشریک لاتداری ولاتماری؛آپ میرے شریک تجارت تھے اور کیا ہی بہترین شریک تھے نہ کسی بات کو ٹالتے اور نہ کسی بات میں جھگڑتے تھے۔

آپ نے قیس بن سائب کے ساتھ بھی تجارت میں شرکت کی اس نے بھی ویسا بیان دیا۔

نبی اکرم ﷺ کا حضرت خدیجہ کا مال تجارت شام لے جانا

اسی طرح حضرت خدیجہ بنت خویلد کا مال تجارت مضاربہ پر شام کی طرف لے جانا تواتر کی حد تک مشہور ہے اس سفر میں حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ آپ کے ساتھ تھا اس نے آپ کے اعلی اخلاق اور بلند کردار کی تعریف کی اور جب کسی نے آپ سے لات و عزی کی قسم کھانے کا سوال کیا تو آپ نے صاف منع کر دیا ان راویات سے آپ کے اصول تجارت؛ تقوی و دیانت، سچائی و نرمی وغیرہ سمجھے جاتے ہیں اور بکریاں چرانے کی روایات تو سابقہ خاصی روایات کی مانند ہیں۔

حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے رضاعی بھائی عبداللہ کے بارے میں پوچھا جب بتایا گیا کہ وہ بکریاں چرانے گیا ہے تو آپ ﷺ نے بھی ان کے ساتھ جانے کا عزم ظاہر کیا۔

جابر انصاری کا بیان ہے کہ مقام ظہران پر پیلو کے پھل چن رہے تھے آپ نے فرمایا: سیاہ دیکھ کر چنو وہ زیادہ لذیذ ہیں ہم نے کہا اے خدا کے رسول ! کیا آپ بکریاں چرایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو یہ معلوم ہے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

اور ابوہریرہ کی روایت میں ہے: کوئی ایسا نبی نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں عرض کی گئی: آپ نے بھی:؟

فرمایا: ہاں میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا[۱]۔

---

[۱] ۔مقالہ نبی رحمت ﷺ اور کسب معاش؛ توحید عالم بجنوری ط دار العلوم ۲۰۱۱ء۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کنویں کھودنا اور زراعت کرنا

عمار سجستانی نے امام صادقؑ سے اور آپ نے اپنے والد گرامیؑ سے نقل کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باغ میں ایک پتھر رکھاجو پانی کو ان کی زمین سے روکتا تھا،خدا کی قسم! اس نے آج تک کسی اونٹ اور انسان کو نہیں چھوا۔

تجارت چھوڑنے والے کی مذمت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارت کا تذکرہ

اسباط بن سالم کا بیان ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس حاضر ہوا پس آپ نے ہم سے عمر بن مسلم کے بارے میں پوچھا اس نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی: اچھا ہے لیکن اس نے تجارت چھوڑ دی ہے۔

امام صادقؑ نے تین بار فرمایا: شیطانی کام کیا ہے ،کیا اس کو علم نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام سے آئے ہوئے قافلہ کو خریدا تو اس میں آپ کو اتنا منافع ہوا جس سے آپ نے اپنا قرض ادا کیا اور باقی اپنے رشتہ داروں میں بانٹ دیا ، اللہ تعالی فرماتا ہے: [(ہدایت پانے والے) ایسے گھروں میں ہیں جن کی تعظیم کا اللہ نے اذن دیا ہے اور ان میں اس کا نام لینے کا بھی، وہ ان گھروں میں صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں]، ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت، ذکر خدا اور قیام نماز اور ادائیگی زکوۃ سے غافل نہیں کرتیں،[وہ اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس میں قلب و نظر منقلب ہو جاتے ہیں، تاکہ اللہ انہیں ان کے بہترین اعمال کی جزا دے اور اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا کرے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دے دیتا ہے]، قصہ گو لوگ کہتے ہیں: وہ لوگ تجارت نہیں کرتے تھے وہ جھوٹ بولتے ہیں بلکہ وہ نماز اپنے وقت پر پڑھتے اور وہ ان سے افضل ہے جو نماز میں حاضر ہوتے ہیں اور تجارت نہیں کرتے[1]۔

---

[1]۔ کافی کتاب معیشت باب ۴۔

ائمہ معصومین[1] ؑ کے کسب و کار کا عملی نمونہ

جس طرح خدا تعالی کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجے جانے والے نبی اور رسولؐ اپنے رزق و روزی کی تلاش میں خود اقدام کیا کرتے تھے اسی طرح انبیاء کی تعلیمات کے محافظ اور اس کے حقیقی مفسر اور معلم دین ،ائمہ و اولیاءؑ خدا نے بھی کسب و کار کے لیے خود اقدام فرمایا اور اپنا اور اہل و عیال کا رزق و روزی تلاش کرنے کے لیے مختلف شعبہ جات سے متعلق ہوئے ،اور شیعہ خیر البریہ میں یہ ائمہ معصومینؑ کا یہ عملی پیغام اتنا واضح تھا کہ ان کے جلیل القدر محدثین اور علماء حدیث نے اپنی کتاب میں باقاعدہ ایسے عنوان قائم کئے جن میں کسب و کار اور رزق حلال کی تلاش میں ائمہ معصومینؑ کی پیروی واجب ہونے کی احادیث کو جمع کیا لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ ماحول بدلا اور فکر و عمل نے نیا رخ اختیار کرلیا، انبیاء اور اولیاء الہی کی طرح ان ذوات مقدسہ کی عبادت اور بندگی الہی کے تذکرے عام اور ان کی عملی زندگی کے اقدامات کا بیان ان کی قدسی اور عرفانی شخصیت کے خلاف سمجھا جانے لگا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک ائمہ معصومینؑ کی عملی زندگی کو پیش نہ کیا جائے اور یہ ثابت نہ کیا جائے کہ انہوں نے کثیر العیال ہونے کے باوجود اپنے خرچ واخراجات کو پورا کرنے کے لیے لوگوں کی کمائی جمع کرنے پر انحصار نہیں کیا بلکہ ان کے در علم پر حاضر ہونے والے سینکڑوں بلکہ ہزار افراد ان کی ہاتھ کی کمائی اور محنت و مشقت سے حاصل کئے گئے مال و دولت سے استفادہ کرتے تھے لوگوں کی عملی زندگی کی مشکلات کے حل کے لیے مدد کی جاتی تھی اور غریبوں اور ضرورتمندوں کو بھرپور تعاون کیا جاتا تھا۔

---

[1]۔ فریقین کے علماء نے فضائل اہل بیت نبی ﷺ اور ائمہ معصومینؑ کی سیرت پر بہت سی کتابیں لکھیں جن میں فرائد السمطین ،فصول المھمۃ، تذکرۃ الخواص وغیرہ مطبوعہ ہیں۔

اس بات کی وضاحت کے لیے ضروری ہے کہ ثقۃ الاسلام کلینی کی الکافی، کتاب المعیشۃ کے اس باب (۴) کی احادیث کو دیکھا جائے جس کا ایسا ہی واضح عنوان انہوں نے قائم کیا اور اس میں معتبر السند اور دیگر مویدات کو ذکر کیا جس کے بعد اس حقیقت میں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ ائمہ معصومینؑ اپنا اور اپنے کثیر اہل و عیال اور اپنے در پر حاضر ہونے والے مہمانوں کا خرچ اخراجات اپنے ہاتھ کی کمائی سے پورا فرماتے تھے اور جو وجوہات شرعی اور اموال عامہ ان کے ہاں جمع ہوتے انہیں ضرورت مند افراد تک پہنچانے میں واسطہ بنتے تھے ۔

ائمہ معصومینؑ کے کسب و کار کی ضرورت کی ادلہ

اس بات کی قدرے تفصیل بیان کرنا ضروری ہے جس کا اجمالا ذکر ہو چکا کہ ائمہ معصومینؑ خود اپنے ہاتھ کی کمائی اور دیگر شخصی اموال کے مالک تھے اور ان کو اپنے اہل و عیال اور اپنے در پہ آنے والے ضرورت مند پر خرچ کرتے تھے ، لیکن چونکہ اب تک ایسی بحثیں پیش نہیں ہوئیں اور ممکن ہے اسے تعجب کی نگاہ سے دیکھا جائے اس لیے اس کی ادلہ کو تفصیل سے بیان کر دیا جاتا ہے :

۱) گھر اور غذا انسانی ضرورت

واضح ہے کہ ائمہ معصومینؑ خدا کی طرف سے اس کی مخلوق پر حجت اور اس کے دین کی حفاظت اور عملی تفسیر کرنے والے ہیں انہوں نے قرآن و نبی اکرم ﷺ کے بیان و عمل کے مطابق اقتصاد اور معیشت کی تاکید فرمائی جو لوگ ان کو اشرف مخلوقات انسان کی بجائے فرشتہ یا کوئی اور مخلوق سمجھنا چاہتے ان کی نفی فرمائی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے : اور وہ کہتے ہیں: یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں ہوتا؟ تاکہ اس کے ساتھ ملکر تنبیہ کرے* یا اس کے لیے کوئی خزانہ نازل کر دیا جاتا یا اس کا

کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھا لیا کرتا اور ظالم لوگ (اہل ایمان سے) کہتے ہیں: تم تو ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو[1]۔

انسان کی زندگی میں معیشت اور اقتصاد کی اساسی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، انسان کی عبادت اور اخلاق بھی اس وقت تک درست نہیں ہوتے جب تک اس کی معیشت درست نہ ہو اگر اس کے نظام اقتصاد میں خلل واقع ہو تو اس کی زندگی میں اخلاق و عبادت و بندگی کی فکر بھی مفلوج ہونے لگتی ہے ہو سکتا ہے کوئی علم اخلاق کا ماہر اسے عجیب سمجھے لیکن حقیقت یہی ہے کہ جب تک معیشت مستحکم نہ ہوگی انسان کی شجاعت، سچائی، امانت اور شخصیت کا استقلال پیدا نہیں ہو سکتے اور جھوٹ و بے ایمانی اور انحراف کی راہ پر چلنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے جیسا کہ کافی کی روایات میں نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے: بی نیازی تقوی کے لیے بہترین مددگار ہے امام صادقؑ نے فرمایا: وہ بی نیاز جو تجھے ظلم و ستم سے بچائے وہ ایسے فقر سے بہتر ہے کہ جو تجھے گناہ پر مجبور کرے اور امام حسنؑ نے فرمایا: جو شخص غذا کی تلاش میں ہے اس کی سرزنش نہ کرو کیونکہ جس کی غذا فراہم نہ ہو اس کی خطا زیادہ ہوتی ہے[2]۔

---

[1] ۔الفرقان ۷-۸، اور اس کی تفسیر میں روایات ملاحظہ ہو نور الثقلین عبد علی حویزی، ۴ص۶، ط موسسہ اسماعیلیان قم ۱۳۶۴ش۔

اسی طرح سورہ انبیاء ۸، فرقان ۲۰ اور کہف ۱۱۰ میں بھی ان کے انسان کامل ہونے کی تاکید کی گئی ہے، قرآن کریم کے معتبر تراجم ملاحظہ ہو۔

[2] ۔وسائل ۱۲ص۱۶ اب ۶ح اط دار احیاء تراث عربی ۱۳۹۱ق، الفقیہ ۳ص ۹۴ب۵۸ح۵، کافی ۵ص۷۱ ح۹، ۸، او۱۵، ۱۴اسی مطلب پر دلالت کرتی ہیں، اس طرح روٹی کے احترام میں نبی اکرم ﷺ سے احادیث منقول ہیں محاسن برقی تعلیق سید جلال الدین حسینی ص ۵۸۵ اور سلمان وابوذر کا واقعہ ذکر ہے کہ ابوذر ان کے ہاں مہمان تھے دو روٹیاں پیش کیں وہ انہیں اوپر نیچے کر کے دیکھ رہے تھے کہ یہ باسی تو نہیں سلمان غصہ ہوئے اور کہا کیسے ایسا کر سکتے ہو درحالانکہ یہ خدا کی نعمات ہوا پانی اور ملائکہ کی شرکت سے بنی ہیں امالی صدوق ص۳۵۹ مجلس۶۸ ط موسسہ اعلمی بیروت ۱۴۰۰، اسی طرح نبی اکرم کی دعاء ہے خدایا! ہماری روٹیوں میں برکت دے اور اسے ہم سے جدا نہ کرنا کہ اگر غذا نہ ہو تو ہم نماز و روزہ اور اپنے رب کے فرائض

انسان کی روح کو تبھی سکون و آرام ملتا ہے جب اس کا خرچ اخراجات آمادہ ہوں، جیسا کہ کافی میں باب احراز القوت میں دیگر احادیث نقل ہیں[1] خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اسلام کی نگاہ میں جسم و جان سے مرکب قرار دیا گیا اور دونوں کی ضروریات کا خیال رکھا گیا ہے اور فقہ اور شریعت کے احکام کے بہت سے ابواب معیشت سے متعلق ذکر ہیں جیسے مکاسب، شفعہ، اقالہ صلح، مضاربہ، مزارعہ، مساقات، اجارہ، جعالہ، عاریہ، قرض، رہن، حجر، ضمان، حوالہ، ہبہ، وقف، صدقہ، ارث، وغیرہ یہ سب اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہیں لیکن انسان کی زندگی کا مقصد فقط پیٹ بھرنا اور کمانا نہیں بلکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے انسان کو بہت بلند مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ امام علیؑ نے عثمان بن حنیف کے نام سبق آموز تفصیلی خط میں لکھا: میں اس لیے پیدا نہیں ہوا کہ اچھے کھانوں کی فکر میں لگا رہوں اور اس بندھے ہوئے چوپایہ کی طرح جسے صرف اپنے چارے کی فکر لگی رہتی ہے یا اس کھلے ہوئے جانور کی طرح جس کا کام منہ مارنا ہے وہ گھاس سے پیٹ بھر لیتا ہے اور جو اس سے مقصد پیش نظر ہوتا ہے اس سے غافل ہوتا ہے کیا میں بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہوں،؟ یا بیکار کھلے بندوں رہا کر دیا گیا ہوں کہ گمراہی کی رسیوں کو کھینچتا رہوں اور بھٹکنے کی جگہوں میں منہ اٹھائے پھرتا رہوں[2]۔

اسی طرح انسان کے لیے گھر کی ضرورت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، پس ان مسائل سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاءؑ اور ائمہ معصومینؑ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی غذا اور گھر آمادہ کرتے تھے اور

بھی انجام نہیں دے پائیں، وسائل ۱۲ص۷اکتاب تجارت ب۶ح۶،کافی ۵ص۳۷،بحار ۶۳ص۲۷۰ اور کافی ۶ص۳۰۳ح۶ میں کثیر روایات نقل ہیں۔

[1]۔ ۵ص۸۹اور سال کا آذوقہ جمع کرنا اس وقت اہمیت رکھتا ہے جب قحط و تنگ کے دن نہ ہوں ورنہ ائمہ معصومینؑ دوسرے لوگوں کی طرح زندگی گزارنے کو اہمیت دیتے اور اپنا جمع شدہ آذوقہ بیچ دیتے کافی ۵ص۱۶۶۔

[2]۔ نہج البلاغہ خط ۴۵، پورا خط پڑھنے اور غور کرنے کا خواہاں ہے۔

ان ضروریات کو پورا کرنے کی تاکید کرتے تھے بلکہ بعض روایات میں گھر کی اہمیت کے پیش نظر زمین بیچنے کی مذمت فرمائی اور اس کی جگہ دوسری زمین و گھر خریدنے کی تاکید ہوئی[1]۔

۲) ضرورت مندوں کی مدد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومینؑ ضرورت مندوں کی مدد کرتے تھے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں تاریخ و حدیث میں سے یہ بات بکثرت سندوں سے ثابت ہے امام علیؑ نے ہزار غلاموں کو خرید کر آزاد فرمایا، جیسا کہ امام علیؑ کی کھیتی باڑی کے مقاصد میں ذکر ہوتا ہے اور امام سجادؑ کے بارے میں ذکر ہے کہ آپ غلاموں کو خرید کر ان کی اسلامی تربیت کرتے اور پھر انہیں آزاد کر دیتے تھے جیسا کہ ابن طاووس نے اقبال الاعمال میں ماہ رمضان کے اعمال میں لکھا کہ آپ آخری رات میں بیس غلام آزاد کرتے تھے اور کسی غلام کو ایک سال سے زیادہ نہیں رکھتے تھے اور دوسرے غلاموں کو تربیت کر کے حج کے موسم میں مشعر کی طرف جانے سے پہلے آزاد کرتے تھے۔

یہ سب کہاں سے کرتے تھے؟ ظاہر ہے کہ ان سب چیزوں کی فضیلت تب ہے جب انسان اپنے ہاتھ کی حق حلال کی کمائی سے ایسا کرے اور ایسا ہی درس ائمہ معصومینؑ نے اپنے ماننے والوں کو دیا کہ حق حلال کی کمائی ضرورتمندوں کی مدد کریں۔

زمانہ حضور میں بعض شعراء کو ہدایا دینے کا سبب

اسی طرح شعراء کی ایک جماعت کو ائمہ معصومینؑ نے خاطر خواہ ہدایا دیئے، جیسا کہ فرزدق کو امام سجادؑ نے ہدایا عطا فرمائے اور امام باقرؑ نے کمیت بن زید اسدی کو دراہم عطا کئے مگر اس نے قبول نہیں گئے اور آپ سے ایک لباس تبرک کے طور پر حاصل کیا اور امام رضاؑ نے دعبل

---

[1]۔ کافی ۵ ص ۹۱، وسائل الشیعۃ ۱۲ ص ۴۵ بحار ۱۰۰ ص ۶۹، سنن ابن ماجہ تحقیق محمد فوائد الباقی؛ ص ۸۳۲ ح ۲۴۹۱، ۲۴۹۰ ط دار احیاء تراث عربی ۱۳۹۵ ق، مجمع الزوائد علی ہیثمی، ۴ ص ۱۱۱، ط دار الکتاب العربیہ بیروت مسند احمد دار الفکر ۳ ص ۴۶۷۔

خزاعی کو سو دینار کی تھیلی دی مگر اس نے اس کی بجائے لباس کا تبرک مانگا اور عرض کی: میں ہدیہ لینے کے لیے یہ شعر نہیں کہتا بلکہ میں لباس کا تبرک مانگتا ہوں۔

یہاں جو سب سے اہم سوال ہے کہ اتنی ائمہ معصومینؑ نے اتنا بڑے ہدایا ان شعراء کو کس غرض سے دیئے؟ اگر ایسی مدد دیگر ضرورت مند افراد کو دیتے جس سے وہ اپنے کھانے پینے کی ضرورت کو پورا کرتے تو بہتر نہ ہوتا؟

اس سوال کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ ائمہ معصومینؑ کی عصمت و طہارت اور ان کی امامت و ولایت کے قائل ہونے کے بعد یقینا یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان شعراء نے اس وقت کی ضرورت کے مطابق حق کے دفاع میں بہت بڑی خدمت انجام دی جس پر انہوں نے ان کو حکام وقت سے بے نیاز کرنے کے لیے یہ مدد کی اس دور میں یہ ذمہ دار شعراء دیگر صادق و سچے راویوں اور امانت دار علماء و دانشمندوں کی طرح دین و مذہب کی خدمت میں مصروف تھے لیکن دوسرے افراد اور ان میں خاص فرق تھا دوسرے افراد اپنی دینی خدمت کے ساتھ حکام کی طرف سے اتنا مطلوب نہیں ہوتا تھا جتنا کہ اس دور کے شعراء کے اہل بیت کے بارے میں شعر کہنے کے بعد وہ حکام وقت کے غضب کا شکار ہوتے تھے، وہ لوگ اپنی جان و مال کی قربانی دیگر ایسا کرتے تھے تو ایسے حق شناس افراد کی اتنی مدد کوئی ہر گز زیادہ نہیں ہے جیسا کہ فرزدق کے واقعہ میں واضح ہے کہ اسے زندان میں ڈال دیا گیا اور حکومت عبدالملک کی طرف سے ان کے لیے مقرر ہزار دینار کاٹ دیئے گئے دعبل خزاعی کا کہنا تھا کہ تیس سال ہیں کہ اپنی سولی کی لکڑی خود کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں لیکن ابھی تک کسی نے مجھے سولی نہیں دی، اس نے حجاز و یمن سے لیکر ری و خراسان اور دیگر اسلامی مناطق کا سفر کیا اور کبھی سالہا سال تک لوگوں سے مخفی رہتا تھا کمیت اسدی کی شہادت بھی انہی اسباب کے تحت ہوئی۔ پہلے اسے زندان میں

ڈال گیا، ہشام بن عبدالملک کے حاکم کوفہ نے قید کیا پھر یوسف بن عمر کے مزدوروں نے انہیں کوفہ میں شہید کردیا[1]۔

امام علیؑ کے ضرورت مندوں کی مدد کے واقعات

امام علیؑ کے واقعات بہت زیادہ ہیں،ان کے ضرورتمندوں کی مدد کرنے کی سند میں قرآن کی آیات کافی ہیں جب انہوں نے نماز کے رکوع میں ضروتمند فقیر کو انگوٹھی صدقہ کی تو خدا و رسول کی ولایت کے ساتھ ان کی ولایت کا اعلان ہوا،جب انہوں نے تین دن روزے رکھے اور مسکین و یتیم و اسیر کی مدد کرتے رہے تو سورہ دہر اتری اور جب انہوں نے صدقہ دیکر نبی اکرم ﷺ سے سرگوشی کی تو خدا نے سورہ مجادلہ میں ان کی شان میں آیت نازل کردی، پس ان واقعات سے سمجھا جاسکتا ہے کہ خدا کی نظر میں الٰہی امام اور ولی کی شان یہ ہے کہ وہ نماز و روزہ جیسی عبادات میں مشغول ہونے کی وجہ سے غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد سے دریغ نہیں کرتا بلکہ خدمت خلق اس کی نظر میں عظیم عبادت ہوتی ہے۔

امام مجتبیٰؑ کے واقعات

اسی طرح امام حسن مجتبیٰؑ کے بارے میں ملتا ہے کہ ایک دفعہ مسجد میں تشریف فرما تھے ایک فقیر نے مدد کا سوال کیا حضرت عثمان نے پانچ درہم دیئے فقیر نے کہا: مجھے ایسے شخص کے بارے میں بتاو جو اس سے زیادہ دے حضرت عثمان نے امام حسن مجتبی و امام حسین و عبداللہ بن جعفر کی طرف اشارہ کیا جو مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے امام مجتبی نے فرمایا: دوسروں سے مدد مانگنے کے صرف تین مورد ہیں: دیت کا مورد جب اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو، سخت قرض ہو اور اس کو ادا نہ کرپا رہا ہو، یا ایسا فقیر ہو جو کمانے سے لاچار ہو تو کس قسم سے ہے؟اس نے کہا: انہی تین میں سے ایک میں گرفتار ہوں، امام نے پنجاہ دینار دیئے،

---

[1] -ان واقعات کی تفصیل ہم نے معیار علم رجال میں ذکر کی ہے ،دیگر منابع ملاحظہ ہو ؛منابع مالی اہل بیتؑ، علی دوست خراسانی، ط دوم: دانشگاہ امام صادقؑ، تہران ۱۳۹۱ش، صص ۲۱-۵۲۔

امام حسین نے ۴۹ دینار اور عبداللہ بن جعفر نے ۴۸ دینار، وہ لوٹتے ہوئے بولا: تم نے مدد تو کردی لیکن وجہ نہیں پوچھی لیکن انہوں نے وجہ پوچھ کے اتنا دیا ہے حضرت عثمان نے جواب دیا: یہ خاندان خزانہ علم وحکمت اور سرچشمہ خیر وبرکت ہیں ان کی مثل کہیں نہیں ہے ؟[1]۔

اسی طرح امام حسنؑ کے زندگی میں بخشش اور مدد کے عظیم واقعات درج ہیں فریقین کے علماء تاریخ و سیر نے لکھا کہ امامؑ نے طول عمر میں دو بار اپنے اموال کو راہ خدا میں خرچ کردیا اور تین بار اپنے مال اموال کو دو حصہ کیا اور ایک حصہ راہ خدا میں بخش دیا[2]۔

امام حسینؑ کے واقعات

اسی طرح امام حسینؑ نے بھی ضرورت مندوں کی بھرپور مدد کی ،اسامہ بن زید[جو نبی اکرم ﷺ کے منہ بولے بیٹے کے فرزند تھے نبی اکرم ﷺ کے نزدیک اپنے باپ کی مانند عزیز تھے ،آپؐ نے آخری وقت میں اسے اپنی سپاہ کا سالار مقرر کیا] بیمار ہوئے امام عیادت کے لیے تشریف لائے اسامہ نے اپنے ساٹھ ہزار درہم قرض کی وجہ سے غمی کا اظہار کیا اور کہا:

---

[1]۔بحار الانوار ۴۳ص ۳۳۳،المعجم الصغیر سلیمان بن احمد طبرانی اص ۱۸۴دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۳،حلیۃ الابرار ہاشم بحرانی اص ۵۲۴ مطبعہ علمیہ قم ۱۳۹۷ق، ،اس میں بطور مختصر نقل ہے کہ امام حسنؑ وامام حسینؑ صفا میں تشریف فرما تھے کہ سائل نے سوالک یا، معالی السبطین فی احوال الحسن والحسینؑ، محمد مہدی حائری اص ۱۹مطبعہ امیر قم ۱۳۶۳ھ،فرائد السمطین، ابراہیم بن محمد جوینی، تحقیق محمد باقر محمودی؛۲ص ۱۲۲-۱۲۳بیروت لبنان موسسہ محمودی ۱۴۰۰ق،

[2]۔تاریخ الخلفاء سیوطی ، ص۱۵۱،ط دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸=۱۹۸۸،تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص۱۷۸ط موسسہ اہل البیت بیروت ۱۴۰۱-۱۹۸۱، تاریخ یعقوبی ابن واضح ، ۲ص ۲۲۶، دار صادر بیروت ،اسعاف الراغبین ط فی حاشیۃ نور الابصار شیخ محمد صبان ص۱۷۹ مکتبہ شعبیہ بیروت ، بحار ۴۳ص۳۴۹، کشف الغمۃ ۲ص ۱۹۳، مناقب آل ابی طالب ۴ص ۱۴، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی ۲ص۱۳۹، دار الکتاب العربی بیروت ،صفۃ الصفوۃ عبدالرحمٰن بن علی جوزی؛اص ۳۲۰، ط حرید آباد دکن مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف ۱۳۸۸=۱۹۶۸۔

مجھے خوف ہے کہ مقروض اس دنیا سے جاؤں امامؑ نے اس کی زندگی میں اس کا قرض ادا کر دیا[1]۔
ایک بادیہ نشین مدینہ آیا اور بہترین شخص کے بارے میں سوال کیا؟ کہا گیا: امام حسین بن علیؑ ہیں، وہ مسجد میں داخل ہوا، آپ نماز میں مشغول تھے، اس نے امامؑ کی مدح و سخاوت کے بارے میں اشعار کہے جس نے آج آپ کے در پہ امید لگائی ہر گز نہ امید نہ ہوگا آپ جود و سخا اور بزرگی کا مالک ہیں اور آپ کا والد فاسقوں کا قاتل تھا اگر آپ کے بزرگان نہ ہوتے تو ہمیں جہنم کی آگ کھا جاتی۔
جب امامؑ کی نماز مکمل ہوئی قنبر سے فرمایا: مال حجاز سے کچھ باقی ہے جواب دیا: چار ہزار دینار، امامؑ نے فرمایا: وہ لاؤ کہ اس کو خرچ کرنے کا زیادہ سزاوار مل گیا ہے پھر امامؑ گھر تشریف لائے اور اپنی قیمتی رداء میں وہ دینار ڈالے اور ان کے کم ہونے کی وجہ سے دروازے کے پیچھے سے اسے عطا کر دیئے اور ان کے کم ہونے کی معذرت بھی کی، یہ لے لو کہ میں معذرت چاہتا ہوں اگر اس سے زیادہ ہوتے تو بھی کرم کرتے لیکن ابھی تنگی کے حالات میں اتنا ہو سکا۔
اس نے دینار لیئے اور رونے لگا امامؑ نے فرمایا: لگتا ہے تجھے ہماری عطا کم محسوس ہوئی وہ کہنے لگا: نہیں، میں روتا ہوں کہ ایسے سخی ہاتھ کیسے خاک میں رکھے جائیں گے[2]۔
ابن شہر آشوب نے لکھا کہ عبدالرحمٰن سلمی نے امام حسین کے ایک فرزند کو سورہ حمد کی تعلیم دی جب وہ یاد کر کے امام کے پاس آیا امامؑ نے ایک ہزار دینار، ایک ہزار قیمتی لباس دیا جب پوچھا گیا فرمایا: میں اس کی عطا کا کیسے جبران کر سکتا ہے؟ اور یہ دو شعر فرمائے، جب دنیا تجھے

---

[1]۔ الدرجات الرفیعۃ فی طبقات الشیعۃ سید علی خان، ص ۴۴۶، بحار الانوار ۴۴ ص ۱۸۹، الامام الحسینؑ، عایلی عبداللہ، ص ۱۲۹، ط مکتبۃ التربیۃ بیروت ۱۹۷۲، مناقب ابن شہر آشوب ۴ ص ۶۵، معالی السبطین ا ص ۹۸۔
[2]۔ مناقب ابن شہر آشوب تصحیح ہاشم رسولی محلاتی انتشارات علامہ قم ۴ ص ۶۵، سفینۃ البحار شیخ عباس قمی انتشارات فراہانی ا ص ۶۰۹، فی رحاب الائمۃ سید محسین امین؛ ا ص ۵۰، ط دار التعارف بیروت ۱۴۱۲ = ۱۹۹۲۔

کچھ عطا کرے تو تم بھی لوگوں کو ہدیہ کرو کیونکہ جب دنیا رو کرے تو بخشش اسے کم نہیں کرتا اور بخل اسے روک نہیں سکتا[۱]۔

ایک بادیہ نشین امام حسینؑ کے پاس آیا اور عرض کی: میں نے دیت کامل ادا کرنے کی ضمانت لی تھی لیکن اب ادا نہیں کر سکتا سوچا کہ سخی ترین شخص کے پاس جاتا ہوں اور اہل بیت سے بڑھ کر کسی کو سخی نہیں پایا: امام نے فرمایا: تمیں سوال کروں گا، اگر ایک کا جواب دو تو ایک سوم اگر دو سوالوں کے جواب دو تو دو سوم اور اگر تین کے جواب دو تو پوری دیت ادا کروں گا۔

اس نے عرض کی فرزند رسول! آپ جیسے اہل علم و شرف مجھ سے سوال کریں گے؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں، میں نے نانا سے سنا فرمایا: کسی کو عطا اس کی معرفت کے مطابق ہونی چاہیے، کہنے لگا: پوچھئے اگر جواب آتا ہوا تو بولوں گا وگرنہ آپ سے سیکھوں گا، فرمایا: افضل عمل کیا؟ جواب دیا: خدا پر ایمان لانا، فرمایا: کونسی چیز انسان کو ہلاکت سے نجات دیتی ہے؟ جواب دیا: توکل بر خدا، فرمایا: مرد کی زینت کیا ہے؟ جواب دیا: انسان کا علم جو حلم کے ساتھ ہو، فرمایا: اگر ایسا علم نہ ہو؟ جواب دیا: وہ مال جو مروت و جوانمردی کے ساتھ ہو، فرمایا: اگر یہ بھی نہ ہو تو؟ جواب دیا: فقر و پریشانی جو صبر کے ساتھ ہو، فرمایا: اگر یہ بھی نہ ہو تو؟ جواب دیا: پھر آسمان سے بجلی اس کو جلا دے کہ اس کے علاوہ کے لائق نہیں ہے[۲]۔

---

[۱]۔ مناقب آل ابی طالب، ابن شہر آشوب، ۴ص۶۶، معالی السبطین ۱ص۹۸، بحار ۴۴ص۱۹۱، اس میں اشعار میں قدرے اختلاف ہے۔

[۲]۔ بحار الانوار ۴۴ص۱۹۶۔

امام سجاد ؑ کے واقعات

امام سجادؑ بھی بہت زیادہ غریبوں اور ضرورتمندوں کی مدد کی: امام سجادؑ مدینہ میں سو خاندانوں کے اخراجات ادا کرتے تھے [۱]۔

مدینہ کے بہت سے ضرورتمندوں کو رات کے وقت کھانا ملتا تھا اور ان کی زندگی کا نظام چل رہا تھا لیکن وہ غذا لانے کو نہیں پہنچانتے تھے امام سجادؑ کے جانے کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ امامؑ ہی ان کے لیے غذا لایا کرتے تھے [۲]۔

امام سجادؑ رات کو کھانے کے سامان کی بوریا اٹھا کر فقراء کے گھروں میں پہنچاتے تھے اور فرمایا: مخفی صدقہ جہنم کی آگ کو خاموش کر دیتا ہے ،اہل مدینہ نے کہا: ہمیں مخفی صدقہ اس وقت نہیں ملا جب امام سجادؑ چل بسے [۳]۔

امام سجادؑ کھانے کی سامان کی بوریا کندھوں پر اٹھاتے اور فقراء کے گھروں میں پہنچاتے امامؑ کی شہادت کے بعد امامؑ کے کندھوں پر اس کے نشان دیکھے گئے اس کا سبب پوچھا گیا جواب دیا: رات کو کھانے کے سامان کی بوریا فقراء کے گھروں کی طرف اٹھانے کی وجہ سے ہے [۴]۔

امام سجادؑ نے محمد بن اسامہ بن زید کا قرض ادا کر دیا جب وہ گریہ کر رہا تھا کہ اس پر پندرہ ہزار دینار قرض ہے فرمایا: میں تیرا قرض ادا کرتا ہوں اور اسے ادا کر دیا [۵]۔

---

[۱]۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی ۳ص۱۳۶، کشف الغمۃ اربلی ۲ص۲۸۹،تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص۲۹۶، نور الابصار شبلنجی ص۱۴۰،بحار الانوار ۴۶ص۸۸، مناقب آل ابی طالب، ۴ص۱۵۴،طبقات ابن سعد ط بیروت ۵ص۲۲۲، اسعاف الراغبین ص۱۴۰،الاتحاف بحب الاشراف؛عبداللہ شبراوی شافعی ،ط قاہرہ ص۱۳۶۔

[۲]۔ کشف الغمۃ، شبلنجی، حلیۃالاولیاء ،بحار ، (سابقہ حوالہ جات) مناقب ص ۱۵۳،الاغانی ۱۴ص۷۵۔

[۳]۔حلیۃالاولیاء ، نور الابصار ، بحار الانوار ، مناقب شہر آشوب، سابقہ حوالہ جات ، صفۃالصفۃابن جوزی ۲ص ۵۴۔

[۴]۔ مناقب شہر آشوب، حلیۃالاولیاء ، نور الابصار سابقہ ۔

[۵]۔ صفوۃالصفوۃ، نور الابصار ، اسعاف الراغبین ، ص۲۱۹، مناقب (سابقہ حوالہ جات) ، ص ۱۶۳،اور لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام سجادؑ کو برا بھلا کہا آپ کے غلام اسے مارنا چاہتے تھے فرمایا: چھوڑ دو اس سے پوچھا: کیا تجھے کوئی ضرورت و مشکل در پیش ہے ؟وہ شرمندہ ہوا، امامؑ نے اسے کپڑے اور ہزار درہم دیئے ، وہ یہ کہتے ہوئے چلا: آپ فرزند رسول ہیں، مناقب ص۱۵۷۔

امام باقرؑ کی سیرت

امام باقرؑ کی مالی امداد کے واقعات بھی تاریخ میں ذکر ہیں : حسن بن کثیر کا بیان ہے کہ میں نے امامؑ سے فقر و حاجت اور دوستوں کی بے وفائی کی شکایت کی تو فرمایا: برا دوست وہ ہے جو توانگری کے دنوں تجھ سے جڑا رہے اور برے دنوں میں تجھے چھوڑ جائے پھر غلام کو حکم دیا کہ سات سو درہم کی تھیلی دے اور فرمایا: اسے خرچ کرو جب ختم ہو تو مجھے بتانا۔

عمرو بن دینار اور عبداللہ بن عبید بن عمیر کا بیان ہے کہ ہم نے امام باقرؑ سے ملاقات کی تو آپ نے ہمارے لیے توشہ اور پوشاک اور رقم مہیا کی اور فرمایا: یہ میں نے تمہارے لیے آمادہ کی تھی اس سے پہلے کہ تم مجھ سے ملو۔

ابو نعیم نخعی نے سلیمان بن قرم سے روایت کی کہ امام باقرؑ ہم سے نیکی کیا کرتے پانچ سو سے آٹھ سو یا ہزار درہم اور لوگوں کی مدد کرنے سے کبھی تھکتے نہیں تھے۔

امام صادقؑ کا طریقہ کار

امام صادقؑ اپنے بعض اصحاب کے مالی اختلاف کو ختم کرنے کے لیے اپنے ہاں سے مال ادا کردیتے تھے مفضل سے فرمایا: جب ہمارے پیروکاروں میں مال کے معاملہ میں جھگڑ دیکھو تو میرے مال سے ادا کرو تاکہ آپس میں صلح کریں۔

روایت میں ایک شخص کا بیان ہے کہ میں اور میرے داماد میں میراث کے بارے میں جھگڑا تھا مفضل ہمارے پاس آئے اور جھگڑے کا سبب جان کر اپنے گھر دعوت کیا اور چار سو درہم ہماری صلح کے لیے دیئے اور فرمایا: جان لو کہ یہ میرے مال سے نہیں بلکہ امام صادق نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب شیعہ میں ایسا اختلاف ہو تو امام کے مال سے صلح کے ل یے خرچ کروں۔

امام صادق کی مخفی طور پر لوگوں کی مدد کرتے ابو جعفر خثعمی کا بیان ہے کہ امام نے مجھے تھیلی دی اور فرمایا: فلاں بنی ہاشم کو دینا اور میرا نہیں بتانا جب اس کو دی تو وہ دعائیں دینے لگا خدا

جزاء دے جس نے مجھے تھیلی بھیجی لیکن جعفر کے پاس اتنی مال و دولت ہے لیکن ہمیں کچھ نہیں دیتے۔

امام صادقؑ کا دشمن کی مدد کرنا

حسن بن علی ملقب افطس نے محمد بن عبداللہ معروف نفس زکیہ کے ساتھ ملکر منصور کی حکومت کے خلاف قیام کیا جب نفس زکیہ کو شکست ہوئی اور قتل ہوگیا اور حسن افطس مخفی ہوگیا جب امام صادقؑ عراق تشریف لائے منصور سے ملاقات کی امامؑ نے فرصت کو غنمیت جانا اور افطس کی منصور کے ہاتھوں گرفتاری سے پہلے اس کی نجات کے لیے فرمایا: کیا تم نبی اکرم کے کسی فرزند کے لیے نیک عمل کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں فرمایا: حسن بن علی کو معاف کردو، منصور نے معاف کردیا لیکن وہی شخص امام کی جان کے درپے ہوگیا لیکن امام نے اس کو اپنی نوازش سے پھر بھی محروم نہیں کیا اور اس کی مالی مدد کرتے رہے شیخ طوسی نے امام صادق کی کنیز سالمہ سے روایت کی امامؑ کے آخری وقت میں امام کے پاس تھی امام نے وصیت کی حسن بن علی افطس کو ستر دینار دیئے جائیں اور فلاں فلاں کو اتنے، سالمہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: جس نے آپ پر خنجر سے وار کیا آپ سے بخشش کرنا چاہتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: تم چاہتی ہو ان میں سے نہ ہوں جن کے باس میں خدا نے فرمایا: وہ خدا کے حکم کردہ رشتوں کو جوڑتے ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں اور آخرت کے حساب سے ڈرتے ہیں۔

امام کاظمؑ کی مدد کی واقعات

امام ہفتمؑ بھی ضرورتمندوں کی مدد میں بہت کوشاں تھے آپ نے کسی کو خالی نہیں لوٹایا حتی اس طرح لوگوں کی مدد کرتے کہ انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ ہماری کس نے مدد کی ہے، بغدادی نے امام کی سخاوت کے بارے میں لکھا: موسی بن جعفر سخی تھے جب کوئی آپ کو اذیت پہنچاتا تو ہزار دینار کی تھیلی اسے بھیجتے اور تین چار سو کی تھیلیاں مدینہ میں تقسیم کیا کرتے تھے۔

امام کی ضرور تمندوں کی مدد کی تھیلیاں ضرب المثل بن گئی تھیں لوگ کہتے: تعجب ہے جسے امام کاظم کی تھیلی ملتی ہیں وہ بھی فقر کا شکوہ کرتا ہے۔

مورخین نے امامؑ کے کرم سے استفادہ کرنے والوں کے نام بھی لکھے ہیں عیسی بن محمد بن مغیث قرظی کا بیان ہے کہ جوانیہ مدینہ کے قریب ایک دیہات میں ام عظام نامی کنواں کے پاس ہندوانہ اور کدو وغیرہ کاشت کئے تھے ٹڈیوں نے ہرے کھیت خراب کر دیئے میں نے دو اونٹوں کی قیمت کے علاوہ ایک سو بیس دینار خسارت اٹھائی، میں پریشان بیٹھا تھا کہ اچانک امام موسی بن جعفر تشریف لائے اور سلام کیا اور مجھ سے فرمایا: کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی: جس شخص کے تمام باغ ضائع ہوگئے ہوں اس کی کھیتی کو ٹڈیاں کھا جائیں اس کا کیا حال ہوتا ہے۔

امام نے فرمایا: کتنا نقصان ہوا، عرض کی: ایک سو بیس دینار، اور دو اونٹوں کی قیمت، امام نے اپنے منشی سے فرمایا: اے عرفہ! ان مغیث کو ایک سو پچاس درہم دو اور عیسی سے فرمایا: پس تیس دینار دو اونٹوں کے ساتھ تمہارا منافع ہیں۔

ایک فقیر امام کے پاس آیا اور مدد کی اپیل کی امام نے اس کی معرفت کے مطابق مدد کرنا چاہی اور فرمایا: اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ دنیا میں کیا آرزو ہے؟ جواب دیا: چاہتا ہوں کہ دین میں خدا کا تقوی اور دینی بھائیوں کے حقوق کو ادا کروں، امام نے اس کے جواب سے خوش ہو کر فرمایا اسے ہزار دینار دیئے جائیں۔

امام کاظم ؑ کا اپنے دشمن بھتیجا کی مدد کرنا ؑ

امام کاظمؑ اپنے دشمنوں کی مدد سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے امام کی قید کے اسباب میں لکھا ہے کہ ہارون نے اپنے بیٹے محمد امین کو جعفر بن محمد بن اشعث کے پاس تعلیم کے لیے بھیجا یحیٰی بن خالد برمکی، اس جعفر سے حسد کرتا کہ اگر محمد امین خلیفہ بنے تو مجھے اور میری اولاد کو باہر کر دے گا اس نے جعفر کو روکنے کے لیے پروگرام بنایا، جعفر، امام موسیٰؑ کی امامت کا قائل تھا

، یحییٰ دوستی کے عنوان سے اس کے گھر جاتا اور اس کی زندگی کی خصوصیات دیکھتا اور ہارون کو گزارش دیتا ایک دن اس نے اپنے قریبی سے کہا: خاندان ابوطالب کے کسی فقیر و تنگدست کو جانتا ہے جو میرے لیے موسی بن جعفر کی اطلاعات دے اس نے علی بن اسماعیل بن جعفر صادق کی طرف اشارہ کیا ،امام اس سے انس رکھتے تھے اور اس سے احسان کرتے رہتے کبھی اپنے اسرار بھی اسے بتاتے تھے یحییٰ بن خالد نے علی بن اسماعیل کو مال بھیجا اور بغداد جانے کی تشویق کی جب وہ جانے کے لیے آمادہ ہوا امام کو علم ہوا تو اسے بلایا اور فرمایا: اے بھتیجے ! کہاں جارہے ہوں؟ کہنے لگا: بغداد، امام نے پوچھا: کیوں ؟ کہنے لگا: مقروض ہوں اور فقیر بھی،امام نے فرمایا: میں تیرا قرض ادا کر دیتا ہوں ، اور مزید بھی عطا کروں گا علی بن اسماعیل نے امام کے فرمان سے بے پروائی کی اور جانے کے لیے تیار ہو گیا امام کو اس کے ارادہ کا علم ہوا تو امامؑ نے فرمایا: جانا چاہتا ہے ؟ کہنے لگا: ہاں امامؑ نے فرمایا: پریشان نہ ہو اور خدا سے ڈرو، میرے بیٹوں کو یتیم نہ کرو ، اور تین سو دینار و چار ہزار درہم اسے دیا علی بن اسماعیل بغداد آیا اور یحییٰ بن خالد نے اس سے امام موسی کاظمؑ کے حالات معلوم کئے اور ہارون کو اضافہ کے ساتھ بتایا اور علی بن اسماعیل کو ہارون کے پاس لے گیا،ہارون نے اس سے چچا کے حالات پوچھے تو اس نے چغلی کھاتے ہوئے بیان دیا اور یحییٰ کی باتوں کی تصدیق کی اور کہا: مشرق و مغرب سے اموال ان کے ہاں پہنچتے ہیں ان کے پاس اموال کو جمع کرنے کے لیے مخصوص گھر ہیں اور تیس ہزار دینار کے کھیت خریدے اور جن کا نام یسرہ تھا جب اس کھیت کے مالک کے پاس تین ہزار دینار لے گئے تو اس نے کہا: مجھے یہ سکے ہیں چاہیں مجھے دیئے جانے والے سکوں کی یہ خصوصیت ہو تو موسی بن جعفر نے حکم دیا کہ وہ دینار پلٹا کر دوسرے تیس ہزار دینار دیئے جائیں۔

ہارون نے یہ سن کر دو سو درہم اسے دینے کا حکم دیا جو شرقی جانے سے اسے ملیں ، علی بن اسماعیل کے افراد مال لینے گئے علی بن اسماعیل مال آنے کی انتظار میں تھا کہ بیت الخلاء گیا اور

اسہال کا شکار ہو گیا اور جان کنی ک ی حالت میں تھا کہ وہ مال لائے انہیں حسرت کی نگاہ سے دیکھا اور کہا: میں تو مر رہا ہوں یہ میرے کس کام کے ہیں؟[1]

شیخ مفید نے لکھا: امام موسی کاظمؑ اپنے اہل و عیال اور اپنے رشتہ داروں سے مہربان تھے اور رات کے وقت فقراء مدینہ کی مدد کے لیے مال و دولت اور سونا و چاندی اور آٹے اور کھجور کی تھیلیاں دیا کرتے اور انہیں معلوم نہ ہوتا کہ کون لایا ہے۔

امام رضاؑ کے بارے میں ابن شہر آشوب نے لکھا: بہت نیکی کرتے اور رات کے وقت صدقہ دیتے۔

کلینی نے کافی میں روایت کی یسع بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام رضاؑ کی محفل میں تھے لوگ حلال و حرام کے سوال پوچھ رہے تھے ایک شخص وارد ہوا اور سلام کے بعد عرض کی: میں اہل بیت کے دوستوں میں سے ہوں مکہ سے آیا ہوں میرا مال گم ہو گیا اور واپسی کے لیے کچھ نہیں، اگر مناسب سمجھیں تو مکہ پہنچنے کے لیے مدد کردیں میں وہاں پہنچ کر وہ مقدار آپ کی طرف سے صدقہ کروں گا کیونکہ میں اپنے وطن میں غریب نہیں ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: بیٹھ جاو، خدا تجھے معاف کرو، جب لوگوں سے گفتگو تمام ہوئی اور لوگ چلے گئے اور سلیمان جعفری، خیثمہ اور میرے سوا کوئی نہ بچا اس وقت امام اٹھے اور اپنا ہاتھ باہر نکالا اور فرمایا: یہ دو سو دینار ہیں انہیں خرچ کرو اور تبرک سمجھو اور میری طرف سے صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں، اور چلے جاو کہ میں تجھے نہ دیکھوں اور تم مجھے نہ دیکھو، جب وہ چلا گیا سلیمان نے عرض کی: قربان جاوں، آپ نے اس کی مدد کی پھر مخفی کیوں ہوئے؟ فرمایا: اس خوف سے کہ وہ شرمندہ ہو، کیا نہیں سنا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مخفی صدقہ دے اس شخص کی مانند ہے کہ اس نے ستر حج کئے اور جو کھلے عام گناہ کرے وہ ذلیل و خوار ہے اور جو مخفی

---

[1] ۔ مقاتل الطالبیین ابو الفرج اصفہانی، صص ۳۳۳-۳۳۴، ط مکتبہ حیدریہ نجف ۱۳۸۵=۱۹۶۵، کشف الغمۃ ۳ ص ۲۲، حلیۃ الابرار ۲ ص ۲۵۸-۲۵۶، الارشاد شیخ مفید ۲ ص ۲۳۷، بحار الانوار ۴۸ صص ۲۳۲-۲۳۱۔

گناہ کر بیٹھے اسے بخشش کی امید ہے کیا گذشتگان کا کلام نہیں سنا کہہ گئے: جب اس کے پاس ضرورت لے گیا تو اپنی آبرو محفوظ لیکر لوٹا۔

ابن شہر آشوب نے لکھا: امام نے عرفہ کے دن تمام مال تقسیم کر دیا، فضل بن سہل نے عرض کی: یہ نقصان دہ کام ہے، فرمایا: غنیمت ہے، جو کچھ بندگان خدا کی خدمت میں دو اسے ضرر شمار نہ کرو۔

اسی طرح دیگر ائمہ معصومینؑ کی ضرور تمندوں کی مدد کے واقعات معروف ہیں امام جوادؑ نے ابو ہاشم کو تین سو دینار دیئے اور فرمایا کہ ان کے ایک چچازاد کے پاس لے جاوں وہ کہے گا: اسے رہنمائی کرو کہ وہ اس مال سے کوئی مال تجارت خریدے تو اسے رہنمائی کرنا ایسا ہی ہوا۔

سہل بن زیاد نے ابن حدید س نقل کیا کہ حج کے سفر میں ڈاکووں نے سب کچھ لوٹ لیا مدینہ میں امام جوادؑ کی خدمت میں پہنچا اور واقعہ کی خبر دی امام نے لباس دینے کا حکم دیا اور مجھے دینار دیئے اور فرمایا: اپنے ساتھیوں کے جتنے اموال چلے گئے اس مقدار میں ان میں تقسیم کرو، ابن حدید کا بیان ہے کہ میں نے ان میں تقسیم کئے تو وہ دینار اتنے تھے جتنے لوٹے گئے تھے نہ کم نہ زیادہ۔ ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے مشکلات و تنگی میں تھا چاہتا تھا کہ امام عسکریؑ کو خط لکھوں مگر شرمندہ ہو کر نہیں لکھا جب گھر آیا امام نے سو دینار بھیجے اور نامہ تحریر فرمایا: جب ضرورت ہو تو شرم نہ کرو ہمیں بتاو تمہیں دیا جائے گا۔

ایسے واقعات بہت زیادہ ہیں انہی پر اکتفاء کی جاتی ہے ان سے یہ بات واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ ائمہ معصومینؑ کے پاس اپنے فردی اموال موجود ہوتے تھے جن سے وہ لوگوں کی مدد کرتے۔

۳) ائمہ معصومینؑ کا کثیر العیال ہونا

اس طرح ائمہ کے پاس خصوصی اموال ہونے کی دیگر دلیل یہ بھی ہے کہ ان ذوات کے اپنے اور اپنے اہل و عیال اور خدمتگزاروں اور مہمانوں کے کثیر اخراجات تھے ان کو پورا کرنے

کے لیے انہیں کسب و کار کرنے کی ضرورت ہوتی جنہیں اپنے ہاتھ کی کمائی سے پورا کرنا چاہتے تھے ،ائمہ معصومینؑ کے اہل و عیال اور اولاد کا بیان کتاب النکاح کافی میں ذکر کیا جائے گا ارشاد مفید ترجمہ تذکرۃ الاطہار اور چودہ ستارے وغیر کتابوں میں ان کی تفصیل موجود اور اہل ایمان میں معروف ہے[1]۔

---

[1]۔تذکرۃ الاطہار ترجمہ ارشاد شیخ مفید ،ط امامیہ پبلیکشنز لاہور ، ص ۲۲۴-۲۲۵، تذکرہ اولاد امیر المومنین ؛ان کی تعداد ، نام اور والدہ گرامی ، امام علیؑ کے ستائیس بیٹے بیٹیاں ذکر ہیں ان میں امام حسن و امام حسینؑ ،زینت کبری ، زینب صغری (کنیت ام کلثوم) یہ سب حضرت فاطمہ زہراء کی اولاد ہیں ، محمد کی والدہ خولہ بنت جعفر بن قیس ہیں ، عمر و رقیہ کی والدہ ام حبیب بن ربیعہ ہیں یہ دونوں جڑواں تھے ، عباس ، جعفر ، عثمان و عبداللہ یہ چاروں بھائی امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے ان کی والدہ ام البنین بنت حزام بن خالد بن ورام ہیں ، محمد اصغر کنیت ابو بکر ، عبیداللہ ، یہ دونوں بھائی امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ارمیہ ہیں ، یحیٰ اس کی والدہ اسماء بنت عمیس خشعمیہ ہیں ، پھر ام الحسین ، رملہ ، نفیسہ ، زینب صغری ، رقیہ صغری ، ام ہانی ، ام الکرام ، جمانہ ، امامہ ، ام سلمی ، میمونہ ، خدیجہ ، اور فاطمہ خدا ان سب پر رحم کرے یہ مختلف ماؤں سے ہیں۔

امام حسن مجتبیؑ کی اولاد کو صص۲۳۸ - ۲۴۰ میں بیان کیا ہے آپ کے پندرہ بیٹے بیٹیاں تھیں ،زید بن حسن اور ان کی دو بہنیں ام الحسن و ام الحسین ،ان کی ماں ام بشیر بنت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ خزرجیہ ہیں ، حسن بن امام حسنؑ کی والدہ خولہ بن منظور فزاریہ ہے ، عمرو بن حسن اور ان کے دو بھائی قاسم بن حسن و عبداللہ بن حسن ان تینوں کی والدہ ام ولد کنیز ہیں ، عبدالرحمٰن بن حسن کی والدہ ام ولد کنیز ہے ، حسین بن حسن جن کا لقب اثرم ہے ان کا بھائی طلحہ بن حسن اور بہن فاطمہ بنت حسن تینوں کی ماں ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ تیمی ہے ، ام عبداللہ ، فاطمہ ، ام سلمی ، رقیہ ، یہ امام کی بیٹیاں مختلف ماؤں سے ہیں۔

اور ص ۳۲۵ میں ذکر ہے : امام حسینؑ کی چھ بچے ہیں : علی بن حسین اکبر (زین العابدینؑ) ، آپ کی والدہ شاہ زنان بنت کسری یزدجر ہے ، علی بن حسین اصغر (علی اکبر) ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابو مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ ہیں جعفر بن حسین ،ان کی کوئی اولاد نہیں ان کی والدہ قضاعیہ ہیں ، یہ امامؑ کی زندگی میں فوت ہوئے ، عبداللہ بن حسین (علی اصغر) وہ صغیر سنی میں اپنے والد کے ساتھ شہید ہوئے ، سکینہ بنت الحسین اور آپ کی والدہ رباب بنت امرء القیس بن عدی کلبیہ معدیہ ہیں اور آہ ہی علی اصغر کی والدہ ہیں اور فاطمہ بنت الحسینؑ ،ان کی مادر گرامی ام اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ تیمیہ ہیں۔

ص۳۳۶،اسی طرح امام سجادؑ کی اولاد میں پندرہ بچے ذکر ہیں ؛ محمد باقرؑ، آپ کی والدہ عبداللہ بنت حسن بن علی ہیں ، عبداللہ ، حسن اور حسین ان کی والدہ کنیز ہیں ، زید ، عمران کی والدہ کنیز ہیں ، حسین اصغر ، عبدالرحمٰن سلیمان ان تینوں کی والدہ کنیز

ائمہ ؑ کے خصوصی اموال کا بیان

اس میں کوئی شک نہیں کہ ائمہؑ کے پاس عمومی اموال بھی موجود تھے لیکن وہ ذوات ان کو ان کے مصارف میں خرچ کرتے تھے اور اپنے ذاتی اخراجات کے لیے زیادہ تر اپنے ذاتی اموال سے استفادہ کرتے تھے اور اپنے اموال اور اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کوشاں رہتے تھے ذیل میں ان ذوات کے ذاتی اموال کا ذکر کیا جاتا ہے :

جیسا کہ امام ہادیؑ نے جواب میں فرمایا: **ما كان لابی بسبب الامامة فهو لی و ما كان غير ذلک فهو ميراث على كتاب الله و سنة نبيه**؛ وہ اموال جو مجھے اپنے والد

ہیں ، علی یہ امام سجاد کی اولاد میں سب سے چھوٹے ہیں ، خدیجہ (ان دونوں کی والدہ کنیز ہیں) محمد اصغر ان کی والدہ کنیز ہے ،فاطمہ علیہ اور ام کلثوم ان تینوں بچیوں کی والدہ بھی کنیز ہیں۔

ص۳۵۰،امام باقرؑ کی سات اولادیں ذکر ہیں امام جعفر صادق، عبداللہ بن محمد ،ان دونوں کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر ہیں ، ابراہیم و عبیداللہ یہ دونوں بچپن میں فوت ہوئے اور ان کی والدہ ام حکیم بنت اسید بن مغیرہ ثقفیہ ہیں ، علی و زینب ان کی والدہ کنیز تھیں ، ام سلمی ،ان کی والدہ کنیز ہیں۔

ص۳۷۱ ،امام صادق کے دس بچے تھے :اسماعیل ، عبداللہ ، ام فروہ ان کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی سجاد تھیں ، موسی کاظم ،اسحاق و محمد ان کی والدہ ام ولد کنیز ہیں ، عباس ، علی ، اسماء اور فاطمہ ، یہ مختلف ماؤں سے تھے۔

صص۳۹۷-۳۹۶امام کاظم کی اولاد کی تعداد میں سینتیس بیٹے بیٹیاں ذکر کی ہیں : امام علی رضاؑ ،آپ کی والدہ ام البنین عرف نجمہ ہیں ، ابراہیم ، عباس (اس نے امام رضا سے جھگڑا کیا طویل روایت کافی فضائل امام رضا میں ہے) ، قاسم مختلف کنیزوں کی اولادیں ہیں ، اسماعیل ، جعفر ،ہارون حسن ان سب کی والدہ کنیز تھی ، احمد ، محمد ، حمزہ ان کی والدہ کنیز تھی ، عبداللہ ،اسحاق ، عبیداللہ ، زید ، حسن ، حسین ، سلیمان ، یہ مختلف کنیزوں سے تھے ، فاطمہ کبری ، فاطمہ صغری ، رقیہ ، حکیمہ ، ام ابیہا ، رقیہ صغری ،ام جعفر ، لبابہ ، زینب ، خدیجہ ، علیہ ، آمنہ ، حسنہ ، بریہہ ، عائشہ ،ام سلمی ، میمونہ ،ام کلثوم ، یہ مختلف کنیزوں سے تھیں۔اسی طرح دیگر ائمہ معصومین کے اہل و عیال اور خدمتگزاروں کے بارے میں مذکورہ منابع میں رجوع کیا جائے۔

گرامیؑ سے امامت کے سبب سے ملے وہ صرف میرے اختیار میں ہیں اور جو اموال میرے والد کی شخصی ملکیت ہیں وہ کتاب وسنت نبی ﷺ کے مطابق ورثہ میں تقسیم ہونگے[1]۔

اس حدیث سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ ائمہ معصومینؑ کے پاس میراث میں ملنے والا بہت سا مال موجود تھا جسے وہ اپنے مصارف میں خرچ کرتے تھے، نبی اکرم ﷺ کے شخصی اموال کی تفصیل کتب تاریخ اسلامی میں تفصیل سے ذکر ہے اس لیے ان سب کو بیان کرنا موضوع سے خارج ہے یہاں امام ائمہ معصومینؑ کی املاک اور مزارع کو بیان کرنا کافی ہے:

امام علی ؑ کی املاک کا تذکرہ

امام علیؑ کی ملکیت میں کوفہ میں خورنق کی زمینیں تھیں اور دوسری روایت میں ہے امامؑ نے نجف سے حیرہ و کوفہ تک کی زمینیں روساء قبائل سے چالیس ہزار درہموں میں خرید کیں ،وسائل ۲ص ۸۳۳ب ۱۲،ابواب دفن۔

اسی طرح امامؑ نے مدینہ وشام کے راہ میں بنی قین کے گھروں کے پاس حرۃالرجلاء کے پاس قصیبیہ کے نام سے ملکیت خریدی دوسری جگہ ہے کہ امام علیؑ نے باغ فروخت کیا اور اس کی تمام قیمت فقراء مدینہ میں تقسیم کردی اور خود خالی ہاتھ گھر چلے آئے۔

دوسری حدیث میں ہے: عبداللہ بن حسن کا بیان ہے کہ امام علیؑ نے ہزار غلام کو اپنے ہاتھ کی کمائی سے خرید کر آزاد کیا۔

امامؑ کے اہل بصرہ سے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ امامؑ کے پاس شخصی ملکیت موجود تھی: شیخ مفید نے نقل کیا کہ ابو مخنف نے روایت کی: جب امام نے بصرہ سے جاتے ہوئے اہل بصرہ سے گفتگو کی اور فرمایا: اے اہل بصرہ مجھ پر اعتراض کیوں کرتے ہو، خدا کی قسم! یہ دو (لباس و عبا) میرے گھر والوں کی بنائی سے ہے اور فرمایا: مجھ پر کیوں تعجب کرتے ہو، خدا کی قسم! میرے ہاتھ میں جو تھیلی ہے وہ مدینہ میں میرے غلہ کا مال ہے اگر میں تمہارے پاس سے جاتا

---

[1]۔وسائل الشیعۃ ۶ص ۳۶۷ب ۲انفال ح۶۔

ہوں اور جو کچھ تم نے دیکھا اس سے زیادہ ہمراہ لے جاؤں تو میں خیانت کاروں میں سے ہوں پھر بصرہ سے چلے اور لوگوں نے آپ کو الوداع کیا۔

بکر بن عیسی کا بیان ہے کہ امام علیؑ فرمایا کرتے تھے : اے کوفہ والو! جب تم سے جاؤں اور میرے پاس گھر کے مختصر سامان ،رحل و فلاں کے سوا کچھ ہو تو خائن ہوں ،امام کی زندگی کا خرچ مدینہ میں امام کی ملکیت سے آتا تھا جو ینبع میں کھیتی باڑی کی جاتی تھی۔

امام صادقؑ کی حدیث میں ہے فرمایا: جب امام نے حکومت ہاتھ میں لی منبر پر تشریف لائے اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا: خدا کی قسم! میں نے غنیمت و خراج اور تمہارے مال سے ایک درہم بھی کم نہیں کیا جب تک میرے پاس مدینہ میں کھجور کے درخت ہیں۔

اس طرح امام علیؑ کے پاس اپنی ملکیت کے اموال موجود تھے جن سے اپنا اور اہل و عیال کا خرچ ادا کرتے تھے۔

امام حسن و حسینؑ کی املاک کا تذکرہ

امام حسنؑ کی املاک، جصاص نے روایت کی امام حسن وامام حسینؑ نے عراق میں زمین خرید کی ،امام حسن کے پاس اطراف مدینہ میں صدر نخلی کے نام سے ایک ملکیت موجود تھی۔

امام حسینؑ کے پاس بھی اپنی املاک موجود تھیں جب کربلا میں عمرو بن قرظہ انصاری کو عمر بن سعد کو بلانے بھیجا اور دو لشکروں کے درمیان ملاقات کی امام نے اس سے فرمایا: ان لوگوں کو چھوڑو اور میرا ساتھ دو اس نے کہا: یہ میرا گھر ویران کر دیں، امام نے فرمایا: میں تجھے گھر بنا دوں گا، اس نے کہا: یہ میری املاک ضبط کرلیں گے ،امام نے فرمایا: اس سے بہتر تجھے اپنی حجاز کی املاک دوں گا۔

بحرانی نے عوالم العلوم میں لکھا: امامؑ نے فرمایا: حجاز کی زمین میں بڑا چشمہ جو بغیبغہ میں میری ملکیت ہے اور معاویہ ایک لاکھ دینار اس کے لیے مجھے دینا چاہتا تھا میں نے نہیں بیچا تجھے دوں گا مگر عمر بن سعد نے قبول نہیں کیا۔

دوسری حدیث میں ہے امامؑ نے اہل نینوی اور غاضریہ سے ساٹھ ہزار درہم میں وہ زمین خرید کی اور انہیں بخش دی اور شرط کی کہ میری قبر کے زیارت کرنے والوں کی رہنمائی کریں اور تین دن تک ان کی مہمان نوازی کریں۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے : حسین بن علی نے چار فرسخ ضرب چار فرسخ خراج کی زمین سے خراج کی۔

امام حسینؑ کی ملکیت جو ذوالمرۃ و وادی القری میں موجود تھی معاویہ اس میں تصرف کرنا چاہتا تھا امام نے اس کا مقابلہ کیا ولید بن عتبہ بن ابی سفیان معاویہ کا بھتیجا مدینہ کا والی تھا، والی مدینہ نے

امام کی ملکیت پر تصرف رکنا چاہاامام نے اس کے ظلم کا مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم ! اگر مجھ پر ظلم ہوا تلوار نکالوں گا اور مسجد رسول میں کھڑا ہوں کا اور لوگوں کو اس عہد و پیمان کی طرف بلاؤں گا جو آباء واجداد نے بنایا، اسوقت عبداللہ بن زبیر اٹھا اور وہی کہا اور اضافہ کیا: سب کھڑے ہونگے اور ان کا حق وصول کریں گے حتی اس راہ میں قتل ہو جائیں، یہ دعوت دوسرے افراد جیسے مسور بن مخرقہ اور عبدالرحمٰن بن عثمان کو پہنچی سب امام کے پاس پہنچے اس کے نتیجہ میں والی کو خوف ہوا اور اپنا فیصلہ واپس لیا۔

معاویہ نے مروان بن حکم والی مدینہ کو خط لکھا کہ میں کینہ کو ختم کرنے کے لیےاور صلہ رحمی کرنے کے لیے چاہتا ہوں کہ ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر کی یزید سے شادی کراؤں، ان کو بہت زیادہ مہر کا لالچ دو مروان ان کے پاس آیا اور معاویہ کا خط پڑھا تو عبداللہ بن جعفر نے کہا: ان کا ماموں حسین بن علی ینبع گئے ہیں ان کے بغیر ہم کوئی کام نہیں کریں گے ان کے آنے تک مہلت دو، جب امام آئے اور عبداللہ نے واقعہ بیان کیا، امام ان کی بیٹی کے پاس آئے اور فرمایا: تمہارا چچا زاد قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب تمہارے لیے سب سے زیادہ مناسب ہے شاید تم زیادہ حق مہر چاہتی ہو ؟ میں بغیبغات کو تمہارے لیے حق مہر قرار دیتا ہوں ،جب معاویہ کی طرف سے شادی کی تقریب سے لوگ پہنچے اور مروان نے بات کی کہ معاویہ اس طرح صلہ رحمی کرنا چاہتا ہے تو امام نے ام کلثوم کی شادی قاسم سے کردی...اور یہ کھیتی ام کلثوم کی طرف سے عبداللہ بن جعفر کی اولادوں کے پاس تھا وہ ایکدوسرے کو میراث میں چھوڑتے پس جب ماموں کو واقعہ سنایا گیا یہ امام علی کا وقف ہے فدک ان سے لے لیا اور اس کا عوض انہیں دیا اور اسے پہلی حالت میں پلٹا دیا۔

امام سجاد و صادقینؑ کی املاک کا تذکرہ

امام سجادؑ کی املاک بھی تاریخ کی کتب میں ذکر ہیں ذی خشب میں چشمہ آپ کے پاس تھا ولید بن عتبہ بن ابو سفیان نے اسے ستر ہزار دینار میں خریدا اور ہفتہ کی رات حضرت سکینہ کی کھیتی کے پانی کے استثناء کیا گیا۔

عنابہ اطراف مدینہ میں امام سجادؑ کی سکونت تھی وہاں امام کی کھیتی تھی پھلوں کے وقت امام وہاں ٹھہرتے تھے۔

ابن شہر آشوب نے لکھا امام سجادؑ نے ایک باغ کو آباد کرنے کے لیے ایک غلام کو معین کیا اس سے سمجھا جاتا ہے کہ امام کے پاس باغ اور کھیت موجود تھے۔

امام باقرؑ کی املاک کی فہرست بھی کتب تاریخ حدیث میں بیان ہوئی ہے جن میں سے بعض کھیتی باڑی کے عنوان سے ذکر کیا جائے گا، امام صادقؑ نے فرمایا: امامؑ نے ہزار دینار میں ایک زمین ہشام بن عبدالملک کو فروخت کی اور شرط رکھی کہ دس سال تک اس مال کی زکات ہشام کے ذمہ ہو امام نے یہ شرط کی کہ ہشام والی تھا۔

دوسری حدیث میں فرمایا: میرے والدؑ نے سلیمان بن عبدالملک کو اس شرط پر زمین فروخت کی کہ چھ سال تک اس مال کی زکات سلیمان کے ذمہ ہو۔

حلبی کا بیان ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا: میرے والدؑ نے عریض نامی جائیداد خرید کی جب معاملہ تمام ہوا تو جلدی سے اٹھے اور چل پڑے میں نے سبب پوچھا تو فرمایا: میں چاہتا تھا کہ معاملہ کامل ہو جائے اور اس کو ختم کرنے کا اختیار نہ رہے۔

ان احادیث سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے کہ امام باقرؑ کے املاک موجود تھیں۔

امام صادقؑ کی ملکیت میں زمین، کھیتی اور باغ موجود تھے جن کو کھیتی باڑی کے عنوان سے بیان کیا جائے گا۔

امام کاظمؑ کی املاک کا تذکرہ

امام کاظمؑ کے پاس وسیع املاک موجود تھیں ایک دن سایہ اطراف مدینہ میں کھیتی کی زمین پر تشریف لے گئے اور سخت سرد ہوا کی وجہ سے راستہ میں کچھ دیر ٹھہرے اور وہاں ایک کھیتی پر کام کرنے والے غلام نے آپ کو غذا اور گرم لباس دیئے امامؑ نے سفر کے بعد اس غلام کو اس کے مالک سے خرید کیا اور اسے آزاد کر دیا یہ تفصیلی واقعہ تاریخ کی کتابوں میں ذکر ہے۔

دوسری کھیتی کے بارے میں لکھا ہے کہ محمد بن عبداللہ بکری کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ کے بعض لوگوں سے قرض لینا تھا مدینہ آیا اور بڑی کوشش کی مگر اپنا حق نہ لے سکا بالآخر امام کاظم سے شکایت کی امام اپنی کھیتی بنام نقمی میں موجود تھے آپ کے پاس ایک غلام تھا جس نے ایک برتن لیا ہوا تھا جس میں گوشت کا بھنا ہوا بڑا ٹکڑا موجود تھا، میں نے امامؑ کے ساتھ گوشت کھایا پھر امام نے مجھ سے آنے کا سبب پوچھا میں نے قصہ بیان کیا امام گھر گئے اور کچھ دیر کے بعد غلام کو حکم دیا چلا جائے پھر امام نے تین سو دینار کی تھیلی مجھے دی اور لوٹ گئے اور میں سوار ہو کر چلا آیا۔

دوسری حدیث میں ہے: علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ ایک دن امام موسی کاظمؑ مدینہ سے باہر اپنی ایک کھیتی کی طرف جا رہے تھے اور میں بھی ساتھ تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ معصومینؑ کی ذاتی ملکیت میں املاک اور کھیتیاں موجود تھیں جنہیں وہ ذوات ان میں دوسرے لوگوں کی مانند کام کرتے اور ان کے محصولات سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا خرچ اخراجات پورا کرتے اور ضرور تمندوں کی مدد کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ اور اہل بیت ؑ کے اوقاف

نبی اکرم ﷺ اور ائمہ معصومینؑ نے فقراء اور ضرور تمندوں اور ان کی آئندہ نسلوں کی مدد کرنے کے لیے بہت سے صدقات اور موقوفات کو اپنے ذاتی املاک اور جائیدادوں میں سے معین کیا ان ذوات کی زندگی کا یہ روشن باب ان کے ماننے والوں کے لیے بہترین نمونہ ہے ،ائمہؑ نے نہ فقط وقف کی تاکید و تشویق دلائی بلکہ خود بھی بہت سی جائیدادیں وقف کیں ،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ معصومینؑ کے پاس اپنے ذاتی اموال و جائیدادیں موجود تھیں اس سے ضرور تمندوں کی مدد کیلئے اقدام فرمایا کیونکہ وقف کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ وقف کرنے والے کی ملکیت ہو جیسا کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ سے شام کے راستہ میں غابہ کے مقام پر ایک کنویں پر پہنچے مسلمانوں نے کہا: اے خدا کے رسول! اس کنویں کو لے لیں؟

فرمایا: نہیں، کوئی اسے خریدے اور اس کو صدقہ کرے، طلحہ بن عبیداللہ نے اسے خریدار اور وقف کیا، پس ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی کا مال غصب کرے اسے وقف کر دیا جائے ،وقف خدا کے تقرب کا ذریعہ ہے اگر وقف کا مال حرام و غصب ہو تو اس سے ہر گز تقرب حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ امام صادقؑ کے زمانہ میں ایک شخص روٹیاں اور پھل چوری کرتا اور غریبوں میں تقسیم کر دیتا امام نے اسے نصیحت کی مگر اس کو سمجھ نہیں آئی تو امام نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا خدا صرف متقی و پرہیز گاروں سے قبول کرتا ہے۔

امام باقرؑ نے فرمایا: دھوکہ دہی، سود، خیانت اور چوری کا مال زکات، صدقہ و وقف، حج و عمرہ میں قبول نہیں ہے۔

اسی طرح دیگر روایات کافی کتاب معیشت باب المکاسب الحرام میں موجود ہیں۔

وقف کے ذریعہ عمومی ضروریات کو مستقل منابع سے پورا کرنے کی سبیل کی گئی ہے جس سے علم و دانش اور دینی مراکز کے اخراجات حاصل ہوتے ہیں اسلام نے اس طریقہ سے لوگوں کو اپنے ذاتی اموال کے کچھ حصہ کو ضرور تمندوں کیلئے وقف کرنے کی تاکید کی۔

مرنے کے بعد ثواب ملنے کی راہیں

امام صادقؑ کی حدیث میں ہے: جو شخص اس دنیا سے گزر جاتا ہے اسے کوئی نہیں پہنچتی مگر یہ کہ اس نے پہلے تیں چیزیں چھوڑی ہوں: نیک کام جس کا اثر اس کے بعد باقی رہے۔ سنت حسنہ جو لوگوں میں رواج پیدا کرے اور لوگ اس پر عمل کریں۔ فرزند صالح جو اس کے لیے دعا کرے۔

دوسری حدیث میں چھ چیزیں ذکر ہیں:

نیک اولاد جو اس کے لیے مغفرت کی دعاء کرے، جو قرآن اس نے چھوڑا اور اسے پڑھا جائے۔

جو درخت کاشت کرے، جو کنواں ایجاد کرے، پانی کا چشمہ راہ خدا میں جاری کرے۔

نیک طریقہ جس پر لوگ عمل کرتے رہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوقاف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخیّریق یہودی عالم تھا جب نبی اکرم جنگ احد کے لیے جارہے تھے ہفتہ کا دن تھا مخیّریق نے اپنے ساتھیوں سے کہا: محمد نبی ہیں اور ان کی مدد کرنا تم پر واجب ہے انہوں نے ہفتہ کا دن ہونے کا بہانہ کیا وہ نبی اکرم کے ساتھ آیا اور جنگ میں شہید ہوگیا اس نے وصیت کی تھی اگر قتل ہو جاؤں تو میرے اموال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہیں، آپ انہیں خدا کی راہ میں خرچ کریں آپ نے انہیں وقف کردیا۔

مخیّریق کے پاس سات کھیت تھے: میثب، صافیہ، دلال، حسنی، برقہ، اعواف، مشربہ ام ابراہیم جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کی والدہ تھیں اور وہیں رہتی تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آتے تھے۔

مخیّریق کا واقعہ وصیت و شہادت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں وقف کرنا اور ان پر گزرنے والے سیاسی حالات تاریخ وحدیث کی کتابوں میں تفصیل سے ذکر ہیں، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقات فریقین کی کتابوں میں بہت زیادہ ہیں۔

امام علی ؑ کے اوقاف

نبی اکرم ﷺ کے بعد امیر المومنینؑ نے بہت سے اپنے ذاتی اموال کو اہل اسلام کے ضرور تمندوں کے لیے وقف کیا جو آپ نے کھیتی وغیرہ کے ذریعہ کمائے تھے بعض کو کھیتی کے عنوان سے ذکر کیا جائے گا۔

عبدالرحمٰن بن حجاج کا بیان ہے کہ یہ وصیت نامہ امام ابو ابراہیم موسی کاظمؑ نے مجھے بھیجا یہ وصیت و حکم بندہ خدا علی نے اپنے مال کو رضای خدا کے لیے کیا ہے تاکہ خدا مجھے جنت میں داخل کرے جس دن کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ ہونگے مجھے جہنم کی آگ سے دور کرے جو ینبع میں میری املاک ہیں اور ینبع کے اطراف میں میرا مال معروف ہے سب وقف ہیں جو غلام ان جائیدادوں میں ہیں وہ آزاد ہیں سوائے ابی نیزر، ابو رباح و جبیر، بقیہ انہی زمینوں میں پانچ سال کام کریں اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے اخراجات پورے کریں اور جو وادی القری ہے وہ اولاد فاطمہ کے ساتھ مختص ہے اور جو غلام وادی القری میں ہیں وقف ہے اور جو ذعہ میں ہیں وہاں کے غلاموں کے ساتھ وقف ہیں اور دوسرے غلاموں کی طرح ان املاک میں کام کریں اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے اخراجات پورے کریں اور جو اذینہ میں ہے وہاں کے غلاموں کے ساتھ وقف ہیں۔

قصیرہ بھی اسی طرح وقف ہے۔

جو کچھ میں نے اپنے اموال کے بارے میں لکھا اس طرح صدقہ واجب ہے کوئی اس کو ختم نہیں کر سکتا اور اس کو بیچا نہیں جا سکتا اور کسی کو بخشا نہیں جا سکتا اور اسکی شرائط کو نہیں بدلا جا سکتا اور ذاتی ملکیت سے خارج ہے چاہے میں زندہ ہوں یا فوت ہو جاؤں، جہاں خدا راضی ہو

ان کو خرچ کیا جائے ، پھر وقف اور متولی کی شرائط میں فرمایا: حضرت محمد،خدا کے رسول ﷺ کا مال جیسا کہ خود انہوں نے مقرر کیا حضرت فاطمہؑ کی اولاد کا مال ہے اسی طرح حضرت فاطمہؑ کے اولا اور غلام جن کا چھوٹے کاغذ پر نام لیا گیا ہے وہ سب غلامی سے آزاد ہیں ان اوقاف کی سرپرستی حسن بن علی کے پاس ہے اور انہیں حق ہے کہ اپنے عمومی اخراجات ان املاک کی آمدنی سے پورا کریں اور خدا کی مرضی کے مطابق خرچ کریں اگر قرض ہو تو ان املاک میں سے کچھ کو فروخت کر کے ادا کریں اور علی کی اولاد کی سرپرستی حسن کی ہاتھ میں ہے اگر حسن بن علی وقف کے علاوہ کسی گھر میں ساکن ہوں وقف کے گھر کو بیچ سکتے ہیں اور رقم کا ایک سوم بنی ہاشم و بنی مطلب اور ایک سوم آل ابی طالب کو دیں اور ایک سوم کو خدا کی راہ میں خرچ کریں اگر حسن کو کوئی حادثہ پیش آئے تو انہی کی طرح حسین سرپرست ہوں گے اور وہی امتیاز جو اولاد فاطمہ کے لیے قرار دیا رضای خدا اور رسول خدا کے احترام کی حفاظت کے لیے ہوگا اور اگر حسین سے کوئی حادثہ پیش آئے علی کی اولاد میں سے جس کا اسلام وامانت مقبول ہو سرپرستی کے لیے معین ہو،اگر ایسا شخص پیدا نہ ہو حضرت فاطمہ کے بیٹوں کی اولاد سے ایسے شخص کو انتخاب کریں اور اگر نہ ہو تو آل ابی طالب سے انتخاب کریں،اس وصیت نامہ کو خدا کی رضاو خوشنودی کے لیے مسکن (کوفہ میں ایک مقام) پر وارد ہونے کے دن میں لکھا۔

امام علی ؑ کے دیگر اوقاف

امام علیؑ نے وہ گھر جو بنی زریق میں تھا وقف کر دیا امام صادقؑ نے بیان فرمایا: خدا کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، یہ علی بن ابی طالب نے جب کہ وہ زندہ و کامل ہیں صدقہ کیا ہے،اپنے اس گھر کو وقف کیا جو بنی زریق میں ہے،ایسا صدقہ جسے بیچا نہیں جاسکتا اور ہبہ نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ آسمان وزمین کا وارث خدا اس کو پالے اس گھر میں اپنی خالہ کو سکونت دی جب تک وہ خود یا ان کی اولاد زندہ ہیں جب وہ فوت ہوں تو ضرورتمند مسلمانوں کے لیے ہے۔

امام علیؑ کے دیگر موقوفات یوں بیان ہوئے ہیں: سویقہ، مدینہ کے قریب ایک جگہ جہاں آل علی ساکن تھے۔

آپ نے مصر میں اپنی زمین اور گھر مدینہ میں اموال کے ساتھ اولاد پر وقف کی۔

فقیر و وادی ترعہ امام علیؑ کے موقوفات میں سے ہے، فقیر مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے امام صادق سے روایت ہے نبی اکرم نے چار زمینیں امام علیؑ کو ہدیہ کیں: فقیرین، بئر قیس، شجرہ۔

حرۃ الرجلاء املاک کی بحث میں گزر چکا کہ وہ امام علیؑ کے صدقات میں شامل ہے اسکا آدھا وقف تھا اور دوسرا نصف جو بنی عدی کے آل مناع کے پاس تھا امام علی نے انہیں ہدیہ کیا تھا۔

پھر حرۃ الرجلاء میں بیضاء کے نام سے ایک درّہ جس میں کھیتیاں اور خالی زمینیں تھیں امام کے اوقاف میں سے ہے۔

قصیبہ خیبر و مدینہ منورہ کے قریب امام کا وقف تھا۔

حرۃ الرجلاء میں امام علیؑ کے چار کنویں صدقات علی میں سے ہیں جنہیں ذات کمات کہتے ہیں۔

اسی طرح ذوات العشراء، قعین، معید، اور رعوان کے عنوان سے کنویں بھی امام علیؑ کے موقوفات ہیں۔

اور امام علیؑ کی نہج البلاغہ خط ۲۴ میں ان موقوفات کی سرپرستی کے حوالہ سے وضاحت موجود ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمہ زہراؑ کے اوقاف کو فریقین کے علماء نے تفصیل سے ذکر کیا ہے اور معتبر روایات میں حضرت فاطمہ زہراؑ کے وقفنامے منقول ہیں اور امام حسینؑ و امام صادقؑ و کاظمؑ کے اوقاف کی تفصیل بھی کتب حدیث میں موجود ہے۔

اہل بیتؑ کی محنت و مشقت کے نمونے

اب تک میراث اور جائیدادوں کے حوالہ سے اہل بیتؑ کے ذاتی اموال کی بحث ہو چکی ہے جبکہ اہل بیتؑ نے محنت و مشقت کے ذریعہ بہت زیادہ اموال کسب کئے اور ان کو اپنے اخراجات اور ضرورتمندوں کی مدد میں خرچ کیا ہے، اس طرح یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ جیسے اہل بیت نے دوسروں کو محنت مزدوری کرنے اور حق حلال کی روزی کمانے کی تاکید کی اس طرح عملی طور پر خود بھی اس مقدس پیشہ کو اپنایا اور حق حلال کی روزی کماتے تھے ائمہ معصومینؑ جنہیں امت وسط قرار دیا گیا اور فرمایا: اور جو (مال) اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر، البتہ دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر اور احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد نہ کر یقینا اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور حلال کی روزے کمانے والوں کو خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی مانند قرار دیا گیا ہے جیسا کہ کافی کتاب معیشت میں مستقل ابواب موجود ہیں ان کی روایات کی طرف رجوع کیا جائے اور ان میں سست و کاہل افراد کی مذمت کی گئی ہے۔ جیسا کہ کافی کتاب المعیشت کی پہلی روایت سے ظاہر ہے۔

صوفی گری اور ترک کسب و کار کی مذمت

امام صادق ؑ کے بہترین سفید لباس پر ثوری کے اعتراض کا جواب[۱]

مسعدہ بن صدقہ کا بیان ہے کہ سفیان ثوری امام صادقؑ کے پاس حاضر ہوا اور آپ پر بہترین سفید رنگ کے کپڑے دیکھے تو کہنے لگا: یہ لباس آپ کے شایان شان نہیں ہے۔

امام نے فرمایا: جو کچھ میں کہتا ہوں سنو اور یاد رکھو کہ یہ تیرے لیے دنیا وآخرت میں بہتر ہو گا اگر تو سنت و حق پر مرے اور بدعت پر نہ مرے میں تجھے بتاتا ہوں کہ نبی اکرم فقر و فاقہ کے دور میں تھے (اس لیے سادہ و معمولی لباس پر اکتفاء کرتے تھے) لیکن جب دنیا کی فراوانی ہو تو نیکو کار ، مومنین اور مسلمان ہی اس کے زیادہ حق دار ہیں نہ فاسق و فاجر، منافقین اور کافر و مشرک۔

اے ثوری جس کو تو نے برا سمجھا خدا کی قسم ! جو کچھ تو دیکھ رہا ہے اس کے باوجود جب سے میں نے ہوش سنبھالا مجھ پر کوئی صبح شام نہیں گزری مگر یہ کہ میرے مال میں خدا کا کوئی حق ہو تو جہاں اس نے خرچ کرنے کا حکم دیا میں نے اس کو وہیں خرچ کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کے پاس ایسے لوگوں کا ایک گروہ آیا جو زہد و پرہیز گار کا اظہار کرتے اور لوگوں کو اپنی طرح بدحالی کی دعوت دیتے وہ آپ سے کہنے لگے: ہمارا ساتھی تو آپ سے بحث کرنے میں عاجز آگیا کیونکہ اس کو اپنی تمام دلیلیں ذہن میں نہیں۔

امام نے ان سے فرمایا: اپنی دلیلیں پیش کرو، وہ کہنے لگے: ہماری دلیلیں خدا کی کتاب سے ہیں۔

---

[۱] ۔روایت کے معنی کو واضح کرنے کے لیے مناسب عناوین قائم کئے گئے ہیں۔

امام نے فرمایا: پس انہیں پیش کرو کہ وہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

کہنے لگے: اللہ تبارک و تعالی نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک گروہ کے بارے میں خبر دی: [اور (یہ فئے ان کے لیے بھی ہے) جو پہلے سے اس گھر (دارالہجرت یعنی مدینہ) میں مقیم اور ایمان پر قائم تھے، وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ انہیں (مہاجرین کو) دے دیا گیا اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی خلش نہیں پاتے[1]] اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود محتاج ہوں اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں۔

اور دوسری جگہ فرمایا: [جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی ہر طرف پھیلی ہوئی ہو گی] اور اپنی خواہش کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں، [(وہ ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ (کی رضا) کے لیے کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ تو کوئی معاوضہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکر گزاری... اور ان کے صبر کے عوض انہیں جنت اور ریشمی لباس عنایت فرمائے گا ... یقینا یہ تمہارے لیے یہ تمہارے لیے جزا ہے اور تمہاری یہ محنت قابل قدر ہے]۔

(پھر صوفی کہنے لگے:) ہم اسی مقدار پر اکتفاء کرتے ہیں (ورنہ اس مطلب کی دلیلیں اور بھی ہیں)۔

محکم و متشابہہ کا علم

موجود افراد میں سے ایک شخص نے کہا: ہم تمہیں دیکھتے ہیں کہ تم بہترین کھانوں سے پرہیز کا اظہار کرتے ہیں لیکن لوگوں کو حکم دیتے ہو کہ وہ اپنے اموال نکالیں تاکہ تم ان سے استفادہ کر سکو۔

---

[1]۔ آیت کے سیاق کو واضح کرنے کے لیے زائد حصہ کے ترجمہ کو [ ] میں ذکر کیا ہے۔

امام صادق نے اس سے فرمایا: جو باتیں تمہیں فائدہ نہیں دیتیں ان کو چھوڑ دواے گروہ مجھے بتاو کیا تم قرآن کے ناسخ کو اس کے منسوخ سے پہچانتے ہو ،اور اس کے محکم سے متشابہہ کو جانتے ہو کہ ایسی باتوں کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہوئے اور اس امت میں سے بہت سے لوگ ہلاک ہوئے۔

وہ آپ سے کہنے لگے: کچھ تو جانتے ہیں لیکن سب نہیں جانتے۔

امام نے ان سے فرمایا: یہاں سے تم پر مصیبت پڑی ہے ، اسی طرح نبی اکرم کی احادیث بھی ہیں (کہ ان میں ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہہ پایا جاتا ہے)۔

جو تم نے ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ان لوگوں کے بارے میں ہمیں خبر دی اور ان کے اچھے کاموں کا ذکر کیا تو یہ مباح و جائز کام ہے ،اس سے ان کو منع نہیں کیا گیا اور ان کا ثواب اللہ تعالی کے پاس ہے لیکن چونکہ اللہ تعالی نے ان کے عمل کے خلاف ہمیں حکم دیا ہے تو اس کا یہ حکم ان کے فعل کے لیے ناسخ ہوگا اور اللہ تعالی نے مومنین پر اپنی رحمت کی وجہ سے یہ نہی اور منع کی ہے تاکہ وہ اپنے آپ پر اور اپنی اہل و عیال پر ضرر وارد نہ کریں کہ ان میں کچھ ضعیف و کمزور ، کم سن صغیر بچے ، اور سن رسیدہ بوڑھے اور بوڑھیاں ہیں جو بھوک پر صبر نہیں کر سکتے اگر میں اپنی روٹی کی ٹکیہ صدقہ کر دوں اور میرے پاس اس کے سوا روٹی نہ ہو تو وہ بھوک سے ضائع اور ہلاک ہو جائیں گے اسی لیے نبی اکرم نے فرمایا: پانچ کھجوریں، یا پانچ روٹیاں یا دینار یا درہم جو انسان ملکیت میں رکھتا ہو اور وہ انہیں خرچ کرنا چاہتا ہو تو افضل و بہتر یہ ہے ک ہ وہ انہیں اپنے والدین پھر اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال پھر تیسرے مرتبہ میں رشتہ دار فقراء پھر چوتھے مرتبہ میں پڑوسی فقراء، پانچویں مرتبہ میں راہ خدا میں خرچ کرے کہ اجر و ثواب کے اعتبار سے یہ سب سے کمتر درجہ ہے۔اور جب انصاری نے اپنی وفات کے وقت اپنے پانچ یا چھ غلام آزاد کر دیئے اور اس کے پاس ان کے علاوہ کچھ نہیں تھا جبکہ اس کے کم سن بچے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا؛ اگر تم مجھے اس کے معاملہ کی خبر دیتے

تو میں تمہیں اجازت نہ دیتا کہ تم اسے مسلمانوں کے ساتھ دفن کرو وہ کم سن بچوں کو اس طرح چھوڑ کے جاتا ہے کہ وہ لوگوں سے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔

بندگان خدا کو حکم الٰہی

پھر فرمایا: میرے والد گرامی نے مجھے خبر دی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کی پرورش کرتے ہو اس سے شروع کرو قریبی سے قریبی رشتہ دار کی طرف پھر یہ کتاب خدا تمہاری بات کی رد میں بول رہی ہے اور خدا کے فرض کی خبر دیتی ہے فرمایا: [اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین میں (فروتنی سے) دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے گفتگو کریں تو کہتے ہیں: سلام] اور یہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں بلکہ ان کے درمیان اعتدال رکھتے ہیں۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالی تمہاری نظریہ کے خلاف حکم دیتا ہے جس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہوئے میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیں اور جس بات کی تم لوگوں کو دعوت دیتے ہو اس کو خدا نے اسراف و تجاوز کا نام دیا ہے اور کتاب خدا کی کئی آیات میں فرماتا ہے: [اے بنی آدم! ہر عبادت کے وقت اپنی زینت (لباس) کے ساتھ رہو اور کھاؤ اور پیو مگر اسراف نہ کرو]، اللہ اسراف کرنے والوں کو یقینا دوست نہیں رکھتا، [کہد یجیے: اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق کو کس نے حرام کیا؟ کہد یجیے: یہ چیزیں دنیاوی زندگی میں بھی ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو خالصتاً انہی کے لیے ہوں گی ہم اہل علم کے لیے آیات کو اس طرح کھول کر بیان کرتے ہیں، کہد یجیے: میرے رب نے علانیہ اور پوشیدہ بے حیائی کے ارتکاب، گناہ، ناحق زیادتی اور اس بات کو حرام کیا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کے لیے اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرو جنہیں تم نہیں جانتے[1]]۔

---

[1] آیات کے سیاق و سباق کو واضح کرنے کے لیے زائد معنی کو [ ] میں ذکر کیا گیا ہے یہی روش اس تحقیق میں جاری ہے۔

غیر مقبول الدعاء افراد کی تعیین

پس انے انہیں اسراف و فضول خرچی سے منع کیااور کنجوسی سے بھی روکا بلکہ ان دونوں کے درمیان راہ اعتدال کا حکم دیا پس جب کوئی شخص اپنے پاس سب کچھ خرچ کردے پھر خدا سے دعا کرے کہ وہ اسے رزق دے تو اسکی دعا قبول نہ ہوگی اس حدیث کی وجہ سے جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ میری امت کے کچھ گروہوں کی دعا قبول نہ ہوگی:

۱۔وہ شخص جو اپنے والدین کے خلاف دعا کرے۔

۲۔اور وہ شخص جو مقروض کے خلاف دعا کرے جو اس کا مال لے گیااور اس نے اس کو اس پر نہیں لکھااور نہ گواہی قائم کی۔

۳۔اور وہ شخص جو اپنی بیوی کے خلاف دعا کرے حالانکہ اللہ تعالی نے اس سے نجات کا اختیار اس کے ہاتھ میں دیا ہے۔

۴۔اور وہ شخص جو گھر میں بیٹھ جائے اور کہے: خدایا! مجھے رزق و روزی دے اور کمائی کے لیے نہ نکلے اور رزق کی تلاش نہ کرے تو اللہ تعالی فرماتا ہے: اے میرے بندے! کیا میں نے صحیح و سالم اعضاء کے ساتھ تیرے لیے طلب و تلاش اور زمین میں سفر کی راہ قرار نہیں دی کہ تو میرے حکم کی پیروی کے سبب تلاش میں کوئی عذر نہیں رکھتا اور تاکہ تو اپنے اہل پر بوجھ نہ ہو اگر چاہوں تو تجھے رزق دوں اور اگر چاہوں تو تجھ پر تنگی کروں اور تو میرے نزدیک قابل عذر ہے۔

۵۔اور وہ شخص کہ جسے اللہ تعالی نے بہت زیادہ مال دیا پس اس نے خرچ کردیا پھر دعا کرنے لگا: اے خدا! مجھے رزق دے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کیا میں نے تجھے وسیع رزق نہیں دیا تو تو نے میرے حکم کے مطابق میانہ روی اختیار کیوں نہ کی اور کیوں تو نے اسراف کیا حالانکہ میں نے تجھے اسراف و فضول خرچی سے منع کیا۔

۶۔اور وہ شخص جو قطع رحمی میں دعا کرے۔

نبی اکرم ﷺ کے خرچ کا طریقہ

پھر اللہ تعالی نے اپنے نبی پاک ﷺ کو خرچ کرنے کے طریقہ کی تعلیم دی کہ جب ان کے پاس سونے کے اوقیہ یعنی چالیس درہم تھے آپ کو ناپسند ہوا کہ وہ رات کو آپ کے پاس ہوں پس آپ نے صدقہ کر دیا جب صبح کی تو آپ کے پاس کچھ نہیں تھا اور آپ سے مانگنے والا آیا تو آپ کے پاس دینے کو کچھ نہیں تھا تو سوالی نے برا محسوس کیا اور دینے کو کچھ نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو بھی دکھ ہوا کیونکہ آپ رحم دل اور نرم مزاج تھے تو اللہ تعالی نے اپنے نبی پاک کو اپنے امر کے ذریعہ ادب دیا اور فرمایا: اور نہ تو آپ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھ کر رکھیں اور نہ ہی اسے بالکل کھلا چھوڑ دیں ورنہ آپ ملامت کا نشانہ اور تہی دست ہو جائیں گے۔

خدا تعالی فرماتا ہے کہ لوگ تجھ سے سوال کرتے ہیں اور تجھ سے نہ دینے کا عذر قبول نہیں کرتے پس جب تم نے سب مال دے دیا تو ملامت کا نشانہ بنیں گے۔

پس یہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث ہیں جن کی کتاب خدا تصدیق کرتی ہے اور کتاب خدا کی تصدیق اس کے اہل یعنی مومنین کرتے ہیں۔

خلیفہ اول کی وفات کے وقت وصیت [1]

خلیفہ اول نے اپنی موت کے وقت کہا جب ان سے کہا گیا: وصیت کریں تو کہا: میں پانچویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں اور پانچواں حصہ بہت زیادہ ہے کہ اللہ تعالی پانچویں حصہ سے راضی ہوتا ہے پس اس نے پانچویں حصہ کی وصیت کی حالانکہ اللہ تعالی نے موت کے وقت تیسرے حصہ کا اختیار اسے دیا تھا اور اگر اسے علم ہوتا کہ تیسرا حصہ اس کے لیے بہتر ہے تو اس کی وصیت کرتے۔

سلمان و ابوذر کا طریقہ

پھر تم ان کے بعد فضیلت وزہد و تقوی میں سلمان وابوذر کو جانتے ہو سلمان کا طریقہ یہ تھا کہ جب انہیں عطیہ دیا جاتا تو وہ اپنی سال کا خرچ جمع کر لیا کرتے یہاں تک کہ آئندہ سال انہیں عطیہ ملتا، ان سے کہا گیا: اے بندہ خدا! آپ تو زہد و تقوی کے باوجود یہ کرتے ہیں حالانکہ آپ کو علم نہیں شاید آج یا کل فوت ہو جائیں؟ وہ جواب میں کہا کرتے: تمہیں کیا ہے کہ تم باقی رہنے کی امید نہیں رکھتے جیسا تم فناء ہونے کا خوف رکھتے ہو۔

اے جاہلو! کیا تم نہیں جانتے کہ نفس کبھی اپنے مالک سے سستی کرتا ہے جب اس کے پاس زندگی کی ضروریات نہ ہوں جن پر وہ اعتماد کرے جب اس کی زندگی کی ضروریات کا یقین ہو جائے تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے۔

اور ابوذر کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں تھیں جن کو دوہتے اور ان میں سے کچھ کو ذبح کرتے جب ان کے گھر والوں کو گوشت کی ضرورت ہوتی یا مہمان آتا یا جس پانی پہ ہوتے اور وہاں کے باشندوں کی ضرورت کو دیکھتے تو ان کے لیے اونٹ یا بکریاں ان کی گوشت کی ضرورت

---

[1] ۔ایسی احادیث میں ایسے موارد کا پایا جانا بعید نہیں پھر مد مقابل کے لیے اس کے حلقہ احباب کا ذکر بھی بھلا ہوتا ہے اور صوفی گروہ کے لیے ان کے مقتدی کا ذکر کر کے ان کو حقیقت کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی اگرچہ اس میں دوسری جہت سے اشکال ہے۔

کے مطابق نحر یا ذبح کرتے اور ان میں بانٹ دیتے اور ان میں سے ایک حصہ اپنے لیے لے لیتے اور ان پر زیادہ نہیں لیتے تھے اور ان سے بڑھ کر زہد و تقویٰ میں کون ہے اور ان کے بارے میں رسول اکرم نے بہت کچھ مدح فرمائی اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کے پاس کچھ نہ ہو جیسا کہ تم لوگوں کو حکم دیتے ہو وہ اپنے مال و متاع چھوڑ دیں اور اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال پر دوسروں کو ترجیح دیں۔

خدا کے احکام کے نسخ کا دوسرا نمونہ

اور جان لو اے گروہ! میں نے اپنے والد گرامیؑ سے سنا کہ انہوں نے اپنے والد گرامی کے واسطہ سے اپنے آباءؑ سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن فرمایا: میں کسی چیز سے اتنا تعجب نہیں کرتا جتنا اس مومن سے تعجب کرتا ہوں کہ اگر اس کے جسم کو دنیا میں قینچی سے کاٹا جائے تو وہ اس کے لیے بہتر ہو اور اگر وہ زمین کے مشرق و مغرب کے درمیان سب کچھ کا مالک ہو تو اس کے لیے بہتر ہو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کرتا ہے وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ کاش میں جانتا کہ جو کچھ آج میں نے تمہیں وضاحت دی تم میں موثر ہوئی یا مزید بیان کروں؟!

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء سے مومنین پر فرض کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص مشرکین کے دس افراد کے ساتھ جنگ کرے اور اس کے لیے حق نہیں کہ وہ پشت پھیرے اور جو شخص ان سے پشت پھیرے تو اس کے لیے جہنم ہے پھر ان پر اپنی رحمت کی وجہ سے انہیں ان کے حال سے پھیر دیا اور ان میں سے ایک شخص مشرکین کے دو افراد کے ساتھ لڑنے لگا یہ مومنین پر اللہ تعالیٰ کی معافی ہے پس دو افراد سے لڑنے کے حکم نے دس سے لڑنے کا حکم منسوخ کر دیا۔

اور مجھے قاضیوں کے بارے میں بتاؤ کیا وہ ظالم و ستمگر ہیں جب وہ کسی شخص کے خلاف حکم کرتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی کا خرچ و اخراجات ادا کرے جب وہ کہے: میں زہد و پرہیزگاری پر

ہوں اور میرے پاس کچھ نہیں ہے ؟ اگر تم کہو: وہ ظالم ہیں تو اہل اسلام تمہیں ظالم و ستمگر قرار دیں گے اور اگر کہو کہ وہ عادل ہیں تو تم نے اپنی دلیل سے مخالفت کی۔

اور اسی طرح تم جب کوئی وفات کے وقت اپنے مال کے ایک تہائی حصہ سے زیادہ مساکین کے لیے صدقہ قرار دے تو تو اس زائد مقدار کو صدقہ سے پلٹا دیتے ہو۔

واجبات مالی کا مصرف

اور مجھے بتاو کہ اگر سب لوگ تمہاری طرح زہد و تقوی کا لبادہ اوڑھ لیں انہیں دوسروں کے مال و متاع کی ضرورت نہ ہو تو قسم و نذر کفارے، سونا چاندی اور کھجور و کشمش وغیرہ چیزیں جن میں زکات واجب ہے جیسے اونٹ ، گائے و بھیڑ بکریاں وغیرہ تو ان کی واجب زکات و صدقات کس پر خرچ ہو جب ایسا ہو جیسا تم کہتے ہو تو کسی کو سزاوار نہیں کہ وہ دنیا کا کوئی مال و متاع نہ روکے مگر اسے پیش کردے اگرچہ اسے اس کی شدید ضرورت ہو تو تم نے بہت برا حکم لگایا اور لوگوں کو کتاب خدا اور سنت نبی اور آپ کی ان احادیث سے جہالت و نادانی پر ابھارا جس کی تصدیق خدا کی نازل کردہ کتاب کرتی ہے کہ تم نے اپنی جہالت کی وجہ سے انہیں رد کردیا اور قرآن کے عجائب و لطیف معانی میں غور و فکر کو چھوڑ دیا جس میں ناسخ منسوخ کی تفسیر کرتا ہے اور محکم متشابہہ کی اور امر و نہی کی تفسیر کرتا ہے۔

انبیاءؑ کی حکومتوں کا تذکرہ

اور مجھے خبر دو کہ حضرت سلیمان بن داوڈؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو جب انہوں نے اللہ تعالی سے ایسی حکومت کا سوال کیا جو انکے بعد کسی کے لیے نہ ہو پس اللہ تعالی نے ان کو عطا فرمایا جبکہ وہ حق بولتے اور حق پر عمل کیا کرتے تھے پھر ہم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالی نے ان کی عیب جوئی کی ہو اور نہ کسی مومن نے ان پر اس بات کا عیب لگایا۔

اور داود نبی ان سے پہلے اپنی حکومت اور عظیم سلطنت میں معروف ہیں۔

پھر حضرت یوسف نبیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو جب انہوں نے مصر کے بادشاہ سے کہا: مجھے زمین کا خزانہ دار بنادو کہ میں نگہبان اور علم رکھنے والا ہوں پس انہوں نے بادشاہ کی مملکت اور اس کے ارد گرد یمن تک کا کنٹرول اختیار کیا اور لوگ اپنے فقط سالی کے لیے ان سے اناج لایا کرتے تھے اور وہ حق کہتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔

پھر ذوالقرنین خدا کے محبوب بندے تھے اللہ تعالی ان سے محبت کرتا اور اس کے لیے اسباب مہیا کئے اور انہیں زمین کے مشرق و مغرب پر حکومت دی اور وہ حق کہتے اور اس پر عمل کرتے ھتے پھر ہم کسی کو نہیں دیکھتے کہ اس وجہ سے ان پر عیب جوئی کریں۔

پس اے گروہ اللہ کے مومنین کو سکھائے ہوئے آداب اپناو اور خدا کے امر و نہی پر انحصار کرو اور جن باتوں کا تمہیں علم نہیں اور ان کا معاملہ تم پر مشتبہہ ہے ان کو چھوڑ دو اور ان کا علم ان کے اہل کی طرف پلٹا دو تاکہ اجر و ثواب کے مستحق بنو اور خدا کے نزدیک تمہارا عذر قبول ہو اور قرآن کریم کے ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہہ اور اس کے حلال و حرام کا علم حاصل کرو اور کہ یہ تمہیں خدا کے زیادہ قریب کرے گا اور تمہیں جہالت سے دور کرے گا اور جہالت کو اس کے اہل کے لیے چھوڑ دو کہ جاہل بہت زیادہ ہیں اور اہل علم و دانش کم ہیں اور اللہ تعالی نے فرمایا: ہر علم والے کے اوپر بھی عالم ہوتا ہے۔

کام کرنا انبیاءؑ کی سیرت ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

امام علیؑ کی محنت مشقت کے واقعات

امام علیؑ کی محنت مشقت کے واقعات فریقین میں بہت زیادہ معروف ہیں ان میں سے بعض کو ذکر کیا جاتا ہے:

آپ دوسروں کی طرح حلال روزی کی تلاش میں کام پر جایا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ ایک دن میں مدینہ میں بہت بھوک محسوس کر رہا تھا کام کی تلاش میں مدینہ سے باہر گیا، دیکھا کہ ایک عورت نے مٹی جمع کی ہے اور پانی ڈالنا چاہتی ہے میں اس کے پاس گیا اور ہر ڈول پانی کے

بدلے ایک کھجور مزدوری معین ہوئی میں نے سولہ ڈول پانی لایا اور کھجوریں لیکن نبی اکرم کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ ملکر انہیں کھایا۔
دوسری حدیث میں ہے: آپ نے ایک رات صبح تک کھجوروں کے باغ کو پانی دیا اور اس کی مزدوری لی اور کچھ جو خریدے اور ان کا آٹا بنایا اور ایک سوم کی روٹی پکائی گئی جب روٹی پک چکی تو ایک مسکین آیا اور کھانے کی درخواست کی روٹی اسے دی گئی دوسرے ایک سوم کی روٹی پکائی یتیم آیا روٹی اسے دے دی اور تیسرے سوم کی روٹی پکائی تو ایک اسیر آیا اور اسیر آیا اور اس کی مدد کر دی گئی، اہل بیت کے اس ایثار پر خدا تعالی نے آیات نازل کیں: اور اپنی خواہش کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں* (وہ ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ (کی رضا) کے لیے کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ تو کوئی معاوضہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکر گزاری... پس اللہ انہیں اس دن کے شر سے محفوظ رکھے گا اور انہیں شادابی اور مسرت عنایت فرمائے گا* اور ان کے صبر کے عوض انہیں جنت اور ریشمی لباس عنایت فرمائے گا۔

اہل بیت ؑ کی نگاہ میں بہترین کام کھیتی باڑی

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کو دین و دنیا میں کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لیے محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی، لیکن کاموں کے مختلف درجات ہیں جیسا کہ اہل بیتؑ نے زراعت، تجارت، باغبانی، کنویں کھودنے جیسے کاموں کا تعارف کرایا ہے جبکہ ان میں حلال روزی کی کمائی کے لیے بہترین کام زراعت و کھیتی باڑی ہے جیسا کہ کافی کتاب معیشت میں مستقل باب اس عنوان سے ذکر کیا ہے۔
اور خود اہل بیتؑ نے کھیتی باڑی کے ذریعہ حلال روزی کمائی جیسا کہ کھیتی کی فضیلت کی روایات سے ظاہر ہے کہ زراعت کرنے والوں کو قوم و ملت کا خزانہ قرار دیا گیا اور امام علیؑ نے مالک اشتر کے نام خط میں کسانوں کی حالت بہتر کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے، بلکہ امام صادقؑ سے

منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے امام علیؑ سے وصیت کی کہ آپ کی موجودگی میں کسانوں پر ستم نہ ہو۔

امام علیؑ ہمیشہ اپنے کار گزاروں کو کسانوں کے بارے میں سفارش فرماتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: جو شخص پانی اور زمین رکھتا ہے اور کام نہ کرے اور فقر و گدائی کرے تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

ذیل میں نبی اکرم ﷺ اور اہل بیتؑ کے زراعت کے چند نمونہ ذکر کئے جاتے ہیں:

امام صادقؑ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کھجور تناول فرماتے تو اسے کاشت کر دیتے تھے۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ عجوہ کھجور کی ایک قسم ہے جو صیحانی سے بڑی اور اس کا رنگ سیاہی مایل ہے اسے نبی اکرم ﷺ نے خود کاشت کیا۔

فدک میں کھجور کے گیارہ درخت تھے جو نبی اکرم ﷺ نے خود لگائے تھے اور حضرت فاطمہؑ کی اولاد ان کا میوہ حجاج کو ہدیہ کرتے تھے اور انہیں ان کی برکت سے بہت زیادہ دولت ملتی یہاں تک کہ متوکل عباسی کے زمانہ میں اس نے بشران بن ابی امیہ ثقفی کو مدینہ بھیجا اور ان درختوں کو کاٹ دیا جب وہ لوٹتے ہوئے بصرہ پہنچا اسے فالج ہو گیا۔

رسول اکرم ﷺ کو درخت لگانے اور کھیتی باڑی بہت پسند تھی اور فرصت ملتے ہی کاشت کاری فرمایا کرتے تھے اس سے متعلق بہت زیادہ روایات نقل ہیں، حضرت علیؑ نے اپنا وہ باغ جس میں نبی اکرم ﷺ نے درخت لگائے اور امام علیؑ نے انہیں پانی دیا تھا بارہ ہزار درہم میں فروخت کیا۔

امام علی ؑ کی پچیس سالہ دور میں فعالیت

امام علیؑ نے خلفاء ثلاثہ کے پچیس سالہ دور میں اپنی عمر مختلف مفید طریقوں سے دین و ملت اسلامی کی خدمت کی :

ایک تو آپ نے اصول اسلام کا دفاع کیا اور دیگر اقوام کے علماء و دانشمندوں کے سوالات اور شبہات کے جوابات دیئے۔

دوسرا امامؑ نے مشکل مسائل کا حل پیش کیا خاص کر قضاوت کے سلسلہ میں رہنمائی فرمائی۔

تیسرا یہ کہ امامؑ نے خدمات اجتماعی انجام دیں اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے ضرور تمندوں کی مدد کی اور غلاموں کو آزاد کرایا، جیسا کہ روایات میں آپ نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے ایک ہزار غلاموں کو خرید کر آزاد کیا۔

امام صادقؑ سے منقول ہے فرمایا: امام علیؑ بیلچہ چلاتے اور زمین سے مخفی نعمات کو نکالا کرتے تھے۔

فضل بن ابی قرہ نے امام صادقؑ سے نقل کیا فرمایا: امام امیر المومنینؑ بیلچہ چلایا کرتے اور زمین کو کھودتے اور رسول اکرم ﷺ اپنے دہن مبارک سے گٹھلی کو چوستے اور اسے بو دیتے تو بہت جلد اگ آتی اور امام امیر المومنینؑ نے اپنے مال اور ہاتھ کی کوشش سے ہزار غلاموں کو آزاد کیا۔

رسول خدا ﷺ نے ذی العشیرہ میں ینبع کی زمینوں کا کچھ حصہ امام علیؑ کو دیا اور کچھ حصہ امام نے خرید کیا اس طرح ینبع میں امام کے پاس بہت سے چشمے تھے یہ زمین موات اور بے آباد تھی امام نے چشمے کھودے اور اسے آباد کیا ان میں عین البحیر ، عین ابی نیزر اور عین نولاء معروف ہیں جو امام نے اپنے ہاتھوں سے بنائے تھے۔

امامؑ نے ینبع میں سو چشمہ بنایا اور حاجیوں کے لیے وقف کئے اور مکہ و کوفہ کی راہ میں چشمے بنائے اور مدینہ میں مسجد فتح اور حضرت حمزہ کی قبر کے پاس مسجد اور میقات و کوفہ اور بصرہ میں مسجد بنائی۔

امام صادقؑ نے امام باقرؑ سے نقل کیا کہ عمر نے ینبع میں امام علیؑ کو زمین دی پھر امام نے خود کچھ زمین خرید کی اور چشمے بنائے جب چشمہ کھود رہے تھے پانی اونٹ کی گردن کی طرف نکلا امام نے فرمایا: وارثوں کو بشارت ہو اور اسے فقراء و مساکین اور مسافروں کے لیے قیامت تک کے لیے وقف کر دیا جس دن بعض چہرے سفید اور بعض سیاہ ہو نگے۔

امامؑ کی کھیتی کے دیگر نمونوں میں چشمہ ابی نیزر ہے ابو نیزر نبی اکرم ﷺ کا صحابی تھا اس کا بیان ہے کہ میں امام علیؑ کی طرف سے دو کھیتوں ابو نیزر اور بغیبغہ کا سرپرست تھا ایک دن امام علیؑ تشریف لائے اور فرمایا: کچھ کھانا ہے؟

میں نے عرض کی: کھانا ہے لیکن آپ کے لائق نہیں، اس کھیت کے کدو کچھ گھی میں پکائے ہیں امام نے فرمایا: لاؤ، پس امامؑ نے ہاتھ دھوئے اور کچھ کھانا کھایا پھر ہاتھ دھوئے اور کچھ پانی پیا اور فرمایا: اے ابونیزر! ہاتھ بہترین ظرف ہیں پھر ہاتھ شکم پر پھیرے اور فرمایا: جسے اس کا پیٹ جہنم لے جائے خدا کی رحمت سے دور ہوا پس بیلچہ اٹھایا اور چشمہ کی طرف چلے اور کام میں مشغول ہوگئے آپ بیلچہ چلاتے رہے اور پانی نہیں آیا پس امام باہر آئے اور سانس لی جبکہ پسینہ پیشانی سے بہہ رہا تھا پھر بیلچہ اٹھایا اور چشمہ میں کام کرنے لگے یہاں تک کہ پانی اونٹ کی گردن کی طرح نکلنے لگا اور امام جلدی سے باہر آئے اور فرمایا: خدا گواہ ہے کہ یہ وقف ہے۔

خلاصہ یہ کہ امامؑ نے اپنی زندگی کے وہ پچیس سال کھیتی درختکاری اور ضرورتمندوں کی مدد اور دیگر مفید کاموں میں گزار دی اور اپنے قیمتی اوقات سے بہترین استفادہ کیا فرمایا: آج میرے وقف کی قیمت چالیس ہزار ہے۔

سید ابن طاووس نے نقل کیا امام نے فرمایا: اگر میرے وقف بنی ہاشم میں تقسیم کئے جائیں تو سب کو کافی ہوں۔

شافعی کا بیان ہے کہ والی مدینہ نے امام علیؑ کے وقفنامہ کو نکالا اور کہا: یہ نوشتہ میں نے آل ابی رافع سے لیا ہے پھر والی نے حکم دیا کہ میرے لیے پڑھا جائے۔

ائمہ معصومینؑ کا مدینہ میں اقتصادی مقام

عبدالاعلی کا بیان ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے عرض کی لوگ کہتے ہیں کہ آپؑ کے پاس بہت مال ہے فرمایا: میں ان باتوں سے ہر گز ناراحت نہیں ہوتا ایک دن امام علیؑ جارہے تھے اور لوگ آپ کے پھٹے ہوئے لباس کو دیکھ کر کہنے لگے : علی کے پاس مال و دولت نہیں ہے امامؑ نے یہ سنا تو اپنے اوقاف کے سرپرست کو حکم دیا کہ ان کے صدقات کو جمع کر کے بیچا جائے اور سب کو نقد کیا جائے اور سب کا مال ایک جگہ جمع کیا جائے اور ان لوگوں کو بلایا اور دکھایا کہ یہ سب مال جو ڈھیر لگے ہیں میرے مال کا صدقہ ہے اور حکم دیا کہ انہیں فقراء میں تقسیم کردیا جائے۔

دوسری حدیث میں امامؑ کو خبر ملی کہ طلحہ وزبیر کہتے ہیں کہ علی فقیر ہیں اور ان کے پاس مال و دولت نہیں امام نے اپنے وکلاء کو حکم دیا کہ آپ کے غلہ کو جمع کیا جائے جب وہ سب جمع کیا گیا تو وہ ایک لاکھ درہم تھا آپ نے اسے اپنے سامنے رکھا اور طلحہ وزبیر کو بلایا اور فرمایا: خدا کی قسم! اس مال میں کسی کا حق نہیں ہے ، وہ امام کے پاس سے چلے جبکہ کہہ رہے تھے : علی کے پاس بہت مال و دولت ہے۔

امام صادقؑ سے منقول ہے کہ فرمایا: میں تم سے جو مال لیتا ہوں وہ اس لیے ہے کہ تمہارے مال کو پاکیزہ کرو ورنہ میں مدینہ میں بڑے مالداروں میں شامل ہوں۔

جب امام علیؑ کوفہ میں تھے آپ کے اور آپ کے اہل وعیال کے اخراجات ینبع کی املاک سے پوری ہوتیں۔

امام امیر المومنینؑ کا اپنی محنت مزدوری سے ہزار غلام آزاد کرنے کی تاکید

*ابو اسامہ زید شحّام (یعنی چربی فروش) نے امام صادقؑ سے نقل کیا کہ امام امیر المؤمنین نے اپنے ہاتھ کی کوشش و کمائی سے ہزار غلاموں کو آزاد کرایا۔

امام علیؑ کا کھجوریں اگانا

زرارہ نے امام باقرؑ سے نقل کیا فرمایا: ایک شخص امام امیر المومنینؑ سے ملا جب کہ آپ کے پاس ۶۰ صاع یعنی اونٹ کے بار کے برابر گٹھلیاں تھیں تو اس شخص نے عرض کی: اے ابو الحسن! آپ کے پاس یہ کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ان شاء اللہ، ایک لاکھ کھجور کے درخت۔

پس امامؑ نے فرمایا: آپ نے انہیں بویا اور ان سے کوئی ایک گٹھلی بھی باقی نہیں رہی۔

امام علیؑ کی محنت مشقت سے تعجب کرنے والے

عبداللہ بن سنان نے امام صادقؑ سے نقل کیا فرمایا: امام امیر المومنین گٹھلیوں کو ساتھ لیکر نکلا کرتے تو آپ سے کہا جاتا: اے ابو الحسن! یہ آپ کے ساتھ کیا ہے؟ آپ فرماتے: ان شاء اللہ کھجور کے درخت ہیں، پس ان کو بو دیتے تو ان سے کوئی ایک بھی ضائع نہ جاتا۔

امام سجاد ؑ کی زراعت کا بیان

امام سجادؑ بھی دیگر ائمہؑ کی مانند کھیتی کے مالک تھے اور زراعت کا کام کیا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ کام کرنے والے بھی موجود ہوتے امام صادقؑ سے منقول ہے فرمایا: امام سجادؑ نے کام

کرنے والے سے فرمایا جب اس نے رات کو کھجوریں چنی تھیں، یہ کام نہ کرو کیا نہیں جانتے کہ رسول اکرم ﷺ نے کھیتی اور پھلوں کو رات کے وقت چننے سے منع فرمایا۔

امام سجادؑ کی کھیتی مدینہ کے اطراف میں عنابہ کے مقام پر تھی کہ فصل پکنے کے وقت وہاں اقامت فرماتے تھے۔

امام باقرؑ کی محنت مشقت پر اعتراض کرنے والے کو نصیحت

امام محمد بن علی الباقرؑ بھی کھیتی اور ہاتھ کی کمائی کو بہت اہمیت دیتے تھے اور اس میں آپ کے واقعات معروف ہیں:

*عبدالرحمٰن بن حجاج نے امام صادقؑ سے نقل کیا فرمایا: محمد بن منکدر کہا کرتا تھا میں خیال نہیں کرتا تھا کہ امام علی بن حسینؑ نے اپنے سے افضل جانشین چھوڑا یہاں تک کہ میں نے ان کے فرزند امام محمد بن علیؑ کو دیکھا تو میں نے چاہا کہ ان کو وعظ و نصیحت کروں تو انہوں نے مجھے نصیحت کر دیں۔ اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا: کس چیز میں تمہیں وعظ و نصیحت کیا؟

اس نے بیان کیا: میں مدینہ کے اطراف میں گرم گھڑی میں نکلا تو مجھے امام ابو جعفر محمد بن علیؑ ملے جو خاصے جسیم اور وزین شخص تھے، اپنے دو حبشی غلاموں کا سہارا لیئے ہوئے (کام میں مصروف) تھے، میں نے دل میں کہا: سبحان اللہ! قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ اس گھڑی میں اس حالت میں دنیا کی تلاش میں ہے، میں اس کو ضرور وعظ و نصیحت کروں گا پس میں ان کے قریب ہوا اور آپ کو سلام کیا اور آپ نے تیزی سے سانس لیتے ہوئے مجھے سلام کا جواب دیا جبکہ آپ کا پسینہ بہہ رہا تھا تو میں نے کہا: خدا آپ کو سلامت رکھے، قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ اس گھڑی اس حالت میں دنیا کی تلاش میں ہے آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ کو اس حالت میں موت آ جائے تو آپ کیا کریں گے؟!

امامؑ نے فرمایا: اگر مجھے اس حالت میں موت آئے تو مجھے اس حالت میں موت آئے گی کہ میں خدا تعالی کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہوں میں اس کے ذریعہ خود اور اپنے اہل عیال

کو تجھ سے اور دیگر لوگوں سے بچاتا ہوں، بے شک میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھے اس حالت میں موت آئے کہ میں خدا کی معصیت و نافرمانی کے کاموں میں سے کسی معصیت کا مرتکب ہوں۔ محمد بن منکدر کا بیان ہے میں نے کہا: خدا آپ پر رحم کرے آپ نے سچ کہا، میں نے آپ کو نصیحت کرنا چاہی آپ نے مجھے ہی نصیحت کر دی۔

امام صادق ؑ کی محنت مشقت کے واقعات

ابو عمرو شیبانی کا بیان ہے کہ میں نے امام صادقؑ کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں بیلچا اور ان کے جسم پر موٹے جاڑے کپڑے ہیں اور آپ اپنے باغ میں کام کر رہے ہیں اور پسینہ ان کی پشت پر بہہ رہا ہے۔

میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان جاوں، مجھے دیجئے، میں آپ کا کام کرتا ہوں۔

امامؑ نے مجھ سے فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ انسان رزق و روزی کی تلاش میں سورج کی گرمی کی اذیت کو برداشت کرے۔

امام صادقؑ کا اپنے کھیتوں میں بیلچہ چلانا

اسماعیل بن جابر کا بیان ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس آیا جب آپ اپنے باغ میں بیلچے سے اپنے ہاتھ سے کام کر رہے تھے، آپ اس سے پانی لگاتے تھے اور آپ نے کرابیس کا تنگ لباس پہنا ہوا تھا۔

امام صادق ؑ کی محنت مشقت پر تعجب کرنے والے کو جواب

عبدالاعلی کا بیان ہے کہ مدینہ کی بعض گلیوں میں شدید گرمی کے دنوں میں میرا امام صادقؑ سے سامنا ہوا تو میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان جاوں، اپنی خدا کے ہاں عظمتیں اور نبی اکرم ﷺ سے قرابتیں دیکھیں جبکہ آپ ایسے گرم دن میں اپنے آپ کو زحمت میں ڈال رہے ہیں!

امام نے فرمایا: اے عبدالاعلی! میں رزق و روزی کی تلاش میں نکلا ہوں تا کہ تجھ جیسے لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤں۔

امام صادقؑ کا اپنی محنت مشقت کا تذکرہ کرکے اپنے اصحاب کو کام کاج کی تاکید کرنا

ابو بصیر کا بیان ہے میں نے امام صادقؑ سے سنا فرمایا: میں اپنی بعض جائیداد میں اتنا کام کرتا ہوں کہ پسینہ سے شرابور ہو جاتا ہوں جبکہ میرے پاس ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو میری جگہ کام کر سکتے ہیں، میں اس لیے ایسا کرتا ہوں تا کہ خدا جان لے کہ میں حلال رزق و روزی کی تلاش کرتا ہوں۔

شیخ طوسی نے غیبت میں ہشام بن احمر سے روایت کی کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں پہنچا کہ مفضل بن عمر کے بارے میں میں سوال کروں آپ بہت گرم دن میں گرمی کی شدت سے پسینہ میں شرابور تھے اور اپنے باغ میں کام میں مصروف تھے، آپ نے میرے سوال سے پہلے مجھے جواب دیا۔

جو لوگ امام کے کھیتوں میں کام کرتے تھے اور زراعت کے کاموں میں آپ کے مدد کرتے تھے اور مزدوری لیتے تھے ان کے بارے میں بھی حدیث میں ذکر آیا ہے، شعیب کا بیان ہے کہ میں ایک گروہ کو امام صادق کے کھیتوں میں کام کرنے کے لیے لایا تا کہ عصر تک کام کریں جب وہ کام سے فارغ ہوتے امام معتب سے فرماتے: ان کی مزدوری ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

امام کاظمؑ کے محنت مشقت میں پسینہ سے شرابور ہونے کا واقعہ

امام کاظمؑ بھی حلال رزق و روزی کی تلاش میں اور اپنے کھیتوں میں کام کرتے تھے، احادیث میں اس کا تذکرہ ہے: علی بن ابی حمزہ بطائنی نے کہا: میں نے امام موسی کاظمؑ کو اپنی

زمین میں کام کرتے دیکھا کہ آپ کے قدم پسینہ سے شرابور تھے میں نے آپ سے عرض کی: میں آپ پر قربان جاوں خدمتکار کہاں ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: اے علی! ان لوگوں نے اپنی زمین میں کام کیا جو مجھ اور میرے باپ سے بہتر تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: وہ کون ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ اور امیر المومنینؑ اور میرے سب آباء و اجدادؑ اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتے تھے اور ہاتھ سے کام کرنا نبیوں، رسولوں اور اوصیاء کی سنت ہے۔

اسی طرح امام رضاؑ اور دیگر ائمہؑ بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہر گز باک نہیں کرتے تھے جیسا کہ حموی نے لکھا: مدینہ کے اطراف میں خاخ نامی جگہ تھی جہاں محمد بن جعفر بن محمد اور علی بن موسی رضاؑ اور دوسرے سادات کے گھر تھے اور محمد بن جعفر اور امام رضاؑ کے کھیت کا نام حضر تھا۔

ان شواہد اور احادیث سے بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ کھیتی باڑی اور زراعت پیشہ نہایت مقدس عمل ہے اور اس ذریعہ سے حلال روزی کمانا ائمہ معصومینؑ کی سنت ہے۔

دور حاضر کے دانشمندوں سے پیش آنے والے سوال کا جواب

بعض محققین نے اس مقام پر اس سوال کا جواب دیا ہے کہ جو بعض اذہان عالیہ میں پیدا ہو سکتا ہے کہ جب ائمہ معصومین اور دینی پیشواؤں نے اپنے ہاتھ سے کام کیا اور حلال رزق و روزی کی تلاش میں خود اقدام کیا تو آج کے دانشمندان اور علماء ایسے کام کیوں نہیں کرتے تا کہ دوسروں کے لیے نمونہ بنیں؟

ان کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں ان کاموں کے لیے خاص احترام کا انکار نہیں لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ تعلیم و تربیت اور لوگوں کی رہنمائی کے کاموں کی میں مشغولیت کے بسبب موجودہ دانشمند طبقہ ان کاموں کے احترام کا منکر ہے یا دانشمندوں اور سکول کالج کے

اساتذہ کو خود کام نہ کرنے کے بسبب متہم کیا جائے بلکہ اصلی مقصد ان کاموں کا تقدس اور احترام ہے جو علماء اور دانشمندوں کے ان واقعات کو نقل کرنے اور ان کی تعلیم دینے سے ادا ہو جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ترقی کے بسبب ان کی تعلیمی اور فکری سرگرمیوں سے انہیں فراغت نہیں کہ وہ خود یہ کام کر سکیں جیسا کہ ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والا شخص دوسرے شعبہ کے کام خود کرنے سے معذور ہے ،اس طرح موجودہ دور کے دانشمند ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کے لیے علمی بنیادوں کو مستحکم بناتے رہتے ہیں اور لوگوں کی علمی مشکلات کو حل کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں کیونکہ جیسے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد جسمانی طبیب کے ضرورتمند ہوتے ہیں اور کوئی یہ نہیں کہتا کہ طبیب ان کے ساتھ زراعت کیوں نے کرتا ؟! اسی طرح دینی علوم سے وابستہ افراد بھی قوم و ملت کے روحانی علاج اور ان کی باطنی امراض کا مداوا کرتے ہیں اور انہیں خدا اور رسول اور ائمہ معصومین کے فرامین اور ان کی حقیقی سیرت کو بیان کر کے انہیں نیکوکاری اور پرہیزگاری کی تعلیم دیتے ہیں ،اس لحاظ سے اس سوال کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ موجود دور میں کام کی تین قسمیں ہو چکی ہیں :

۱۔ بعض افراد تولید اور صنعت سے متعلق ہیں ، جیسے کاشت کاری ، بنائی وغیرہ۔

۲۔ بعض کام خدمات سے متعلق ہیں جیسے طبابت ، ڈرائیونگ اور حمل و نقل کا کام۔

۳۔ بعض کام عقیدہ اور ثقافت سے متعلق ہیں جیسے لوگوں کو ہدایت اور رہنمائی کرنااور ان کی تعلیم و تربیت کرنا جیسا کہ سکول کالجوں کے اساتید اور دین اسلام کی تعلیم اور ثقافت کو نشر عام کرنا۔

اس لیے کام صرف تولید و صنعت میں منحصر نہیں بلکہ دیگر سب کام بھی اپنی جگہ بہت اہمیت کے حامل ہیں اس بناء پر دانشمندوں اور دینی رہبروں اور تعلیمی

اداروں کے اساتید کو بے کار شمار نہیں کیا جاسکتا بلکہ بہت سے موارد میں یہ کام بہت سے دیگر کاموں سے سنگین بھی ہو سکتا ہے[۱]۔

جواب پر تبصرہ و تحقیق

بہر حال اس جواب میں مجموعا کاموں کی نوعیت کو بیان کر دیا گیا ہے لیکن اس بات کی وضاحت باقی ہے کہ اگر یہ افراد تولید کام بھی کریں اور اقتصادی حوالہ سے خود کفا ہوں تو اس میں حرج نہیں ہے تا کہ وہ اپنے فرض منصبی کو بہترین طریقہ سے انجام دے سکیں جیسا کہ بعض معاشروں میں تعلیم و تربیت دینی کا نظام اس لیے مفلوج ہوا ہے کہ اس شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد اقتصادی لحاظ سے خود کفا نہیں اور دوسروں کے دست نگر ہونے اور اس شعبہ کے آزاد ہونے کے سبب سے وہ حقیقی تعلیمات و معارف کی بجائے لوگوں کی دل پسند باتیں بیان کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے معاشرہ میں یہ بیماری پوری طرح پھیل چکی ہے اور دینی مراکز اور دین کے معارف کی نشر و اشاعت کے شعبے ایسے افراد کے ہاتھوں کھلونا بن چکے ہیں جو خود بھی دین کے منابع اور اس کی کتابوں کی الف ب سے واقف نہیں بلکہ اس پیشہ کو ایک فن سمجھ کر اپنے فن کی داد وصول کر رہے ہیں اور لوگوں کو خوش کر کے اپنے اقتصاد کا چرخہ گمارہے ہیں لیکن اتنے میں دین کی بنیادی تعلیمات اور اصول و فروع کو نہ فقط اچھی طرح سمجھا نہیں گیا بلکہ بہت سے لوگ ان پر عمل سے دور اور بعض جدید تعلیم اور عریان ثقافت کی بدولت ان کے انکار کی حد تک پہنچ چکے ہیں اتنے میں ان حقائق اور معارف کو عام کرنے کے لیے فقط پیشہ ور افراد کافی نہیں بلکہ لازم ہے کہ سمجھ دار پڑھے لکھے دین دار افراد اپنا فرض ادا کریں اور اپنے معاشرتی پیشوں کی بدولت دینی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور عملی عبادت کی انجام دہی میں شرکت کریں تا کہ ہمارے دین کی بلند پایہ ثقافت اور اس کی خالص تعلیمات

---

[۱]۔ منابع مالی اہل بیتؑ، علید وست خراسانی؛ ص ۱۵۵-۱۵۶، ط دانشگاہ امام صادق تہران ۱۳۹۱ش، ہم نے اس بحث کا بہت سا اقتباس ان سے لیا ہے۔

معاشرہ میں اجاگر ہوں اور ہماری نسلیں خدا و رسول اور قیامت کے منکرین کی دیکھا دیکھی جہنم کی آگ کا ایندھن نہ بنیں۔

اہل بیتؑ کے خصوصی اموال کا دیگر منبع تجارت

قوموں کے اقتصاد اور معیشت کا بڑا دارو مدار تجارت اور آپس کے کاروبار سے وابستہ ہے ،اسلام میں اس پیشہ سے متعلق افراد کی شرائط ہیں تاکہ وہ لوگ اس عظیم ذمہ داری کو اچھی طرح نبھا سکیں کیونکہ اسلام کی نگاہ میں تجارت فقط مال و دولت کو بہر قیمت بڑھانے کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ یہ بڑی عبادت اور خدمت خلق بھی شمار ہوتی ہے اس لیے اس میں لغزش فسق و فجور تک پہنچ جاتی ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح منقول ہے تاجر فاجر ہے اور فجار جہنمی ہیں مگر جو حق لے اور حق دے۔اسی طرح امام علیؑ سے بھی منقول ہے۔

دور حاضر کا المیہ ہے کہ تجارت اور کاروباری تعلیم وتربیت تو عروج پر پہنچ چکی ہے لیکن اس کے ساتھ اپنے دین کی تعلیمات اور اخلاقیات کا جنازہ نکل گیا ہے لوگ ایسے ایسے ذرائع سے مال و دولت کمانے کے چکروں میں ہیں جن سے مال کمانا حرام اور سحت شمار ہوتا ہے اس لیے لازم ہے کہ خدا اور رسول کا کلمہ پڑھنے والے تجارت پیشہ افراد قرآن و سنت سے اس پیشہ سے متعلق لازمی تعلیم حاصل کریں اور عملی میدان میں اس کا خیال رکھیں اور ان کے اس پیشہ کے تقدس اور عظمت کو واضح کرنے کے لیے ہم قرآن و سنت سے تجارت سے متعلق کچھ معارف پیش کرتے ہیں اور پھر نبی اکرم ﷺ اور ائمہ معصومینؑ کی تجارت کے عملی نمونے پیش کریں گے تاکہ حجت تمام ہو جائے اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ چونکہ چونکہ دین کی تعلیم دینے والے اس پیشہ کی مشکلات میں نہیں پڑے اس لیے وہ اخلاقی اقدار پر کار بند رہنے کی تلقین کرتے تھے اگر وہ خود اس میں آتے تو ضروری نرمی دکھاتے۔

قرآن کریم کی آیات میں کسب و کار اور تجارت کے لیے سفر کو جہاد کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، سورہ مزّمل، ۲۰ میں نبی اکرم ﷺ اور آپ کے باوفا بعض اصحاب کے شب بیداری اور قرآن کی تلاوت کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: لہٰذا تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو، اسے علم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ مریض ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں اللہ کے فضل (روزی) کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ راہ خدا میں لڑتے ہیں، لہٰذا آسانی جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض حسنہ دو اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں عظیم تر پاؤ گے۔

اسطرح قرآن کریم میں تجارتی سفر کی اہمیت و عظمت پر دلیل ہے اگر اسے الٰہی قوانین اور دینی احکام کی روشنی میں انجام دیا جائے اور اسے جہاد کی مانند عظیم قرار دیا گیا ہے ،اس طرح مال کمانے والوں کو راہ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے اور نماز کے اوقات کا خیال رکھنے کی تاکید ہوئی ہے۔

روایات میں تجارت پیشہ کی بہت تاکید ہوئی اور اسے چھوڑنے کی مذمت وارد ہوئی ہے اور تجارت چھوڑنے والوں کی معاشی فکر کی کوتاہی کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ کافی میں اس عنوان سے بہت سی روایات نقل ہیں امام علی نے مالک اشتر کے نام عہد نامہ میں اس کی تفصیل بیان کی۔

تجارت میں معاملہ کرنے والوں کی باہمی رضا مندی کا بیان تو آیت کریمہ میں اس کی بنیادی شرائط میں ذکر ہے اور اس کے علاوہ یاد خدا کا خیال رکھن ےاور تجارت کے دینی مسائل کو سمجھنے اور حرام کاموں سے بچنے کی تاکید ہوئی ہے اور تجارت کے وقت قسمیں کھانے اور معاملہ میں دھوکہ کرنے، ذخیرہ اندوزی کرنے کی شدید مذمت و حرمت بیان ہوئی ہے اور اس سے متعلقہ ابواب کافی میں موجود ہیں اس لیے تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

بہر حال جو لوگ تجارت کو شرائط کے ساتھ انجام دیں تو یقینا یہ بہترین عبادت اور مال کمانے کا بافضیلت ذریعہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور اہل بیتؑ نے عملی طور پر تجارت کے پیشہ کو انجام دیا اور اس مطلب میں کثیر روایات اور تاریخی واقعات منقول ہیں بعض کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

تجارت چھوڑنے والے کی مذمت اور نبی اکرم ﷺ کی تجارت کا تذکرہ

اسباط بن سالم کا بیان ہے کہ میں امام صادقؑ کے پاس حاضر ہوا پس آپ نے ہم سے عمر بن مسلم کے بارے میں پوچھا اس نے کیا گیا؟ میں نے عرض کی: اچھا ہے لیکن اس نے تجارت چھوڑ دی ہے۔

امام صادقؑ نے تین بار فرمایا: شیطانی کام کیا ہے، کیا اس کو علم نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے شام سے آئے ہوئے قافلہ کو خریدا تو اس میں آپ کو اتنا منافع ہوا جس سے آپ نے اپنا قرض ادا کیا اور باقی اپنے رشتہ داروں میں بانٹ دیا، اللہ تعالی فرماتا ہے: [(ہدایت پانے والے) ایسے گھروں میں ہیں جن کی تعظیم کا اللہ نے اذن دیا ہے اور ان میں اس کا نام لینے کا بھی، وہ ان گھروں میں صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں]، ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت، ذکر خدا اور قیام نماز اور ادائیگی زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتیں، [وہ اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس میں قلب و نظر منقلب ہو جاتے ہیں، تاکہ اللہ انہیں ان کے بہترین اعمال کی جزا دے اور اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا کرے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دے دیتا ہے]، قصہ گو لوگ کہتے ہیں: وہ لوگ تجارت نہیں کرتے تھے وہ جھوٹ بولتے ہیں بلکہ وہ نماز اپنے وقت پر پڑھتے اور وہ ان سے افضل ہے جو نماز میں حاضر ہوتے ہیں اور تجارت نہیں کرتے۔

دوسری حدیث میں اسباط بن سالم کا بیان ہے کہ ایک دن امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ امام نے معاذ کرباس (کپڑے) فروش کے بارے میں سوال کیا کہا گیا کہ اس نے تجارت چھوڑ دی ہے امام نے فرمایا: یہ شیطانی کام ہے کیونکہ جو تجارت کو چھوڑ دے اس نے اپنی

معاشی عقل و فکر کا دو تہائی حصہ گنوا دیا کیا نہیں جانتے کہ نبی اکرم ﷺ نے تجارت کی جب اونٹوں کا قافلہ شام سے پہنچا آپ نے ان معاملہ کیا اور منافع حاصل کیا اس سے اپنا قرض ادا کیا۔

امام صادقؑ کا اپنے مال کو مضاربہ پر دینا

محمد بن عذافر کا بیان ہے کہ امام صادقؑ نے میرے باپ کو ایک ہزار وسات سو دینار دیئے اور ان سے کہا: اس سے تجارت کرو، پھر فرمایا: یاد رکھو مجھے اس کے منافع کا شوق نہیں اگرچہ منافع کا شوق بھی اچھا ہے لیکن میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالی مجھے دیکھے کہ میں اس کے فوائد کی تلاش میں ہوں۔

ان کا بیان ہے کہ میں نے ان میں آپ کے لیے سو دینار منافع پایا پھر میں ان سے ملا اور عرض کی: میں نے ان میں آپ کے لیے ایک سو دینار کا منافع پایا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس سے امام صادقؑ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی اور مجھ سے فرمایا: ان کو بھی اصلی مال میں شامل کرو۔

راوی کہتا ہے کہ میرے والد کی وفات ہوئی جب کہ امام کا مال اس کے پاس تھا تو امام صادقؑ نے مجھے لکھ بھیجا: اللہ تعالی ہمیں اور تجھے عافیت دے، تیرے باپ کے پاس میرے لیے ایک ہزار آٹھ سو دینار تھے میں نے وہ اسے تجارت کے لیے دیئے تھے وہ عمر بن یزید کو دے دو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کے دفتر میں دیکھا اس میں لکھا تھا: کہ موسیٰؑ کے والد یعنی امام صادقؑ کے لیے میرے پاس ایک ہزار سات سو دینار تھے جن سے ان کے لیے تجارت سے ایک سو دینار منافع ہوا اور عبداللہ بن سنان اور عمر بن یزید بھی اس کو جانتے ہیں۔

فقر و محتاجی کی شکایت کرنے والے کو کام کرنے کی تاکید

*زرارہ کا بیان ہے کہ ایک شخص امام صادقؑ کے پاس آیا اور عرض کی: میں اپنے ہاتھ سے کام نہیں کر سکتا اور نہ ہی تجارت میں کچھ بہتر ہوں اور میں فقیر و محتاج ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: کام کرو، اپنے سر پر بوجھ اٹھاو اور لوگوں سے بے نیاز ہو جاو کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے کندھوں پر پتھر اٹھائے اور انہیں اپنے باغات میں سے ایک باغ میں لگایا اور وہ پتھر اب بھی اپنی جگہ ہے اور اب تک اس کی گہرائی کتنی ہے۔

امام صادقؑ کا عذافر کو مال مضاربہ پر دینا

محمد بن عذافر کے باپ کا بیان ہے کہ امام صادقؑ نے مجھے سات سو دینار دیئے اور فرمایا: اے عذافر! انہیں کہیں لگاو، اور مجھے ان کا حرص و شوق نہیں لیکن میں پسند کرتا ہوں کہ خدا مجھے دیکھے کہ میں اس کے فوائد اور نعمتوں کی تلاش کرتاوں۔

عذافر کا بیان ہے کہ مجھے ان میں ایک سو دینار منافع ہوا تو میں نے طواف میں ان سے عرض کی: میں آپ پر قربان جاوں، اللہ تعالی نے ان میں ایک سو دینار عطا کئے ہیں تو امام نے فرمایا: انہیں اصلی مال میں ملا دو۔

امام صادق ؑ کا مصادف کو مصر بھیجنا اور غیر عادلانہ منافع لینے سے منع کرنا

ابو جعفر فزاری کا بیان ہے کہ امام صادقؑ نے اپنے ایک غلام جسے مصادف کہا جاتا تھا اسے بلایا اور اسے ہزار دینار دیئے اور اس سے فرمایا: تیاری کرو اور مصر جاؤ کہ میرے اہل و عیال زیادہ ہوگئے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ پس اس نے مال و متاع لیکر تیاری کی اور تاجروں کے ساتھ مصر چلا گیا جب وہ مصر کے قریب پہنچے تو مصر سے باہر آتے ہوئے ایک قافلہ ان کے سامنے آیا پس انہوں نے ان کے پاس موجود مال و متاع کے بارے میں سوال کیا کہ اس شہر میں اس کا کیا حال ہے ؟ وہ لوگوں کی ضرورت کا سامان تھا پس انہوں نے ان کو بتایا کہ مصر میں اس میں سے کچھ بھی موجود نہیں ہے پس انہوں نے آپس میں قسمیں کھائیں اور عہد و پیمان باندھا کہ وہ دینار کے ساتھ ایک دینار منافع سے کم پر اپنا مال و متاع نہیں بیچیں گے۔

پس جب ان کے اموال ختم ہوگئے تو وہ مدینہ کی طرف چل دیئے اور مصادف امام صادق کے پاس حاضر ہوا جبکہ اس کے ساتھ دو تھیلیاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک میں ہزار دینار تھے ،اس نے عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں، یہ اصل مال ہے اور یہ اس کا منافع ہے۔

امامؑ نے فرمایا: یہ منافع بہت زیاد ہے لیکن تم نے مال و متاع میں کیا کیا (کہ اس قدر منافع کمایا ہے؟)

اس نے پورا قصہ بیان کردیا جو انہوں نے کیا تھا اور جو انہوں نے قسمیں کھائی تھیں۔

امامؑ نے فرمایا: خدا کی ذات پاک و پاکیزہ ہے، تم ایک مسلمان قوم کے خلاف قسمیں کھاتے ہو کہ انہیں ایک دینار پر ایک دینار منافع پر مال بیچو پھر امام نے ان دو تھیلیوں میں سے ایک اٹھا لی اور فرمایا: یہ میرا اصل مال ہے اور اس منافع کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔
پھر فرمایا: اے مصادف! تلواروں سے لڑنا، حلال روزی کمانے سے زیادہ آسان ہے۔

امام جواد ؑ کی تجارت کا واقعہ

امام جوادؑ نے بہت زیادہ قیمت سے ایک مال خرید کیا اور جب وہ لایا جارہا تھا وہ راستہ میں ڈاکوؤں نے چرا لیا، بار لانے والوں نے امامؑ کو خط لکھا امامؑ نے جواب دیا: جان و مال خدا کی امانت ہیں پس جب تک ان سے استفادہ کیا جائے تو خوشی ہوتی ہے اور جب وہ لے لی جائیں تو اجر و ثواب ملتا ہے پس جس شخص کی بے تابی اس کے صبر پر غالب ہو تو اس کا اجر و ثواب برباد ہو جائے گا ہم اس کام سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

اہل بیت اطہارؑ کے اموال کا ایک منبع ہدایا اور تحائف شمار ہوئے ہیں ہدیہ و تحفہ دلوں کی محبت کے اضافہ کا سبب ہے اور کینہ و بغض کے خاتمہ کا باعث ہے اس لیے اہل بیتؑ اطہار لوگوں کو تحائف دیا کرتے اور ان کے تحائف کو وصول بھی فرمات تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے بکری کی ایک ٹانگ ہدیہ کی جائے تو بھی قبول کروں گا۔
اس کا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہدیہ قبول کرنے میں اس کی کمّیت و مقدار کو نہیں بلکہ ہدیہ لانے والے کا خلوص ملاحظہ فرماتے تھے، سلمان فارسی نے نبی اکرم ﷺ کی شناخت میں اسی ذریعہ سے مدد کی کیونکہ انہوں نے سنا تھا کہ وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ کو ردّ کریں گے ۔ان کے اسلام لانے کا واقعہ کتب حدیث و رجال میں تفصیل سے ذکر ہے اس کو ذکر کرنے کی خاص ضرورت نہیں ہے۔

اس طرح عداس مسیحی کا واقعہ بھی بہت معروف ہے جو نبی اکرم ﷺ کے طائف والوں کو تبلیغ کے وقت پیش آیا جب انہوں نے ناسمجھ بچوں کو آپ پر پتھر مارنے پر اکسایا اور آپ نے

عتبہ وشیبہ کے باغ میں پناہ لی انہوں نے آپ کی حالت دیکھی تو اپنے غلام عدّاس کو انگور لے جانے کے لیے کہا، نبی اکرم ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر انگور تناول فرمائے اور وہ مسیحی بت پرستوں کی نگری میں خدائے رحمٰن و رحیم کا نام سن کر متعجب ہوا اور آپ کے قدموں پہ جھک گیا تفسیر برہان میں ہے کہ نبی اکرم نے اس سے سوال کیا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ اور اس کے ہدیہ کہنے پر تناول فرمایااس طرح نبی اکرم کا چھوٹے بڑے ہدایا قبول کرنے کے واقعات بہت زیادہ ہیں۔

امام ہفتمؑ کثرت سے علی بن یقطین کے ہدایا قبول فرماتے اگرچہ بعض اوقات مصالح کے پیش نظر اس کے ہدیہ کو واپس لوٹاتے جس کی حقیقت ہدیہ کرنے والوں کو بعد میں سمجھ آتی جیسا کہ ہارون کے دیئے ہوئے جامہ کا ہدیہ لوٹا دیا کیونکہ جاسوس ،ابن یقطین کو متہم کرنا چاہتے تھے،اس کی تفصیل ہم نے معیار علم رجال میں ذکر کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور امام علیؑ کفار اور مشرکین کے ہدایا قبول نہیں فرماتے تھے اس سے متعلق روایات وواقعات بہت زیادہ ہیں۔

پیامبر اکرمؐ کے صالح اصحاب کی اقتصادی عملی زندگی کے چند نمونے[1]

انبیاء کرامؑ اور ائمہ معصومینؑ کی عملی زندگی اور ان کی اقتصادی کوششوں کے ذکر خیر کے بعد شیعہ امامیہ اور اہل سنت کی مشترکہ میراث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صالح اصحاب کی سیرت کے چند نمونے اس تحقیق کی مقدماتی بحثوں میں بیان کرنا نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب ہم ائمہ معصومینؑ کے اصحاب کی صناعات و پیشوں کی تحقیق کررہے ہیں تو ان سے پہلے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاب والا صفات کی تعلیمات سے بلا واسطہ فیضیاب ہونے والے صالح اصحاب کے پیشوں کا ذکر خیر ہونا چاہیے تاکہ معلوم ہوجائے جو دین اسلام کی تعلیمات کو حاصل کرنے والی پہلی نسل ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و کردار سے عملی درس لیے کس طرح انہوں نے قرآن اور پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو حرز جان بنا کر اس جاہلیت کے زمانہ میں ان نورانی تعلیمات پر عمل کیا کہ دنیا ان کی سیرت و کردار کو دیکھ کر اسلامی تعلیمات کے گرویدہ ہوگئے وہ نبی اکرم کے پہلے درجہ کے شاگرد تھے جنہوں نے آزمائش کی گھڑی میں آپ کا ساتھ دیا اگرچہ یہ بحث بعض زاویوں سے مناظرہ اور مجادلانہ رنگ پکڑنے کی وجہ سے بہت الجھ گئی ہے اور بعض لوگوں کو ان عناوین سے اکتاہٹ ہوتی ہے مگر ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے ذہنی خیالات کو قرآن و سنت معصومینؑ کی روشنی میں

---

[1]۔ محقق اور قاری کا اس مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں یہ سب علمی احتمالات اور ادلہ کی جانچ پڑتال ہے جن کی طرف اشارہ کیا گیا اور اس تحقیق کے ابتدائی مواد کی جمع آوری ہے جس کی آخری شکل و صورت کے لیے مزید مشورہ اور علماء اعلام کی تائید و رہنمائی کی ضرورت ہے غور کریں۔

سدھارنے کی ضرورت ہے جن اصحاب نے نبی اکرم ﷺ کی تعلیم کو دل و جان سے قبول کیا آپ کے ساتھ مشکل اوقات میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور ان میں سے بہت سے افراد نے شہادت کا جام نوش فرمایا اور بعض جنگ کے میدانوں سے غازی بن کر لوٹے انہوں نے اسلام کے پیغام کو دور دراز کے علاقوں میں پہنچانے میں نبی اکرم ﷺ کی پیروی کی اور ان کی مدح میں آنے والی کثیر آیات اور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اور ائمہ معصومینؑ کے ان کے نام پر درود وسلام بھیجنے کی کثیر روایات ملاحظہ ہوں اس لیے ان کی عملی زندگی کا ذکر خیر انسانی تربیت میں موثر ہوگا بلکہ بعض افراد جو اسلامی تعلیم کے عملی پہلو سے اس وجہ سے دور ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ انبیاءؑ اور اولیاء الٰہی نورانی مخلوق تھے اور بالذات معصوم تھے اور اصحاب کی سیرت و کردار کو پیروی کے قابل نہیں تو کس کو اپنے لیے نمونہ عمل قرار دیں حالانکہ اگر اسلام کی حقیقی تعلیم کو دیکھا جائے تو اس میں جس طرح انبیاء اور اولیاء الٰہی کی سیرت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا اور ان کے انسان کامل ہونے کا تصور پیش کیا گیا اس طرح ان کے صالح اور باوفا اصحاب کے تذکروں سے قرآن و سنت متواترہ میں بہت کچھ موجود ہے جو لوگ انبیاء و اولیاء اور اصحاب صالح کی سیرت میں جدائی ڈالتے ہیں وہ افتومنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض کے پیش نظر اپنی رائے پر نظر ثانی کریں بھلا جس قرآن میں نبی اکرم ﷺ اور اہل بیتؑ کی سیرت و کردار سے تمسک کا حکم دیا گیا رہیں اصحاب صالح کی مدح سرائی ہوئی ان کی نیک سیرت و کردار کی پیروی کی تاکید ہوئی ہے کیونکہ وہ اس میں حکم خدا و رسول کے پیروکار تھے خدا کرے یہ دھڑے بندیاں ختم ہوں کہ ایک گروہ نے اہل بیتؑ کی مدح کی آیات کو لیا دوسرے نے اصحاب کی مدح کی آیات کو لیا اور دوسری آیات کی تاویلیں کر ڈالیں راہ وسط یہ ہے کہ انصاف کا دامن نہ چھوڑا جائے اور اصحاب باوفا اور صالح کا تذکرہ ہو ان کی نیک سیرت و کردار کا عملی نمونہ اپنے لیے راہ عمل قرار دیا جائے اصل بحث میں وارد ہونے سے پہلے ہم ان کی مدح کی بعض آیات اور روایات کا ذکر کرتے ہیں پھر ان کی عملی

زندگی کے نمونے پیش کریں گے ان مناظرانہ بحثوں کی جڑ کاٹ دیں گے عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کے مقام و منزلت پر رکھا جائے اور ظلم و تعصب کی وجہ سے کسی حقیقت سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ جن اصحاب کی مدح قرآن میں ہوئی اور جن اصحاب کی مدح میں نبی اکرم ﷺ اور معصومینؑ کی لسان عصمت گویا ہوئی جن کے تذکرے اور عملی نمونوں سے معصومینؑ نے مخالفین کے سامنے استدلال فرمایا جن کی عملی کوششوں سے اسلام اور مسلمین کو عزت و سر بلندی نصیب ہوئی انہوں نے جان و مال کی قربانیوں سے دریغ نہیں کیا ان کے ذکر خیر سے اپنے علم و عمل کو سنواریں کیونکہ ان کے تذکرے میں قرآن و انبیاء اور ائمہ معصومین کی تعلیمات کا بھی عکس ہے۔

صحابہ پیامبر ؐکی مدح کی ادلہ، معنی ،تاریخ اور عقیدہ شیعہ

صحابی یعنی جسے رسول اکرم ﷺ کی صحبت ،معیت اور ملاقات وزیارت کا شرف ملا ہو اور آپﷺ پہ ایمان بھی لایا ہو اور ایمان پہ فوت ہوا ہو جیساکہ شہید ثانی نے الدرایہ میں فرمایا پھر بعض دانشمند آپ کی زیارت کو صحابیت کیلئے کافی سمجھتے ہیں جبکہ بعض دوسرے صحبت کو لمبے عرصے کیلئے لازمی قرا ر دیتے ہیں ۔

صحابہ کرام کی تعداد میں اختلاف ہے، زیادہ سے زیادہ سوالاکھ کا قول لکھا گیا ،ظاہراً صحبت نبی اکرمﷺ بہت بڑا امتیاز ہے اگر اس کے تقاضے پورے کیئے جائیں مثلًا:

جماعة من أصحابنا ، عن أحمد بن محمّد بن عيسى ، عن الحسين بن سعيد ، عن فضالة ، عن عبد الله بن سنان ، عن أبي عبد الله (عليه السلام) أنّه قال : مرّ بالنبي ص رجل وهو يعالج بعض حجراته فقال : يا رسول الله ، ألا أكفيك ؟ فقال : شأنك ، فلمّا فرغ قال له رسول الله ص: حاجتك ؟ قال : الجنّة ، فأطرق رسول الله ص ثمّ قال : نعم ، فلمّا ولّى قال له : يا عبد الله ، أعنّا بطول السجود[1]-

---

[1] - کافی محمد بن یعقوب کلینی ۳ص۲۶۶، ن۱۱۸۴، وسائل الشیعہ، ابواب السجود، باب ۲۲،ح۲ن۸۲۳۰ ، محجتہ البیضاء اص ۳۴۵ ،اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ ایک گروہ نے آپ سے جنت کی ضمانت کی درخواست کی تو فرمایا: اس شرط پر

ترجمہ: ایک دفعہ نبی اکرمﷺ اپنے حجروں کا کوئی کام کررہے تھے ایک صحابی قریب سے گزرا اور نبی اکرمؐ سے اجازت لیکر وہ کام کردیا اب جب کام مکمل ہوا تو نبی اکرمﷺ نے فرمایا کیالینا چاہو گے ؟

اس نے عرض کی: مولا! اگر آپ دینا ہی چاہتے ہیں تو مجھ جنت دلا دیجئے۔ آپﷺ نے اسکی جنت کی ضمانت لی اورجب وہ جانے لگا۔ فرمایا: اے بندہ خدا! اب تو ہماری لمبے سجدوں کے ذریعے ہماری مدد کرنا۔

لیکن کیا تمام اصحاب عادل اور متقی تھے اور پوری زندگی ان سے کوئی فسق و فجور سرز نہیں ہوا[1] جیسا کہ عامہ کا مشہورنظریہ ہے اور اسکی تائید میں وہ کچھ احادیث بھی لاتے ہیں۔

اس کی تحقیق کیلئے قرآن وسنت نبی اکرمﷺ کے علاوہ تاریخ اسلام کے متواتر بیانات سے مدد لی جاتی ہے :

عدالت صحابہ کی دلیل میں بیسیوں آیات پیش کی جاتی ہیں مثلًا:

۱۔وَ الَّذینَ آمَنُوا وَ هاجَرُوا وَ جاهَدُوا فی سَبیلِ اللَّهِ وَ الَّذینَ آوَوْا وَ نَصَرُوا أُولِئکَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ رِزْقٌ کَریم[1] ؛ اور جو لوگ ایمان لائے

کہ تم لمبے سجدوں کے ساتھ میری مدد کرو: ان قوما اتورسول الله ص فقالوا:یا رسول الله ! اضنم لنا علی ربک الجنة ، قال فقال : علی ان تعینونی بطول السجود؛بحارالانوار، ج۸۵، ص ۱۶۴،ازامالی طوسی ۲ص ۲۷۷۔

[1] -بظاہر عدالت میں اتنی وسعت نہیں بلکہ اسے بالفعل یا بالملکہ محرمات سے بچنے اور واجبات کے انجام دینے کے معنی میں لیا جاتا ہے توجب اصحاب پیامبر ص کی عدالت کی بحث آتی ہے تو اسے عصمت کے معنی میں پیش کیا جاتا ہے کہ پوری زندگی ان سے کوئی خطا یاگناہ سرزدنہ ہو یہ بات قابل ملاحظہ ہے اور مشہور بحث کرنے والوں کواس میں مناظرانہ رنگ کو چھوڑ کر عدالت ووثاقت کے معنی میں بحث کرنی چاہیے پس عدالت اور عصمت کے فرق کو سمجھنے کے بعد ان بحثوں میں غور و فکر کریں۔

اور مہاجرت کی اور راہ خدا میں جہاد کیا نیز جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں،ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے۔[1]

اس آیت سے استدلال کیاجاتاہے کہ خدا نے نبی اکرمﷺ پہ ایمان لانے والوں ہجرت کرنے والوں،جہاد کرنے والوں اور نبی اکرمﷺ کو پناہ دینے والوں اور انکی مدد کرنے والوں کو حقیقی مومن قرار دیا ہے اور انکے مغفرت و باعزت رزق قراردیا ہے۔

تجزیہ تحلیل:اگرچہ اس میں انکو مومن قرار دیا گیا لیکن حصول ثواب کیلئے تین شرائط کومدنظر رکھنا پڑیگا:

۱۔ایمان کامل؛۲۔عمل صالح ۳۔استقامت و خاتمہ بالخیر۔

قرآن کی بیسیوں آیات سے یہ شرائط ثابت ہیں ایمان ایک باطنی شیء اور دل کی کیفیت ہے اورعمل صالح اسکا عکاس ہوتا ہے اورخاتمہ بالخیر بھی نہایت لازم ہے۔جیساکہ سورہ عصرمیں ہے : وَ الْعَصْرِ*إِنَّ الْإِنْسانَ لَفی خُسْرٍ*إِلاَّ الَّذینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ وَ تَواصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَواصَوْا بِالصَّبْرِ ...؛ قسم ہے زمانے کی، انسان یقینا خسارے میں ہے،سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اور جو ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے ہیں اور صبر کی تلقین کرتے ہیں۔

اسی طرح " إِنَّ الَّذینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ أُولئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ *جَزاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْری مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهارُ خالِدینَ فیها أَبَداً

---

[1] سورہ انفال ۷۴۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْه[1]"جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے وہ یقینا بہترین خلائق میں سے ہیں، ان کا صلہ ان کے رب کے پاس دائمی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جن میں وہ ابد تک ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ سب کچھ اپنے رب سے خوف رکھنے والے کے لیے ہے۔

إِنَّ الَّذينَ قالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقامُوا فَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لا هُمْ يَحْزَنُونَ٭أُولٰئِکَ أَصْحابُ الْجَنَّةِ خالِدينَ فيها جَزاءً بِما کانُوا يَعْمَلُونَ[2]؛ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر استقامت دکھائی، ان کے لیے یقینا نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگیں ہوں گے، یہ لوگ جنت والے ہوں گے (جو) ہمیشہ اسی میں رہیں گے ان اعمال کے صلے میں جو وہ بجا لایا کرتے تھے۔

اورفرمایا: الَّذينَ آمَنُوا وَ لَمْ يَلْبِسُوا إيمانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰئِکَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَ هُمْ مُهْتَدُونَ[3] ؛جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم وبے انصافی سے آمیزش نہ کی وہی اطمینان میں ہونگے اور وہ راہ راست پہ ہیں۔

اور فرمایا: يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا إِذا لَقيتُمُ الَّذينَ کَفَرُوا زَحْفاً فَلا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبارَ٭وَ مَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلاَّ مُتَحَرِّفاً لِقِتالٍ أَوْ مُتَحَيِّزاً إِلى فِئَةٍ فَقَدْ باءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ وَ مَأْواهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصيرُ؛ اے ایمان والو! جب میدان

---

[1]۔ بیّنہ ۷۔

[2]۔ احقاف ۱۳۔۱۴۔

[3]۔ انعام ۸۲۔

جنگ میں کافروں سے تمہارا سامنا ہو جائے تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا۔اور جس نے اس روز اپنی پیٹھ پھیری مگر یہ کہ جنگی چال کے طور پر ہو یا کسی فوجی دستے سے جا ملنے کے لیے تو (کوئی حرج نہیں ورنہ) وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا جو شخص ایمان کامل اور عمل صالح اور خاتمہ بالخیر پہ ہو اس کی یہ سب فضیلتیں ہیں جبکہ حلقہ یاران میں تو ہر صفت کے لوگ پائے جاتے تھے، اس لیئے سب کیلئے یہ فضیلتیں قراردینا صحیح نہیں ہوگا بلکہ جو اچھے ہیں ان کیلئے یہ عظمتیں جائیں گی۔گویاقرآن کی اکثر آیات قضیہ حقیقیہ کی بناء پہ نازل ہوئی ہیں یعنی جن میں یہ صفات بدرجہ اتمّ پائی جائیں گی ان کو شامل ہونگی۔

۲۔فتح ۱۸: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ...؛بتحقیق اللہ ان مومنین سے راضی ہو گیا جو درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے، پس جو ان کے دلوں میں تھا وہ اللہ کو معلوم ہو گیا، لہٰذا اللہ نے ان پر سکون نازل کیا اور انہیں قریبی فتح عنایت فرمائی.

اس آیت سے ثابت کیاجاتا ہے کہ ایک لاکھ چالیس ہزار اصحاب کی وثاقت ثابت ہوجاتی ہے کیونکہ خدا ان راضی ہے وہ خدااوراسکے رسولﷺ پہ کوئی جھوٹ نہیں بولتے اورنہ ہی کوئی گناہ کرتے ہیں بلکہ وہ سب عادل ہیں۔

اشکالات: ا۔یہ دلیل دعوی سے خاص ہے کیونکہ جو اصحاب بیعت کیلئے درخت کے جمع ہوئے وہ کم ہیں اور جن کی عدالت ثابت کرنے کیلئے یہ آیت پیش کی گئی وہ زیادہ ہیں۔

۲۔جن سے خدا راضی ہوا، مطلق بیعت کرنے والے نہیں بلکہ خدا تو مومن بیعت کرنے والوں سے راضی ہوا تو اس آیت میں باایمان بیعت کرنے والوں کی مدح ہے ،فقط اسلام کافی نہیں: قالَتِ الْأعْرابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَ لکِنْ قُولُوا أَسْلَمْنا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْإیمانُ فی قُلُوبِکُم [۱]،اس آیت سے اسلام و ایمان میں فرق بتایا گیا۔

۳۔بیعت رضا کی جہت تعلیلی نہیں کیونکہ رضا تشریعی کا ذات کے ساتھ متعلق ہونا معقول نہیں یعنی یہ معنٰی کرنا صحیح نہیں کہ خدا تم سے راضی ہوگیا کیونکہ تم نے بیعت کی بلکہ اسے جہت تقییدی قرار دینا چاہیئے کیونکہ خدا کی رضا عمل سے ہے کہ خداتمہارے عمل سے راضی ہوگیا تو اسے انکے باقی اعمال عدالت ،صداقت اور دوسرے اعمال کی قبولیت ثابت نہیں ہوتی۔

اشکال:خدا کی رضا ہماری نفسانی صفات(خوشی) کی طرح نہیں کیونکہ وہ جسم و جسمانیات سے پاک ہے تو اس کی رضا اس کاثواب ہے تو بیعت کو جہت تعلیلیہ قرار دیا جاسکتا ہے ؟جیسے کہ وَعَدَکُمُ اللَّهُ مَغانِمَ کَثِیرَةً تَأْخُذُونَها ؛کے ساتھ یہی مناسب ہے۔

جواب: اگر یہ بھی مراد لی جائے تو بھی جن سے راضی ہوا،انکی وثاقت و عدالت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ پوری آیت کا مدلول یہ ہے کہ اللہ نے انکو بیعت کی وجہ سے فتح و غنیمتیں عطاکیں[۲]۔

---

[۱]۔ سورہ حجرات،۱۴۔
[۲]۔ بحوث فی علم الرجال ص۸۵۔۸۶۔

۳۔ وَ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهاجِرِينَ وَ الْأَنْصارِ وَ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ وَ أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهارُ خالِدِينَ فِيها أَبَداً ذلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ [۱]؛اور مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے سب سے پہلے سبقت کی اور جو نیک چال چلن میں ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں وہ ابد تک ہمیشہ رہیں گے یہی عظیم کامیابی ہے۔

اس آیت کریمہ میں مہاجرین اولین و انصار اولین کی تعریف کی گئی اور ان سے خدا کی رضا کسی عمل سے مقیّد بھی نہیں اور حذف متعلق عموم کا فائدہ دیتا ہے یعنی جب تک معتبر دلیل سے ان میں سے کسی کا کذب ثابت نہ ہو ان کو ادق شمار کیا جائیگا۔

جبکہ اس آیت میں اتّبعوھم باحسانٍ کی قید سے سمجھا جاتا ہے کہ انکی اچھائی میں انکی پیروی ہی باعث نجات ہے تو اس آیت سے انکی عصمت ثابت نہیں ہوتی بلکہ جن کا جھوٹ ثابت نہ تو اس کو سچا سمجھا جاسکتا ہے۔

۴۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَ الَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَماءُ بَيْنَهُمْ تَراهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِنَ اللَّهِ وَ رِضْواناً سِيماهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْراةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ

---

[۱] ۔توبہ ۱۰۰۔

فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوى عَلى سُوقِه يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَ أَجْراً عَظيما[1]-

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت گیر اور آپس میں مہربان ہیں، آپ انہیں رکوع، سجود میں دیکھتے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے فضل اور خوشنودی کے طلبگار ہیں سجدوں کے اثرات سے ان کے چہروں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف توریت میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی ان کے یہی اوصاف ہیں، جیسے ایک کھیتی جس نے (زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اس طرح کفار کا جی جلائے، ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح بجا لائے ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

جن کی یہ صفات ہوں وہ کیسے جھوٹ بولیں گے لیکن اس آیت کے آخر میں مِنْ تبعیضیہ آئی ہے یعنی ان میں سے بعض ایسے ہیں جواس عظیم مرتبے کے مالک ہیں پس جن کا ایمان و عمل صالح ثابت ہوگا وہ عظیم مراتب پہ فائز ہونگے۔

۵۔ لِلْفُقَراءِ الْمُهاجِرينَ الَّذينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيارِهِمْ وَ أَمْوالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِنَ اللَّهِ وَ رِضْواناً وَ يَنْصُرُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ أُولئِكَ هُمُ الصَّادِقُون[2]؛(یہ مال فیٔ) ان غریب مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اموال سے بے دخل کر

---

[1]۔ فتح ۲۹۔
[2]۔ سورہ حشر ۸۔

دیے گئے جو اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں نیز اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف ہے جو حقیقت میں ان صفات کے مالک ہوں تو جن کے متعلق ان صفات کا یقین ہو ان کیلئے ا س سعادت کا انکار کرنا صحیح نہیں۔اسی طرح یہ آیات بھی ہیں:

۶۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذینَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ یرْتابُوا وَ جاهَدُوا بِأَمْوالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ فی سَبیلِ اللَّهِ أُولئِکَ هُمُ الصَّادِقُون[1]؛ مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں پھر شک نہ کریں اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کریں، یہی لوگ (دعوائے ایمان میں) سچے ہیں۔

۷۔ لَیْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لکِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَ الْیَوْمِ الْآخِرِ وَ الْمَلائِکَةِ وَ الْکِتابِ وَ النَّبِیِّینَ وَ آتَی الْمالَ عَلی حُبِّهِ ذَوِی الْقُرْبی وَ الْیَتامی وَ الْمَساکینَ وَ ابْنَ السَّبیلِ وَ السَّائِلینَ وَ فِی الرِّقابِ وَ أَقامَ الصَّلاةَ وَ آتَی الزَّکاةَ وَ الْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذا عاهَدُوا وَ الصَّابِرینَ فِی الْبَأْساءِ وَ الضَّرَّاءِ وَ حینَ الْبَأْسِ أُولئِکَ الَّذینَ صَدَقُوا وَ أُولئِکَ هُمُ الْمُتَّقُونَ[2]؛ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا رخ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو، بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی اللہ، روز قیامت، فرشتوں، کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے

---

[1]۔ سورہ حجرات ۱۵۔

[2]۔ سورہ بقرہ ۱۷۷۔

اور اپنا پسندیدہ مال قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے نیز جب معاہدہ کریں تو اسے پورا کرنے والے ہوں اور تنگدستی اور مصیبت کے وقت اور میدان جنگ میں صبر کرنے والے ہوں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

۸۔ وَ الَّذینَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهِ أُولٰئِکَ هُمُ الصِّدِّیقُونَ وَ الشُّهَداءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَ نُورُهُم[1]۔

ترجمہ:۔اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں وہی اپنے رب کے نزدیک کامل سچے اور گواہ ہیں، ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہ جہنمی ہیں۔

ان سب آیات میں قضایا حقیقیہ ہیں ہیں یعنی جن اصحاب میں یہ صفات پائی جاتی ہوں ان کیلئے یہ مدح ہوگی۔

۹۔ وَ لا عَلَی الَّذینَ إِذا ما أَتَوْکَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لا أَجِدُ ما أَحْمِلُکُمْ عَلَیْهِ تَوَلَّوْا وَ أَعْیُنُهُمْ تَفیضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَناً أَلاَّ یَجِدُوا ما یُنْفِقُون[2]؛اور نہ ان لوگوں پہ الزام ہے جنہوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ آپ ان کیلئے سواری فراہم کریں آپ نے کہا میرے پاس تو سواری نہیں کہ تمہیں اس پہ سوار کروں یہ سن کر وہ واپس ہوئے جبکہ ان کی آنکھیں اس غم سے آنسوبہا رہی تھیں کہ ان کے پاس خرچ کیلئے کچھ نہ تھا۔

---

[1]۔حدید ۱۹۔
[2]۔سورہ توبہ ۹۲

یہ نبی اکرم ﷺ کے باوفااور صالح اصحاب کی داستان ہے جن میں شوق شہادت اور جذبہ جہادسلگ رہا تھا مگروسائل کی کمی کی وجہ سے وہ اس سعادت سے محروم ہورہے تھے وہ جب نبی پاک ﷺ کے ہاں سے واپس لوٹتے تھے تو وہ اشکبار ہوتے تھے۔

۱۰۔ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرى مِنَ الْمُؤْمِنينَ أَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقاتِلُونَ في سَبيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ يُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ[1]؛ یقینا اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں، یہ توریت و انجیل اور قرآن میں ان کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر اپنا عہدپورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ پس تم نے اللہ کے ساتھ جو سودا کیا ہے اس پرخوشی مناؤ اور یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔(یہ لوگ) توبہ کرنے والے، عبادت گزار، ثنا کرنے والے، (راہ خدا میں) سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کی دعوت دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے ہیں اور (اے رسول) مومنین کو خوشخبری سنا دیجیے۔

اس قسم کی بیسیوں آیات میں حقیقی مومنین و صالح عمل کرنے والوں اور اپنی جان راہ خدا میں قربان کرنے والوں کیلئے تعریفیں ہیں تفصیلات تفاسیر میں موجود ہیں [2]۔

---

[1]۔ سورہ توبہ ۱۱۱۔

[2]۔ تجلیات ج ۱ ص ۱۳۹۔ ۱۴۷۔

ایسے باوفا اور صدق دل سے ختم الرسل ﷺ کی تعلیمات اور سیرت کے پیرو اصحاب کو بہت چاہتے ہیں اور اپنی عقیدتوں کے پھول ان کیلئے نچھاور کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے معصومینؑ سے معتبر روایات میں انکی پہ درود و سلا م بھیجا گیا ہے ۔کئی اسنادسے فضل بن شاذان از امام رضاؑ نقل ہوا ہے کہ آپ نے ایک خط مامون کو لکھا : محض الإسلام شهادة أن لا إله إلا الله ...: والبراءة من الذين ظلموا آل محمد حقهم .وذكر جملة من أنواعهم ، وأصنافهم ، ثم قال : والولاية لأمير المؤمنين ، والمقبولين من الصحابة ، الذين مضوا على منهاج نبيهم صلى الله عليه وآله ، ولم يغيروا ولم يبدلوا ، مثل : سلمان الفارسى ، وأبى ذرّ ، الغفارى ، والمقداد بن الأسود ، وعمار بن ياسر ، وحذيفة بن اليمانى ، وأبى الهيثم بن التيهان ، وسهل بن حنيف ، (وعثمان بن حنيف ، وأخويه) وعبادة بن الصامت ، وأبى أيوب الأنصارىّ ، وخزيمة بن ثابت ذى الشهادتين ، وأبى سعيد الخدرىّ ، وأمثالهم رضى الله عنهم والولاية لأتباعهم ، وأشياعهم ، والمهتدين بهدايتهم ، السالكين منهاجهم [1] -

اسلام کی حقیقت اقرار شہادتین ...اور جنہوں نےآل محمد کے حق کو غصب کیاان سے برائت کرنا ہے اور اس طرح کی کی تعلیمات بیان کرنے کے بعد فرمایا : اور امیر المومنینؑ اور نبی اکرم ﷺ کے بہترین صحابہ جو نبی پاکؐ کی سیرت پہ چلے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی ان کی ولایت کو قبول کرنا جیسے سلمان ،ابوذر ،مقداد بن اسود ، عمار بن یاسر ،حذیفہ بن یمانی ،ابوالہیثم بن تیہان ، سہل بن حنیف ، عثمان بن حنیف ، اور ان

---

[1] ۔ خاتمہ وسائل ص۲۳۵ ج۳۰ طبع جدید ،ازعیون اخبار رضا ج۲ ص۱۲۶۔۱۲۱، باب۳۵ ح۱۔

کے دونوں بھائی، عبادہ بن صامت، ابوایوب انصاری، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین، ابوسعید خدری، اور ان جیسے افراد کہ خدا ان سے راضی ہوا اور ان کے پیروکاروں اور ان کی ہدایت سے ہدایت حاصل کرنے والوں اور ان کی راہ پر چلنے والوں کی ولایت کو قبول کرنا۔

امام زین العابدین حضرت سجاد صحیفہ کاملہ کی پانچویں دعا "فی الصلاۃ علی اتباع الرسل ومصدقیھم" میں فرماتے ہیں:

اللهم وأصحاب محمد صلى الله عليه وآله، خاصة الذين أحسنوا الصحابة، والذين أبلوا البلاء الحسن فى نصره، وكانفوه، وأسرعوا إلى وفادته، وسابقوا إلى دعوته، واستجابوا له حيث أسمعهم حجة رسالاته، وفارقوا (الازواج والاولاد فى إظهار كلمته، وقاتلوا) الاباء والابناء فى تثبيت نبوته، وانتصروا به، ومن كانوا منطوين عل محبته، يرجون تجارة لن تبور فى مودته، والذين هجرتهم العشائر وتعلقوا بعروته، وانتفت منهم القرابات، إذ سكنوا فى ظل قرابته، فلا تنس لهم اللهم ما تركوا لک وفيک، وأرضهم من رضوانک، وبما حاشوا الخلق عليک، وكانوا مع رسولک دعاة لک إليک، واشكرهم على هجرهم فيک ديار قومهم، وخروجهم من سعة المعاش إلى ضيقه، ومن كثرت فى إعزاز دينک من مظلومهم؛

ترجمہ: خصوصیت سے اصحاب محمدﷺ میں سے ان افراد کی مغفرت اور خوشنودی کے ساتھ یاد فرما جنہوں نے پیغمبر اکرمﷺ کا پوری طرح ساتھ دیا اور انکی نصرت میں پوری شجاعت کا مظاہرہ کیا اور انکی مدد کیلئے کمر بستہ رہے اور ان پہ ایمان لانے میں جلدی کی اور انکی دعوت کی طرف سبقت کی اور جب

پیغمبرﷺنے اپنی رسالت کی دلیلیں انکے گو ش گزار کیں تو انہوں نے لبیک کہا اور ان کا بول بالا کرنے کیلئے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑا اور امر نبوت کے استحکام کیلئے باپ بیٹو ں تک سے جنگیں کیں اور نبی اکرمﷺ کے وجود کی برکت سے کامیابی حاصل کی اور نبی اکرمﷺ کی محبت دل کے ہر رگ و ریشہ میں لئیے ہوئے تھے اور آپ کی محبت میں ایسی نفع بخش تجارت کی توقع رکھتے تھے جس سے کبھی نقصان نہ ہو اور جب ان کے دین کے بندھن سے وابستہ ہوئے تو ان کے قوم قبیلہ نے انہیں چھوڑ دیا اوراور آپ ﷺ کے سایہ قرب میں منزل کی تو اپنے بیگانے ہوگئے تو اے میرے معبود! انہوں نے تیری خاطر اور یتری راہ میں جو سب کو چھوڑا تو جزاء کے موقع پہ ان کو فراموش نہ کر اور ان کی اس فداکاری اور خلقِ خدا کو تیرے دین جمع کرنے اور رسول اکرمﷺ کے ساتھ داعی حق بن کر کھڑے ہونے کے صلہ میں انہیں اپنی رضا سے سرفراز وشاد کام فرما اور انہیں اس امر پہ بھی جزاء دے کہ انہوں نے تیری خاطر اپنے قوم قبیلہ کے شہروں سے ہجرت کی اور وسعت معاش سے تنگی معاش میں جا پڑے اوریونہی مظلوموں کی خوشنودی کا سامان کر کہ جن کی تعداد کو تو نے اپنے دین کو غلبہ دینے کیلئے بڑھایا۔

قرآن مجید اور سنّت نبی اکرمؐ کے ناقلین

یہاں ایک اہم سوال یہ ہے کہ قرآن مجید اور سنّت نبی اکرمﷺ کے ناقلین اصحاب پیامبرؐ ہیں،اور اگر اصحاب رسول اکرمؐ کے متعلق اس قسم کا عقیدہ رکھا جائے کہ ان میں سے بہت سے اچھے باایمان اور صالح تھے اور بعض ان میں دوسری اصناف الناس سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے اقوال کو رجال میں

قبول نہیں کیا جاسکتا تو پھر قرآن انہی اصحاب کے واسطوں سے نقل ہوا ہے وہ مشکوک ہوجائیگا اور نبی اکرمﷺ کی سنت کا اعتبار کم ہوگا؟

جواب:قرآن مجید متواتر نقل ہوا ہے اس میں تبدیلی وتحریف بالنقص کوئی نہیں کرسکتا تھا چونکہ رسول اکرمﷺ نے اس کو بہت زیادہ افراد کو سکھایا پڑھا اور حفظ کرایا تھا بلکہ اہل بیتؑ کے متعلق بھی یہی فرمایا جیسا کہ امام علیؑ کے متعلق ہے : علی مع القرآن والقرآن مع علیٍ کہ علی و قرآن ہمیشہ ساتھ ہیں دنیاان سے ظاہری حکومت تو لے سکی پر ان سے علم قرآن کو جدا نہیں کیا جاسکا۔دوسرا خود قرآن کی حفاظت کا ذمہ خدا نے لیا ہے: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحافِظُون[1]۔

جہاں تک سنّت نبی اکرمﷺ کا تعلق ہے تو اس کے نقل کرنے والے اصحاب میں بھی تفصیل ہے کیونکہ بہت سے اصحاب ایسے ہیں جو صادق و ثقہ ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ضعیف تو ہم صادق اور سچے اصحاب کی روایات کو معتبر قرار دیں گے اور غیر ثقہ افراد کی روایات کو رسول اکرمﷺ کی طرف نسبت دینے کو جائز نہیں کہتے۔

ایک سوال:۔کیا رسول اکرمﷺ کی روایات جو اصحاب کے واسطے سے منقول ہیں ان سے اصحاب کی وثاقت پہ دلیل قائم کرسکتے ہیں ؟

جواب : اگرچہ ایسی روایات موجود ہیں جن میں بعض اصحاب کی مدح کی گئی ہے لیکن روایات نبی اکرمﷺ کے ذریعے اصحاب کی فضیلت و صداقت اور

---

[1] سورہ حجر۹۔

عدالت کو ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ انہی اصحاب سے منقول ہیں اور ان سے استدلال کرنا دور کو لازم ہے جو کہ عندالمناطقہ والعقلاء باطل ہے۔

جبکہ اصحاب کے متعلق خود انکی نقل کردہ روایات میں بہت کچھ ایسے مفاہیم ہیں جو قرآن کی طرح بعض اصحاب کے کذب ومنافقت اور فسق پہ دلالت کرتے ہیں بلکہ ارتداد پہ دلالت کرتی ہیں جیسا کہ بخاری میں ایسی روایات ہیں جو نبی اکرمﷺ کے اصحاب کے حوض سے دور کیئے جانے پہ دلالت کرتی ہیں۔

سہل بن سعد از نبیﷺ: میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہونگا جو شخص میرے پاس سے گزرے گا پانی پیئے گا اور جو پیئے گا پیاسا نہ ہوگا دیکھو کچھ وہاں میرے پاس ایسے لوگ آئیں گے جنہیں میں جانتا ہونگا وہ مجھے جانتے ہیں لیکن میرے اور ان کے درمیان آڑ ہوگی [1]۔

اور تاریخ اسلامی بھی اصحاب رسول اکرمﷺ کے متعلق تفصلات پیش کرتی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے،اصحاب میں ہر قسم کے لوگ تھے نبی اکرمﷺ کی محفل میں آجانے کے بعد ان کو کوئی ایسی تکوینی تبدیلی نہیں آجاتی کہ انکی فطرت کو بالکل تبدیل کردیا جائے اورانکو خواہشات مفادات سب الہی ہوکر رہ جائیں بلکہ ان میں لڑائی بھی ہوتی تھی ان میں جھوٹ بولنے والے بھی بدستور تھے اور جو ان میں اچھے تھے وہ بھی آج کی مسلمانوں کی نسبت بہت ہی اچھے تھے خدا ان کو جزاء خیر عطافرمائے جیساکہ معصومینؑ کی روایات میں منقول ہے۔

---

[1] بخاری،ح نمبر (۶۵۸۳-۷۰۵۰)۔

نتیجہ یہ ہوا کہ رجال عامّہ میں جو تمام اصحاب نبی اکرمﷺ کی عدالت کا حکم لگایا گیا ہے یہ انکی رجال میں ایک تسامح ہے وگرنہ عندالتحقیق اصحاب کے متعلق بھی دوسرے راویوں کی طرح تحقیق ہونی چاہیئے اور صالح اور نیکوکار اصحاب کی سیرت و عملی کردار قابل عمل ہے اور ان کے ذکر خیر سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

ثقہ و ثقات کی مشکل

یہاں یہ سوال پیش آتا ہے کہ اصحاب کی توثیق و تعدیل کے لیے کن ذرائع سے استفادہ کیا جائے کہ عامہ کے رجال میں ثقہ کا معیار بہت عجیب ہے جیسا کہ صاحب الغدیر نے عامہ کے جعلکار کی طویل فہرست ذکر کرنے کے بعد فرمایا: یہ ان کے پاس اس راوی کی حالت ہے جو ثقہ نہیں اور نہ اس کی حدیث پہ اعتماد ہوتا ہے اور جو انکے ہاں ثقہ ہے، اس میں بھی لا ینحلّ مشکل اور پیچیدگی ہے جو قارئین کو حیرت میں ڈالتی ہے کسی عالم کو معلوم نہیں کہ ثقہ کیا ہوتا ہے اور اسکا معنیٰ کیا ہے؟ وثاقت کونسا ملکہ ہے؟ کس چیز سے آتا ہے؟ اور کونسی صفات اسکے متضاد ہیں؟ آیئے ہم انکے بعض ثقات کی تاریخ کو پڑھیں۔

۱۔ زیاد بن ابیہ: جس نے بہت جرائم کا ارتکاب کیا۔ اسکے متعلق، خلیفہ بن خیاط کہتا ہے: یہ زاہد و عبادت گزار افراد میں شمار ہوتا تھا۔ احمد بن صالح کہتا ہے: اس پہ کذب کی تہمت نہیں ہے[1]۔

۲۔ عمر بن سعد بن ابی وقاص: جس نے سید الشہداء امام کربلا، سبط سید الانبیاءؑ کو قتل کیا عجلی اسے ثقہ کہتا ہے[2]۔

۳۔ عمران بن حطّان: خوارج کا سر گروہ تھا اس نے ابن ملجم کے متعلق معروف اشعار کہے۔

یا ضربة من تقی ما اراد بها * الا لیبلغ من ذی العشر رضوانا

---

[1]۔ تاریخ مدینہ دمشق از ابن عساکر ج۱۹ ص ۱۶۲ نمبر ۲۳۰۹

[2]۔ خلاصہ التہذیب خزرجی نمبر ۵۱۶۵

انی لأذکره یوما فاحسبه * اوفی البریة عند الله میزان[1]

ترجمہ: یہ ایک پرہیزگار شخص نے ضرب لگائی اور اس کے ذریعے وہ عرش والے کی رضا کا طلبگار تھا۔

میں اس کو یاد کرتا ہوں تو اس کو شمار کرتا ہوں کہ خدا کے ہاں اسے اسکی بہت بڑی جزاء ملے گی۔

اسے عجلی نے ثقہ کہا ہے اور بخاری نے اپنی صحیح میں اس سے روایات لی ہیں۔

۴۔اسماعیل بن اوسط بجلی امیر کوفہ م۱۱۷ھ۔ یہ حجاج بن یوسف کا مددگار تھا اور اس نے سعید بن جبیر کو قتل کیلئے پیش کیا تھا ابن معین نے اسکی توثیق کی ہے اور ابن حبّان نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے [2]۔

۵۔اسد بن وداعہ شامی تابعی ناصبی: یہ امام علیؑ کو گالیاں دیا کرتا تھا اور ساتھ عبادت گزار تھا اسکو نسائی نے ثقہ قرار دیا [3]۔

۶۔ابو بکر محمد بن هارون: ناصبی منحرف۔ یہ امیرالمومنین کے متعلق برائی کرنے میں معروف تھا خطیب بغدادی نے اسکی توثیق کی ہے [4]۔

۷۔خالد قسری:۔امیر ناصبی بغض رکھنے والا اور ظالم اسی طرح ذھبی نے اسکی وصف بیان کی۔ تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنھایہ حوادث ۱۲۶ھ) میں ہے یہ برا آدمی تھا اور امام علی ابن ابی طالب پہ طعن کیا کرتا اسکی ماں نصرانیہ تھی یہ خود دین میں متھم تھا اس نے اپنی ماں کیلئے ایک کنیسہ اپنے گھر میں تعمیر کروایا ابن حبان اس کو ثقہ کہتا ہے [5])۔

---

[1]۔الفصول المھمۃ ۳۳۹۔

[2]۔میزان الاعتدال نمبر ۸۵۳۔ لسان المیزان نمبر ۱۲۴۸۔

[3]۔میزان الاعتدال نمبر ۸۱۶۔ لسان المیزان نمبر ۱۲۱۱۔

[4]۔لسان المیزان نمبر ۸۱۴۲۔

[5]۔الثقات ج۶ ص ۲۵۶۔

۸۔اسحاق بن سوید عدوی بصری م۱۳۱ھ ۔یہ امام علیؑ پہ شدید طعن و تشنیع کیا کرتا تھا کہتا تھا میں علی کو پسند نہیں کرتا اسکو احمد ،ابن معین اور نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے اور یہ بخاری و مسلم اور ابو دائود و نسائی کے رجال میں ہے[1]۔

۹۔نعیم بن ابی ہندم۲۱۱ھ۔ناصبی یہ امام علی پہ شدید طعن کیا کرتا تھااور نسائی نے اسکو ثقہ قرار دیا ہے۔

۱۰۔حریز بن عثمان۔یہ مسجد میں نماز پڑھتا تھااور اس وقت تک مسجد سے نہ نکلتا تھاجب تک کہ ہر روز امام علیؑ پہ ۷۰ لعنتیں نہ کر لے اسماعیل بن عیاش کہتا ہے مجھے حریز کی مصر سے مکہ تک رفاقت ملی تو وہ علیؑ کو گالیاں دیتااور ان پہ لعنت کیا کرتا تھا مجھے کہتا یہ لوگوں نے روایت کی کہ نبی نے فرمایااے علی تو مجھ سے وہی نسبت رکھتا ہے جو ھارون کو موسی سے تھی یہ حق ہے لیکن سننے والے سے غلطی ہو گئی ہے میں نے کہا: وہ کیا؟کہنے لگا اصل میں تھا:انت منی بمکان قارون من موسی کہ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو قارون کو موسی سے ہے میں نے کہا یہ تو نے کس سے سنا؟کہنے لگا یہ میں نے ولید بن عبد الملک سے سنا وہ منبر پہ کہہ رہا تھا۔بخاری ،ابوداوٗد ترمذی وغیرہ نے اس کی حدیث کو صحیح شمار کیا ہے۔ریاض نضرہ میں ہے: یہ ثقہ تھا لیکن امام علیؑ سے بغض رکھتا تھا خدا اس کا برا کرے۔

۱۱۔ازہر بن عبداللہ حمصی: یہ امام علی کو گالیاں دیا کرتا تھا عجلی نے اسکی توثیق کی ہے اور یہ ابو دائود،ترمذی اور نسائی کے رجال میں سے ہے۔

۱۲۔عبدالرحمٰن بن ابراہیم معروف دُحیم شامی: کہا کرتا تھا کہ جس نے کہافئہ باغیہ شامی ہیں وہ حرام زادہ ہے بخاری وغیرہ اس سے روایت کرتے ہیں اور اسکو ثقہ کے طور پہ پہچنوایا ہے اور اسکو حجت قرار دیا ہے۔

---

[1]۔تہذیب التہذیب ج۱ص۲۰۶۔

۱۳۔حافظ عبدالمغیث حنبلی:اس نے یزید بن معاویہ کے فضائل میں کتاب لکھی اوراس میں جعلی روایتوں کو لکھااسکے تعارف میں زہد، ثقہ، دیندار، صدق،امانت، صالح اور مجتہد ہونے کے الفاظ ملتے ہیں۔

۱۴۔حافظ زید بن خباب:ابن معین نے کہا ثقہ تھاحالانکہ ثوری کی حدیث بدل دیتا تھا۔

۱۵۔خلف بن ہشام: یہ شراب خور تھا احمد بن حنبل نے اسکی توثیق کی ہے کہا گیا اے ابو عبداللہ وہ شراب خور ہے؟تو کہنے لگے مجھے اسکا علم ہے لیکن خدا کی قسم وہ میرے نزدیک ثقہ و امانت دار ہے شراب پیئے یا نہ۔

۱۶۔خالد بن سلمہ بن عاص ابو سلمہ قرشی:احمد بن حنبل اور ابن معین نے اسکی توثیق کی ہے اور کہا اس شیخ کی حدیث لکھی جانی چاہیئے۔ابن عدی نے کہا:اس کی حدیث کو جمع کیا جائے اسکی حدیث تھوڑی ہیں میں اسکی روایات میں کوئی حرج نہیں دیکھتا وہ مرجئہ کا سر گروہ تھا اورامام علیؑ سے بغض رکھتا تھا۔ہاں،احمد بن حنبل نے عبیداللہ بن موسی عبسی کی روایت کو چھوڑ دیا جب سنا کہ وہ معاویہ پہ طعن کرتا ہے اور یحییٰ بن معین کے پاس پیامبر بھیجا:تیرا بھائی احمد بن حنبل تجھے سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم اور آپ عبیداللہ سے بہت حدیثیں لیتے ہیں حالانکہ ہم نے سنا ہے کہ وہ معاویہ پہ طعن کرتا ہے تو میں نے اسکی حدیث ترک کر دی ہے تو یحییٰ بن معین نے کہلا بھیجا میرا ابو عبداللہ پہ سلام اور یحییٰ کہتا ہے کہ میں اور آپ نے عبدالرزاق سے بہت سی حدیثیں سن چکے اور وہ عثمان پہ طعن کرتا ہے تواس کی حدیث بھی چھوڑ دو کیونکہ عثمان معاویہ سے افضل ہے۔

ہاں،شعبہ نے منھال بن عمرو اسدی کوفی کی حدیث ترک کر دی جب سنا کہ وہ گھر میں تطریب اور آواز گلے میں پھیر کے قرائت کر رہا تھا جیسا کہ ابن ابی حاتم نے یہ کہا۔ہاں یزید بن ھارون نے کہا ابو یوسف کی روایت نقل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ یتیموں کا مال مضاربہ پہ دیکر منافع خود کھاتا ہے۔

ہاں، بخاری نے امام جعفر بن محمد صادقؑ کی روایت کو ترک کر دیا یحییٰ بن سعید نے کہا میرے نفس میں انکے متعلق کلام ہے وہ زیادہ جھوٹ نہ بولتے تھے شافعی، ابن معین، ابن ابی خیثمہ ابو حاتم ابن عدی ابن حبان اور نسائی وغیرہ نے آپ کی توثیق بھی کی۔

ہاں ابو حاتم بن حبان بستی نے کہہ دیا: علی بن موسیٰ رضاؑ اپنے باپ سے عجائب نقل کرتے ہیں شاید انکا ارادہ ہے اور خطا کر بیٹھتے ہیں۔ ہاں ابن جوزی نے امام معصوم حسن بن علی بن محمد عسکریؑ کو موضوعات میں ضعیف قرار دیا [1]۔

اصحاب صالح کی عملی اقتصادی زندگی کا معیار

ظاہر ہے کہ جب اصحاب کی سیرت و کردار کے تذکرہ کی بات ہوتی ہے تو انہی اصحاب کو مراد لیا جاتا ہے جن کی مدح میں آیات و روایات معصومین وارد ہوئی ہیں اگرچہ کہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ جس طرح اس نے انبیاء اور اولیاء خدا کی سیرت کی تفصیل ذکر نہیں کی بلکہ اس میں بہت کچھ جعل و تزویر شامل ہوگئی اسی طرح اصحاب کی سیرت و کردار کو لکھنے میں بھی تاریخ نگاروں نے ظالم و ستمگر حکمرانوں کے اشارہ پر کذب و افتراء قائم کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ان کی نیک سیرت و کردار کے بہت سے عملی نمونے چھپا دیئے گئے جب نبی اکرم نے مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت کا آغاز فرمایا تو اس وقت قریش کے بہت سے افراد نے آپ کی مخالفت کی کون سے افراد تھے جنہوں نے زمانہ جاہلیت کی بت پرستی اور فرسودہ خیالات کو چھوڑ کر نبی اکرم کی دعوت پر لبیک کہا کون لوگ تھے جنہوں نے قریش کے مظالم و بربریت کو برداشت کرتے ہوئے کلمہ توحید کا پرچار کیا کون تھے جنہوں نے حکم خدا سے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں پر دعوت اسلام کے پہلے مبلغین اور عملی نشر و اشاعت کا کام کیا جن کی سیرت کو دیکھ کر دیگر اقوام کو سیرت نبی اکرم سمجھ میں آئی جہاں اہل بیت کے افراد نے شعب ابی طالب میں تین سال تک قریش کے سوشل بائیکات کی تلخیاں برداشت کیں وہیں

---

[1] لسان المیزان نمبر ۲۵۳۱، الغدیر جلد ۶ میں ان کی تفصیل ذکر کی ہے۔

ان اصحاب با صفا نے سفر وجلا وطنی کی صعوبتیں جھیلیں اور دیار غیر کو اسلامی تعلیم کے نور سے منور کیا جب مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف دعوت اسلام منتقل ہوئی تو کن اصحاب نے وہاں دعوت اسلام کی تفسیر فرمائی نبی اکرم کی مدینہ ہجرت کے بعد اصحاب نبوی نے کن صبر آزما حالات کا سامنا کیا کتنا مشکل تھا جب اپنا گھر بار چھوڑ کر دیار غیر میں نبی اکرم کے ساتھ پہنچے اور پھر قریش کے حملے شروع ہوئے تو غزوات و سرایا میں جان و مال سے نبی اکرم کی مدد کی وہ کون سے ذرائع سے رزق حلال کماتے کس طرح لشکر اسلام کی مدد کرتے جیسے کہتے ہیں قطرہ قطرہ ملکر دریا بن جاتا ہے اس طرح ان کی کم وزیادہ خدمات سے بحر اسلام میں تلاطم آیا اور اس کی موجیں بشریت کی غلط رسوم و رواج کو بہالے گئیں جب انبیاء و اولیاء الٰہی کو نورانی قرار دینے کی تحریکیں شروع ہوئیں اور اصحاب نبوی اور راویوں کی سیرت کو ناقابل عمل قرار دے دیا اس وقت سے دین ومذہب کی تعلیمات سے دوری کا رجحان پیدا ہو گیا۔

بہر حال قرآن وسنت میں مدح کا معیار وہ صفات ہیں جو ان میں پائی جاتی ہیں جن افراد میں وہ موجود ہوں وہ ان کا مصداق بن جائیں گے اور جن میں نہیں ہونگی وہ خود بخود خارج ہو جائیں گے یہی حال دیگر موارد میں پائی جانے والی مدح وذم کا ہے جہاں قضایا حقیقیہ کی روش استعمال ہوئی جیسے اہل علم و دانش یا اہل ایمان کی مدح ہوئی تو جو لوگ ان صفات میں خالص نہیں ہوتے وہ خود بخود خارج ہو جاتے ہیں اور جو لوگ ان میں داخل ہوتے ہیں ان کو کسی کے نہ ماننے سے خارج نہیں کیا جاسکتا، قرآن میں عزت و کرامت کا معیار تقوی ہے اس قانون میں بہت وسعت ہے۔

لیکن اصحاب کے پیشوں کی تحقیق کی مشکل یہ ہے جیسا کہ بیان ہوا ان کے بارے میں لکھنے والوں نے یا تو بہت مبالغہ سے کام لیا اور مفید معلومات کی بجائے غیر معیاری باتوں اور بعض اوقات جعلی مواد کو جمع کر دیا اور پھر ان کے ہاں ان کے پیشوں کے ذکر کا خاص اہتمام نہیں کیا گیا جس کے لیے مزید مطالعہ و تحقیق کی ضرورت ہے جس کو کسی دوسری فرصت کے لیے

چھوڑا جاتا ہے ابھی اسی تمہید پر اکتفاء کیا جاتا ہے لیکن مصعب بن عمیر شہید اسلام بلکہ اسلام کے پہلے مبلغ کی عملی زندگی کی طرف اشارہ مناسب ہے :

جب لوگ مختلف علوم و فنون کے ماہرین کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں تو ہم اپنے اسلاف کا ذکر کرتے ہوئے کیوں ہچکچاتے ہیں انبیاء کی تعلیم کے مخالفین نے ایک اعتراض یہ کیا ان کی دعوت پر اکثر مستضعفین اور کمزور لوگوں نے لبیک کہا حالانکہ دل کے سچے حلال روزی کما کر اپنے گھر کے اخراجات پورا کرنے والوں نے کو کسی طرح بھی تقوی و نیکی میں امراء و مالدار طبقہ سے پیچھے نہیں سمجھا جا سکتا اسلام میں عظمت کا معیار تقوی ہے جس طرح امراء سے ان کے مال و دولت کے بارے میں سوال کیا جائے گا جیسا کہ روایات میں ہے اسی طرح مستضعفین سے ان کو دی ہوئی آزمائش کا اجر و ثواب بھی دیا جائے گا۔

اسلام کا سب سے پہلا مدرسہ دار ارقم بن ارقم ہے جو صفا و مروہ اور کوہ ابو قبیس کے درمیان واقع تھا یہ گھر صدر اسلام کا پہلا مدرسہ ہے جس کے معلم و مربی خاتم الانبیاء تھے اس مدرسہ کے طلبہ جو آپ پر ایمان لائے ان میں نو مسلم اور بالغ عمر اصحاب شامل تھے۔

اسلام کا دوسرا مدرسہ مدینہ منورہ کی طرف مصعب بن عمیر کے مبلغ اسلام مقرر ہونے کے ساتھ قائم ہوا انکا تعلق سرزمین مکہ میں دار الندوء کے بانی قصی بن کلاب کے خاندان سے تھا وہ مالدار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اگرچہ ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی مگر فقر و فاقہ کی مشکلات ،انہیں اسلام لانے سے نہ روک سکیں انہوں نے جاہلیت کے ظلم و ستم اور جہالت کی ظلمت و تاریکی سے تنگ آکر اسلام کا دامن تھام لیا اور نبی اکرم کی دعوت پر لبیک کہا اور وہ نبی اکرم کی سیرت و کردار اور بلند پایہ اخلاق سے اتنے متاثر ہوئے اور آپ کی تعلیمات کو اپنے عمل و کردار میں اتنا بسا لیا کہ جب بعثت کے گیارہویں سال مدینہ سے آئے ہوئے وفد نے اسلام قبول کیا اور ایک معلم و مربی بھیجنے کی درخواست کی تو نبی اکرم نے کفر و شرک اس شہر میں اسلام کی تعلیم و تربیت کے لیے اس جوان کا انتخاب کیا ان کے عمل و کردار کی کشش تھی

کہ ایک سال میں بہتر سے زیادہ افراد مدینہ سے آئے اور نبی اکرم کے ہاتھوں پر اسلام لائے جب وہ مدینہ پہنچے تو اسعد بن زرارہ کے ساتھ ملکر افراد کی تلاش میں رہتے اسی اثناء میں ان کی ملاقات مدینہ کی دو بڑی شخصیات سعد بن زرارہ اور اسیود بن خضیر سے ہوئی سعد نے اسیود سے شکایت کی کہ مصعب و اسعد ہماری تقالید اور رسومات کی بیخ کنی کرنے یہاں آئے ہیں ان سے کہیں کہ شرافت سے یہاں سے چلے جائیں ہمارے ضعیف الاعتقاد افراد کے عقائد خراب نہ کریں اسیود نے غصہ میں مصعب سے سوال کیا: تم دونوں یہاں کیوں آئے ہو؟ پھر خود ہی بولا: اگر جان عزیز ہے تو فورا یہاں سے چلے جاؤ یا اپنے کام سے دستبردار ہو جاؤ۔ مصعب نے اس کے لہجہ سے متاثر ہوئے بغیر بڑے سکون و وقار سے کہا: آپ بیٹھیں ہماری بات سنیں اگر ہماری باتیں صحیح ہیں تو انہیں قبول کریں ورنہ چھوڑ دیں مصعب کا یہ جملہ سن کر اس کا غصہ فروکش ہو گیا اور اس نے مصعب کی باتوں کو توجہ سے سنا، ان کی زبانی قرآن کی آیات نے اس پر ایسا اثر کیا کہ اس کے تمام فرسودہ خیالات و نظریات خزاں رسیدہ پتوں کی طرح جھڑ گئے اور وہ اس نوجوان معلم و مربی اسلام کے ہاتھوں مومن بن گیا۔

مال و دولت کی فراوانی سے بدلتے مزاج اور ان کا علاج

ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے امام باقرؑ سے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اہل صفہ میں ایک فقیر ضرورت مند مومن تھا اور تمام نمازوں کے اوقات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتا اور کسی نماز میں آپ سے دور نہیں ہوتا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر ترس آتا اور اس کی ضرورت اور غربت کو دیکھتے تو فرماتے: اے سعد! اگر میرے پاس کچھ آیا تو میں تجھے بے نیاز کر دوں گا لیکن مال ملنے میں کچھ دیر ہو گئی جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سعد کے لیے دکھ بڑھ گیا پس اللہ تعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سعد کی وجہ سے غم و غصہ کو دیکھا تو آپ پر جبرئیل کو نازل کیا اور اس کے ساتھ دو درہم تھے تو اس نے آپ سے کہا: اے محمد! بے شک اللہ تعالی آپ کے سعد کی وجہ سے غم و دکھ کو جانتا ہے کیا آپ اس کو غنی و بے نیاز بنانا چاہتے ہیں، فرمایا: ہاں، جبرئیل نے کہا: یہ لو دو درہم یہ اسے دے دیں اور اسے ان سے تجارت کرنے کا حکم دو۔

امام کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ درہم لیئے پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر کے لیے نکلے جبکہ سعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجروں کے دروازے پر ان کا انتظار کر رہا تھا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا فرمایا: اے سعد! کیا تو تجارت کرنا جانتا ہے، اس نے کہا: خدا کی قسم! میرے پاس تجارت کا مال ہی نہیں۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دو درہم دیئے اور فرمایا: ان کے ساتھ تجارت کرو اور رزق خدا کے لیے انہیں خرچ کرو پس سعد نے وہ درہم لیئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر و عصر پڑھی۔

نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: اٹھو اور رزق و روزی کی تلاش کرواے سعد مجھے تیری حالت پر بڑا دکھ ہوتا تھا پس سعد ایک درہم سے کوئی چیز نہیں خریدتا تھا مگر اسے دو درہموں کے بدلے بیچتا اور کوئی چیز دو درہم سے نہیں خریدتا تھا مگر اسے چار درہموں میں بیچتا دنیا اس پر اُمڈ پڑی تو اس کا مال و متاع بہت بڑھ گیا اور اس کی تجارت بہت پھیل گئی تو اس نے مسجد کے دروازے پر ایک جگہ بنائی اور اس میں بیٹھ گیا اور اپنی تجارت وہاں جمع کر لی پس جب بلال نماز کے لیے اقامت کہتا اور نبی اکرم نماز کے لیے نکلتے اور سعد دنیا داری میں مصروف ہوتے نہ وضو کیا ہوتا اور نہ ہی نماز کی تیار جیسے وہ دنیا داری میں مشغول ہونے سے پہلے کیا کرتا تھا تو نبی اکرم ﷺ فرماتے: اے سعد: دنیا نے تجھے نماز سے مشغول کر دیا تو وہ کہتا: میں کیا کروں کیا اپنا مال ضائع کروں، اس شخص کو مال بیچا ہے اس سے قیمت وصول کرنا چاہتا ہوں اور اس شخص سے مال خریدا ہے اس سے پورا پورا وصول کرنا چاہتا ہوں پس نبی اکرم ﷺ کو سعد کے فقر و غریبی کی وجہ سے موجود دکھ و غم سے بڑھ کر اس کی اس حالت پر دکھ ہوتا پس جبرئیل آپ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد! اللہ تعالی سعد کی وجہ سے آپ کے غم کو جانتا ہے تو آپ کو اس کا کونسا حال پسند ہے پہلا یا موجودہ، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل: پہلا حال، کہ اس کی دنیا نے اس کی آخرت کو ضائع کر دیا تو جبرئیل نے کہا: دنیا اور مال و دولت کی محبت فتنہ و آزمائش اور آخرت سے روکنے والی ہے سعد سے کہو کہ وہ دو درہم واپس کر دے جو آپ نے اس کو دیئے تھے پس اس کی حالت پہلے کی طرح ہو جائے گی پس نبی اکرم ﷺ گھر سے نکلے اور اور سعد کے پاس سے گزرے اور فرمایا: اے سعد! کیا تو وہ دو درہم نہیں لوٹانا چاہتا جو میں نے تجھے دیئے تھے، سعد نے کہا: کیوں نہیں، دو سو، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے سعد میں تجھ سے صرف دو درہم چاہتا ہوں تو سعد نے دو درہم آپ کو دے دیئے۔

امامؑ کا بیان ہے کہ پھر دنیا نے سعد سے پشت کرلی یہاں تک کہ وہ سب چلا گیا جو نے جمع کیا کیا تھا اور وہ اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آیا۔

تبصرہ و تحقیق: اس روایت کی سند معتبر اور اس کے تمام راوی ثقہ و معتمد ہیں، کیا خوب کہا گیا کہ انسان کو دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہیے، دنیا کے معاملہ میں بہت سے لوگ خود تجربات کرنا چاہتے ہیں اور ان کے تلخ نتائج سے روبرو ہونا چاہتے ہیں مگر اس وقت سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، گویا دنیا نہ ہونا ایک مصیبت ہے اور اس کا جمع ہو جانا اس سے بڑی مصیبت ہے، خدا کے دیئے ہوئے مال سے تجارت چمک جائے تو لوگ اسے اپنی ذہانت اور تدبیر کا نتیجہ سمجھ لیتے ہیں اور جب یہ خیال باطل کسی کے ذہن میں آجائے تو وہ انسانیت کی اقدار سے زیادہ غرور و تکبر کی رفتار کا دلدادہ بن جاتا ہے اور شیطانی خیالات اور وسوسے اس کے دل میں گھر کر لیتے ہیں اس وقت اسے خدا کی طرف سے خاص توفیق ہی راہ راست پر لاسکتی ہے بہر حال اس حدیث کو حسن ختام کے طور پر ذکر کرنے کا مقصد سابقہ تمام بحثوں میں مرکزی محور کی یاد آوری ہے کہ اگر سب معاملات اور قرار دیں خدا کی رضایت کے تابع ہوں تو مفید ہیں ورنہ ان کا علاج وہی ہے کہ اسے اصل کی طرف پلٹا دیا جائے۔

سمرہ کی نبی اکرمؐ کے حکم سے سرپیچی کرنا

موثقہ زرارہ میں امام باقرؑ سے منقول ہے: سمرہ بن جندب[1] کا کھجور کا ایک درخت کسی انصاری مرد کے باغ میں تھا اور اس انصاری کا گھر اس باغ کے دروازے پہ تھا، سمرہ انصاری سے اجازت لیئے بغیر اپنی کھجور کی طرف جاتا تھا، انصاری نے اس سے بات کی کہ جب وہ آیا کرے تو پہلے ہمیں متوجہ کرے، اجازت لے لیکن سمرہ نے اس بات کو ماننے سے انکار کردیا۔

---

[1] ۔اس سے اس صحابی اور دیگر ایسے اصحاب کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے ان کی تفصیل ہم نے تحقیق کے پیچیدہ مسائل اور حدیث علی الید کی تحقیق میں ذکر کی ہے۔

اس انصاری نے سمرہ کے اس رویے کی رسول اکرمﷺ سے شکایت کی ۔

رسول اکرمﷺ نے سمرہ کو بلایا اور انصاری کی شکایت کے متعلق اس کو خبر دی اور فرمایا: جب تو جانا چاہے پہلے اجازت لے مگر اس نے انکار کیا ۔

جب اس نے انکار کیاتو نبی اکرمﷺ نے اس سے کھجور کا درخت اس سے خریدنے کے لیے قیمت گزاری شروع کی حتی جہاں تک خدا نے چاہااس کی قیمت کو بڑھایا مگر اس نے اس درخت کو بیچنے سے انکار کیا۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا: اس کے بدلے میں کھجور کا درخت لے لو جو تیرے لیئے جنت میں لگایا جائے گا۔

اس نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا تو رسول اکرمﷺ نے انصاری سے فرمایا اذھب فاقْلعھا وارْمِ بھا الیه فانّه لاضرر ولاضرار،(اے انصاری)جا اوراس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر باہر پھینک دے کیونکہ (اسلام میں) کسی کو حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ضرر پہنچائے یا کسی دوسرے کو ضرر پہنچائے[1].

تبصرہ و تحقیق

اس حدیث معتبر السند سے بہت سے احکام اور اسلامی تعلیمات کو سمجھا جاسکتا ہے جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ اسلامی احکام کے اجراء میں ممکنہ حد تک اخلاقی اقدامات کو فراموش نہیں کرنا چاہیے اور قانون ضرر و ضرار سے استفادہ کرنے سے پہلے دیگر شرعی و اخلاقی راہوں کو آزمالینا چاہیے۔

---

[1]- وسائل باب ۱۲من ابواب احیاء الموات ح۵،۳،۱

مؤالف و مخالف کے شکوک و شبہات پر تبصرہ

ہر محقق کی تحقیق کے سامنے مؤالفین کی طرف سے اٹھنے والے شبہات اور مخالفین کے اعتراضات کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر بیکراں ہوتا ہے جسے دور حاضر کی روش تحقیق میں ہر تحقیق کے آخر میں علیحدہ عنوان سے تفصیل کے ساتھ زیر بحث لایا جاتا ہے لیکن طول و تفصیل سے بچنے کے لیے مناسب سمجھا کہ اس عنوان کی طرف کچھ اشارہ کر دیا جائے اور اس تحقیق کے فوائد و ضرورت کی روشنی میں ان شبہات و خدشات کو حل کیا جائے :

ہر تحقیق کرنے والا اس کے قوانین کی رعایت کرنے پر اس کے فوائد و ثمرات کے حاصل ہونے کو موقوف سمجھتا ہے اگر کوئی شخص کسی زبان کے قوانین کو ازبر کر لے مگر صحیح استعمال نہ کرے تو وہ حال ہوگا جو عربی نحو کی ضمیر لوٹانے والی کتابوں کو حل کرنے والوں میں سے بہت سوں کا ہوتا ہے جب زبان کو لسان دانی کی غرض سے پڑھا ہی نہیں تو وہ بولنے میں بھی نہیں آئے گی اگرچہ اس کی ضمیروں کو حل کر لیا جائے اسی طرح منطق فکر کے مراحل کو منظّم کرتی ہے لیکن کتنے صاحبان منطق ہیں جو عملی میدان میں ترجیح مفضول پر فاضل کو بھی نہیں سمجھ سکے اور اپنی ذہنی مجبوریوں کو چھوڑنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوئے سو بہترین ثمرات اور فوائد کے پیش نظر لکھی جانے والی یہ تحقیق بھی نیک و پاکیزہ دل والوں کے لیے فکر و عمل میں بہترین ثمرات اور فوائد تک پہنچانے کا سبب بنے گی اور وہ عملی میدان کی مشکلات کا بہانہ کر کے اپنی شرعی ذمہ داریوں سے کنارہ کش نہیں ہونگے اور کینہ و بغض سے جلے بھنے مزاج اس سے سوائے عیب جوئی کے کچھ حاصل نہیں کر پائیں گے غور کریں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب دینی دانش کے لیے آنے والوں کی ابتداء یہ ہے اور آج تک اس میدان میں اترنے والے اکثر افراد اسی سطح زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ ابتداء میں خلوص وقربت کی نیت سے آتے ہیں لیکن وقت بدلنے کے ساتھ ان میں سے کچھ کے اقارب کی عادات بدل جاتی ہیں اور کبھی حالات اتنے بگڑ جاتے ہیں کہ ایسے افراد جو سب کے لیے نمونہ عمل ہیں وہ ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں جو معاشرہ میں باعث ننگ و رسوائی ہوتا ہے اس کے نمونے بہت زیادہ ہیں جن کو تاریخ کے اوراق میں ثبت کیا گیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس موضوع پر سوچنے والے ان کے کسب و کار کی کوششوں کو ایک طلسماتی رنگ دینا چاہتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ائمہ معصومینؑ اور ان کے اصحاب اپنی تبلیغی سرگرمیوں اور کوششوں کو پس پردہ رکھنے کے لیے مختلف کاموں کا سہارا لیتے تھے مثلاً کبھی گھی کا کاروبار کرنے والے گھی کے ڈبوں میں خطوط رکھ کر انہیں منزل تک پہنچانے کا کام کرتے تھے اس طرح صیرفی اور درہم و دینار کا کاروبار کرنے والے اموال امامؑ کو جمع کرتے اور ائمہ کی خدمت میں پہنچاتے تھے لیکن جیسا کہ ذکر ہوا یہ ایک بلا دلیل توجیہ ہے ائمہؑ اور ان کے اصحاب کی کسب و کار کی کوششیں حقیقی تھیں تاکہ وہ معاشرہ میں عزتمندانہ زندگی گزار سکیں اور دوسروں کے دست نگر نہ ہوں اور ضرورتمندوں کی مدد کریں اسی لیے انہوں نے صوفی گری کی شدید مذمت کی اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ لوگ معاشرہ میں بےکاری کی ترویج کرنا چاہتے تھے جبکہ ائمہ معصومینؑ نے خود کفائی کی ترغیب و تاکی جیسا کہ کافی کتاب معیشت کے باب اول کی طویل حدیث دیکھنے والوں کو معلوم ہوگا۔

اہم تنبیہ :اصولوں کا موضوع بحث ہونا

اس تحقیق میں اس بات کا تذکرہ اور تنبیہ بھی لازم ہے کہ اگرچہ اس میں اہل علم و دانش کے حلال و عزت مندانہ کسب و کار کی تاکید اور تائید ہوگی لیکن اس صنف مقدس سے منسوب بعض افراد جو غلط طریقوں سے دنیا بسانے اور حرام و حلال جمع کر کے بنگلے و کوٹھیاں بنانے کی حرص میں ہوں اور دین و وقار کے پاکیزہ اصولوں کو بھول کر ناجائز ذرائع استعمال کرنے والوں کی پیروی کریں ان کا خدا ہی حافظ ہو وہ تو اس صنف کے لیے باعث ننگ و عار ہیں اور بقول ؛ایک مچھلی پورے تالاب کو گندا کر دیتی ہے وہ باعث ذلت تو ہونگے مگر اہل عقل و شعور کو یاد رکھنا چاہیے اس میں دین و دینی اصولوں کی کیا کمزوری ہے یہ تو ان افراد کی پست فطرتی ہے جو اتنی دانش کے بعد خود دین کے اصولوں کا خیال نہیں رکھ سکتے وہ دوسروں کے لیے کیا نمونہ عمل بنیں گے ایسے لوگوں کا حساب خدا کے پاس ہے۔

علم و دانش دینی کی ترقی یا فنون کا اضافہ ؟!

ہم نے شرح مکاسب شیخ انصاری بنام مفتاح الفقاھۃ کے مقدمہ میں دور حاضر کی روش تحقیق سے دو شکوہ کے عنوان سے کچھ باتیں ذکر کی ہیں جن کو اس عنوان سے بہت گہرا ربط ہے اور اب تو مزید اس کے شواہد بھی سامنے آئے ہیں اس لیے ان کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے :

۱) اگرچہ دور حاضر میں کتابوں کی تخریج اور نسخہ شناسی سے بہت سی علمی مشکلات حلّ ہوئی ہیں اور ان سے استفادہ بہتر ہوا ہے لیکن اتنا ہی بعض درسی کتابوں کی نسخہ شناسی سے زیادہ صفحات و جلدوں کے سامنے آنے سے پڑھنے اور پڑھانے کا نظام احساسات اور جذبات پر سنگین ہونے لگا ہے کچھ عرصہ پہلے یہ کتابیں خطی اور حجری طباعتوں میں تھیں :

ایک جلد جامع المقدمات میں مفید حواشی کے ساتھ کئی علمی کتابیں فراہم تھیں، دو جلد شرح لمعہ ط حجری میں بیسیوں علمی و تحقیقی حواشی کی ارزانی تھی اسی طرح رسائل اور مکاسب کی ایک ایک جلد اور مکاسب کے آخر میں شیخ انصاری کے بہت سے علمی رسائل بھی موجود تھے لیکن دور حاضر کا ذوق تحقیق کیا رنگ لایا نصابی کتابوں سے لیکر تحقیقی کتابوں تک کی جلدوں پر جلدیں لگادیں:

بحار الانوار جو پہلے ۲۵ حجری جلدوں میں طبع ہوتی تھی اب ۱۱۰ جلدوں میں طبع ہونے لگی۔

وسائل جو پہلے ۳ حجری جلدوں میں تھے پہلے وہ ۲۰ جلدوں میں طبع ہوئی پھر ۳۰ جلدوں تک پہنچ گئی۔

جواہر الکلام تین جلدوں میں تھی پھیل کر ۴۳ جلدوں تک پہنچ گئی۔

اسی طرح مرآۃالعقول شرح کافی جو پہلے چند جلدوں میں تھی ۲۶ جلدوں میں طبع ہونے لگی۔

تنقیح المقال شیعہ علم رجال کی جامع ترین علمی کتاب جو پہلے صرف تین جلدوں میں تھی اب مفید حواشی کے ساتھ پچاس جلدوں میں طبع ہونے والی ہے اس کی ۳۶ جلدیں چھپ چکی ہیں ، جن میں ابھی تک پہلی جلد کے ۳۰۰ صفحات اور دوسری جلد کے ۱۱۲ صفحات مجموعا ۴۱۲ صفحات کو ذکر کیا گیا ہے جو مجموعا ۱۳۰۰۰ صفحات بن گئے ہیں، یہ قابل غور مرحلہ ہے۔

سب سے زیادہ عجیب تخریج و نسخہ شناسی رسائل اور مکاسب کی ہوئی اس میں تقریبا ہر صفحے میں آدھے سے زیادہ حصہ ب، ج، د وغیرہ نسخوں کے الفاظ گنوانے میں لگا دیا گیا جس سے مکاسب کی ایک جلد کی چھ جلدیں بن گئی[1] اور کیونکہ یہ معتبر ادارے کی طبع ہے اس لیے اب اداردوں

---

[1] ۔ ایسی نسخہ شناسی کے بارے میں محققین کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے جیسے محقق سبحانی، الذریعۃ الی اصول الشریعۃ، سید مرتضی، م ۴۳۶ھ، ط محققہ امام صادقؑ، کے مقدمہ تحقیق "ص ۲۳" میں فرمایا: اس کتاب کو محقق ابو القاسم گرجی نے "طہران یونیورسٹی ۱۳۴۶ھ" سے تحقیق کے ساتھ شائع کیا اور علم و علماء کی بہترین خدمت کی لیکن اس طبع میں کمزوریاں تھیں محقق نے حواشی کو نسخوں کے اختلاف سے پر کر دیا جن کے ذکر کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کا صحیح نہ ہونا واضح تھا۔

میں اسی کتاب کو مرجع بنایا گیا ہے جس سے طلبہ اور اساتذہ ایک گھنٹے میں کئی کئی صفحات کو پڑھتے ہوئے گھبراتے ہیں حالانکہ پہلے والی طباعتوں کے لحاظ سے وہ چند سطریں بنتی ہیں جو پڑھی جارہی ہوتی ہیں ، حالانکہ ایسی کتابوں کے نسخے نکالنے کی بجائے ان کی ادلہ و براہین پر بحث ہوتی اس میں ذکر ہونے والی حدیثوں کے ضعیف و معتبر ہونے کی طرف اشارہ کیا جاتا ، اس میں پائے جانے والے استدلال کے صحیح و سقیم ہونے میں سے بحث کی جاتی اور وہ اتنی جلدوں میں طلبہ کے لیے داخل نصاب کی جاتی تو کتنا بہتر ہوتا !

مانیں یا نہ مانیں، جلدوں اور حجم کے بڑھنے کا فطری اثر پڑھنے والوں کے اذہان پر ہوتا ہے سابقہ دور کے محقق کے سامنے میں چند جلدوں کا سفر ہوتا تھا جبکہ آج کے محقق سینکڑوں جلدوں کو ذہن میں رکھ مطالعہ شروع کرتے ہیں اور بیشتر تھک ہار کو بیٹھ جاتے ہیں اور بہت سے ان دیار کی سیر سے ہی گھبرا جاتے ہیں۔

۲) پھر سابقہ روش تحقیق کی طرح زمانے نے دیکھا کہ سابقہ زمانوں میں جو حواشی اور شروح لکھی جاتی تھیں وہ کتابوں کی علمی و تحقیقی نکات سے بحث کرتی تھیں ان میں تحلیل و تجزیہ اور متن سے مناقشہ کیا جاتا تھا ان کی دلیلوں کی بررسی کی جاتی تھی ،اس بات کے گواہ وہ بہت سے علمی حواشی و شروع ہیں جو سابقہ علماء نے کتابوں پر لکھے۔

اب کیا ہے شروح و حواشی کے نام پر کتابیں لکھی جاتی ہیں کوئی ضمیروں کے مرجع کی تلاش میں ہے تو کوئی ترجمہ اور عبارت کو کھولنے کا ماہر ہے کسی میں مصنف کی بحث کے نرالے اسلوب کو سراہا جارہا ہے تو کسی میں اس کی نکتہ سنجی کو داد دی جارہی ہے اور وہ ایک دو جلدی کتاب ضمیروں اور عبارتوں کی شرح سے پھیل کر بیسیوں جلدوں تک پہنچ رہی ہے لیکن یہ مسلم ہے کہ ان سب جلدوں کو ہضم کرلیا، پھر بھی ان میں دلیل اور برہان سے بحث نہیں، ان میں متن کے نظریات میں سے صحیح و سقیم کو جدا نہیں کیا گیا کسی دلیل کو مورد مناقشہ قرار

دیگر اس بحث میں نتیجہ نہیں نکالا گیا، یہ دور حاضر کی بہت سی کتابوں کی شروح وحواشی کا حال ہے۔

ایسے میں تو شکر کرتے ہیں کہ ہماری زبان میں ایسی شروح نہیں آئیں ،اب اگر اپنی زبان میں پہلے تو کوئی شرح نہیں پھر جب دوسری زبان سے شرح دیکھیں گے تو وہ ضمیروں اور عبارتوں کی وضاحت کرنے میں لگی ہوئی ہے ،ان چیزوں کی ضرورت کا انکار نہیں بلکہ علمی و تحقیقی روش سے گلہ ہے ،اس کا بہت حد تک اثر نظام تعلیم و تعلم پہ پڑا ہے ،استاد و شاگرد انہی چیزوں کی تلاش میں ہیں جب علمی حواشی و شروح سے واسطہ ہی ٹوٹ گیا تو پھر ایک عرصہ دراز تک ضمیروں و عبارتوں کے چکر مکمل کرنے میں لگیں گے پھر چند بار ان کے تکرار اور ضبط میں خرچ ہونگے نہ معلوم وہ وقت کب آئے گا ان باتوں کی تحقیق کی جائے گی اور کہاں ! اس لیے ضرورت ہے کہ ایسی شروح اور حواشی کی طرف رجوع کیا جائے جن میں علمی واستدلالی پہلو کو محور بنایا گیا ہے اور ایسی علمی کتابوں میں پیش ہونے والے موضوعات کی دلیلوں کی تحلیل و تجزیہ کیا گیا ہو۔

پیشوں کی تحقیق کی روش

ظاہر ہے کہ اس عنوان سے اب تک مستقل بحث اور تحقیق پیش نہیں کی گئی اس لیے تمام راویوں کے پیشوں کا معین ہونا ایک مشکل امر ہے لیکن اس موضوع کو واضح کرنے کے لیے مختلف راہوں سے مدد لی جاسکتی ہے اولا تو رجال کی کتابوں میں بہت سے راویوں کے عناوین ان کے پیشوں سے معروف ہیں ان کو اس تحقیق کی اساس قرار دیا گیا اس کے بعد اس تحقیق کا سب سے بڑا مصدر خود ان راویوں کی روایات ہیں جن میں انہوں نے اپنے پیشہ سے متعلق سوالات کئے اور معصومین سے ان کی وضاحت اور حکم شرعی طلب کیا، جیسا کہ ابراہیم کرخی نے مزارعہ پر شرکت کی کافی ح۹۱۷۳، عبدالملک بن عتبہ نے اپنا مال مضاربہ ضائع ہونے سے بچانے کے لیے شرعی حیلہ اور راہ حل پوچھا، کافی ۵ ص۳۰۷۔

دانشمندوں کے القاب کا تاریخچہ

قدیم الایام سے علم رجال اور دیگر علوم تاریخ و سیر کے ماہرین میں شخصیات کے عناوین زیر بحث تھے، ان میں زمانہ حضور کے القاب اور شخصیات کے لیے عناوین غیبت کے زمانہ کی شخصیات کے عناوین سے بالکل مختلف ہیں، زمانہ حضور میں پائے جانے افراد اور راویوں کے القاب میں بالکل مبالغہ اور حد سے تجاوز کا دور تک نام و نشان نہیں ملتا لیکن زمانہ غیبت میں موجود شخصیات کے القاب میں مبالغہ اور تجاوز کی حدیں کہیں ختم ہی نہیں ہوتی، ان کے ہاں ایسے بلند و بالا اور عجیب و غریب القاب اختراع ہوگئے ہیں کہ شاید ان کا تصور ہی ممکن نہیں، قرآن و سنت کی اصطلاح میں نبی و رسول کو عبد و بندہ ہونے پہ فخر ہے تو نہ جانے اس القاب

کے پہاڑوں میں کیا رکھا ہے جو ان کی تشہیر اور تقریر پر زور دیا گیا، دراصل جب سے حکومتوں نے علم و دانش کو اپنے ساتھ ملایا اور علماء و دانشمندوں کے لیے فرش صفا بچھائی اس وقت سے مؤالف و مخالف حکومتوں نے القاب کے بڑے ہدایا عام کر دیئے کبھی تو معاشرہ کی سادگی اور خلوص نے کام کر دیا اور حقیقت کو دیکھے اور سمجھے بغیر کچھ بے مایہ افراد کے لیے بلند و برتر القاب نواز دیئے حالانکہ ان القاب کا ان کی شخصیت سے دور تک تعلق نہیں ہوتا۔

بہر حال ان القاب کے ملقب افراد میں یقینا کچھ ایسے تھے جو علم و دانش اور تقوی اور خوف الہی میں سر آمد تھے اور ان کی جزاء خدا کے پاس ہے لیکن آئندہ نسلوں کو ان کی تحقیقات میں غلط صحیح کی تشخیص کی ضرورت باقی ہے، ہماری زبان میں دین کے حقائق اور معارف کو پیش کی بجائے ایسی باتوں پر زور دیا جاتا ہے جس سے مناظرہ اور آپس کی بحث وجدال کو ہوا ملے، اس میں اپنے معارف کو سمجھنے اور ان پر عمل کا فقدان پایا جاتا ہے جس کے عوامل پر بحث نہیں ہو رہی اب ہم بعض ان کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جنہوں نے دانشمندوں کے القاب کو جمع کیا، انہی میں ابن فوطی شیعی نے معجم الالقاب میں ان تمام کو تفصیل سے جمع کیا لیکن وہ قدیم ۵۰ جلدی کتاب متاخرین کو نہیں پہنچی اس مؤلف نے خود اس کتاب کی سات جلدوں میں تلخیص کی تھی اس کی بھی صرف دو جلدیں متاخرین کو ملیں[1]، اس میں حرف عین سے میم تک کے القاب موجود ہیں ان میں زیادہ تر زمانہ مابعد الحضور کے حکومتی اور مشہور القاب ہیں جیسے عز الدین، عضد الدین، عزیز الدین، عما الدین، عمدۃ الدین، عمید الدین، علاء الدین، عین الدین، غیاث الدین، فخر الدین، کریم الدین، کمال الدین، مجیر الدین، فرید الدین، فلک

---

[1] - یہ کتاب لاہور سے محمد عبدوس قاسمی کی تحقیق سے ۱۹۳۹-۱۹۴۷ء مجلّہ کلیہ شرقیہ اورینٹیل کالج میگزین میں شائع ہوئی، اور عربی میں محمد کاظم کی تحقیق سے مجمع الآداب فی معجم الالقاب کمال الدین ابوالفضل عبدالرزاق بن احمد معروف ابن فوطی شیبانی م ۷۲۳، وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی تہران سے ۱۴۱۵ھ میں شائع ہوئی۔

الدین، قطب الدین ، قوام الدین ، محب الدین، محیی الدین، مخلص الدین، مظفر الدین، معز الدین، معین الدین، منتجب الدین، موفق الدین، وغیرہ۔

اس طرح دیگر ارباب رجال و حدیث نے ان کی طرف اشارہ کیا۔

صاحب حدائق نے ج۱۸ کے مقدمہ میں ائمہ معصومینؑ کے اصحاب کے کام کرنے کے بارے میں واضح بیان ذکر کیا، فرمایا: جان لو کہ بہت زیادہ روایات میں حلال رزق و روزی کی تلاش کی تاکید کی گئی ہے بالخصوص تجارت کے ذریعہ اور اس کے ساتھ راہ وسط اور حلال پر اکتفاء کرنے کا بیان بھی ہے ، اسی بناء پر ائمہ معصومینؑ کے جلیل القدر اصحاب جیسے زرارہ بن اعین ، ہشام بن حکم ، محمد بن نعمان مومن طاق ، محمد بن ابی عمیر وغیرہ کام کرتے تھے جیسا کہ سیرت و روایات کو ملاحظہ کرنے والوں پر مخفی نہیں پھر اس مطلب پر دلالت کرنے والی آیات اور بہت سی روایات کو کافی وغیرہ سے نقل کیا ہے جن میں کسب حلال افضل ترین عبادت قرار دی گئی اور کسب حلال نہ کرنے والے کی دعا قبول نہ ہونے کا بیان ہے[1]۔

معاصر محقق نے اپنی فقہی کتاب میں باب تجارت کے مقدمہ میں عبادت کا وسیع اسلامی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا: اسلام نے انسانوں کو عبادت کا حکم دیا ہے مگر عام لوگوں کو عبادت کا صحیح مفہوم سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عبادت صرف چند مخصوص اعمال کا نام ہے جیسے نماز، دعا ، روزہ اور حج وغیرہ مگر حقیقت یہ ہے کہ خالص

---

[1] ۔ الحدائق الناضرۃ فی إحکام العترۃ الطاہرۃ؛ بحرانی، آل عصفور، یوسف بن احمد بن ابراہیم ،ج۱۸ص ص۳-۸،ط دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، ایران، اول، ۱۴۰۵ق: اعلم انه قد استفاضت الاخبار بالحث على طلب الرزق و الكسب الحلال، و لا سيما بطريق التجارة مع الإجمال فى الطلب و الاقتصار على الحلال. و على هذا كان جملة فضلاء أصحاب الأئمة عليهم السلام، كزرارة بن أعين، و هشام بن الحكم، و محمد ابن النعمان مؤمن الطاق، و محمد بن عمير و أضرابهم، كما لا يخفى على من لاحظ السير و الاخبار.

اسلامی نقطہ نگاہ سے عبادت کا دائرہ بے حد وسیع ہے اس میں ہر وہ نیک کام داخل ہے جو خاص خدا کے لیے اور اس کی مخلوق کے فائدہ کے لیے کیا جائے اس سے دین و دنیا کے درمیان جو تفرقہ قائم ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اسلام میں دین و دنیا کی حیثیت دو حریف کی نہیں بلکہ دو دوست کی ہے اگر دنیا کے کام مادی خود غرضی اور نام نمود کے لیے نہیں بلکہ خدا کی رضا اور مخلوق کی فلاح و بہبود کے لیے کئے جائیں تو وہ دنیا کے نہیں بلکہ وہ دین کے کام ہیں اسی طرح انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں حقوق اللہ اور حقوق الناس میں سے ہر معاملہ میں جو انسان کا فرض ہے اس کی ادائیگی عبادت کے اس وسیع مفہوم میں داخل ہے۔

پھر تجارت اور کسب حلال عبادت ہے کے عنوان سے تحریر فرمایا: اسی طرح اگر کسب حلال اور تجارت بھی اس نیت سے کی جائے کہ اس سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کے نان و نفقہ کا انتظام کیا جائے اور اہل حاجت و فقر و فاقہ کی اعانت کی جائے تو یہ بھی عبادت ہے اور دین سے خارج نہیں بلکہ عین دین ہے بلکہ بعض احادیث میں تو اسے افضل العبادۃ کہا گیا ہے چنانچہ جناب امام محمد باقرؑ، اپنے آباء طاہرینؑ کی سند سے رسول خداﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: عبادت کے ستر اجزاء ہیں اور سب سے افضل (رزق) حلال کی طلب ہے (کافی)۔

اسی لیے ارشاد قدرت ہے: فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل اللہ ؛خدا کی (وسیع و عریض) زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کا فضل (رزق) تلاش کرو۔ حضرت محمد امام باقرؑ فرماتے ہیں: جو شخص اس لیے روزی کمائے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے اپنے اہل و عیال کی کفالت کرے اور اپنے پڑوسیوں پر لطف و مہربانی کرے تو وہ بروز قیامت اس حال میں بارگاہ قدرت میں حاضر ہو گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند (درخشندہ) ہو گا (کافی)۔

اس کے بعد دیگر ذرائع معاش پر تجارت کی فوقیت و برتری بیان کرنے کے بعد اصحاب ائمہؑ کا تجارت میں اہتمام کا عنوان قائم فرمایا اور لکھا ہے: اسلام کی اس ہمہ گیر تعلیم و تلقین کا اثر تھا کہ

حضرت رسول خدا ﷺ اور ائمہ ہدیٰؑ کے اصحاب باوفا جو آسمان عظمت کے مہر و ماہ سمجھے جاتے ہیں جن کے ذریعہ ہم تک احکام شرعیہ پہنچے ہیں اکثر تجارت پیشہ تھے:

کتب رجال میں کسی کے نام کے ساتھ جمال (شتربان)، کسی کے نام کے ساتھ تمّار (کھجور بیچنے والا) کسی کے ساتھ بزاز (کپڑے کا کاروبار کرنے والا)، کسی کے نام کے ساتھ دھان (تیل بیچنے والا)، کسی کے نام کے ساتھ طحّان (آٹا پیسنے اور بیچنے والا) اور کسی کے نام کے ساتھ بقّال (سبزی فروش) ملتا ہے، اس طرح مختلف ناموں کے ساتھ مختلف اوصاف ملیں گے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دن بھر دکان پر بیٹھتے تھے اور کسب معیشت کرتے تھے اور جس وقت فرصت ملتی جاکر علوم ائمہ کو حاصل کرتے تھے یہی وہ افراد ہیں جن کی عملی زندگی وسیرت ہمارے لیے قابل قدر و قابل پیروی ہے (زندگی کا حکیمانہ تصور)، یہ بزرگ کسب معاش کے ان جائز پیشوں کو اختیار کرنے میں اپنے لیے ننگ و عار محسوس نہیں کرتے تھے مسلمانوں کی معاشی پسماندگی کا اصل سبب یہ ہے کہ انہوں نے تجارت جیسے مقدس پیشہ کو چھوڑ دیا اور غیر مسلموں نے اسے اپنالیا اس لیے مسلمان نان شبینہ و جوینہ کے لیے ترس رہے ہیں...[1]۔

لیکن اس عنوان کو مستقل طور پر اب تک ذکر نہیں کیا گیا حالانکہ اس کی افادیت کے پیش نظر، نہایت اہم اور مفید موضوع ہے۔

وجوب کسب وکار اور وجوب تعلم کی شرعی ادلہ میں جمع بندی

عرصہ دراز سے فقہاء اور دانشمندوں میں یہ بحث دائر ہے کہ ایک طرف سے معصومینؑ کے کلام میں کسب وکار اور رزق حلال کی تلاش کی تاکید کی گئی اور اس کے ترک کرنے کی شدید مذمت وارد ہے اور دوسری طرف دینی تعلیم کا حاصل کرنا واجب ہے اور اس کی تاکید بسیار وارد ہے اور اس کے ترک کی بھی شدید مذمت ہوئی، ظاہر ہے کہ بیک وقت ان دونوں کو جمع

[1]۔ قوانین الشریعۃ، ج۲ص۹-۱۱۔

کرنا اکثر اوقات مشکل ہو جاتا ہے تو تعارض کے مقام پر کس کو مقدم کیا جائے، بعض اوقات اس بحث میں توکل پر زور دیا گیا اور وجوب تعلم کی ادلہ کو مقدم کیا گیا جیسا کہ شہید ثانی نے منیۃ المرید میں طول و تفصیل سے اس نظریہ کی تائید کی اور نمونہ کے طور پر اپنی زندگی کا حوالہ دیا لیکن اس نظریہ میں اشکال ظاہر ہے کہ اولا تو شہید ثانی جیسی بلند پایہ شخصیات کے خلوص نیت کو تلاش کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، پھر اس سے کسب و کار کی ادلہ کا کوئی پیش نہیں کیا گیا بلکہ طلب علم کی فضیلت کے ساتھ توکل کا اضافہ کر دیا گیا حالانکہ اس طرف کا حل پیش کرنا بھی لازم ہے۔

اس لیے صاحب حدائق ج۱۸ اور دیگر بعض محققین نے اس بحث کو دونوں طرف کی ادلہ کے مابین نسبت و مقایسہ قائم کر کے حل کیا کیونکہ ایک شخص وہ ہے جو نہ علم و دانش کی کسی گتھی کو سلجھانے کے قابل ہے اور نہ اس پر علم کے بلند پایہ مراتب تک پہنچنے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی وہ اس حد تک محنت و زحمت کی کوشش کرتا ہے تو وہ کس بنیاد پر کسب و کار کی ادلہ کو چھوڑ کر علم کا تھم بننے کا لبادہ اوڑھے حالانکہ دین کا کام تو حقائق سے ہے فقط نام و عنوان سے نہیں ہے۔

حق تو یہ ہے کہ علوم و فنون میں بہت کچھ ایسا ہے جن کا نام علم و دانش نہیں فنی اصطلاحات کی جمع کرنا ہے ان کی خاطر کسب و کار کے وجوب کی ادلہ کو چھوڑنے کا راہ حل ہی غلط ہے ہاں مگر جب حقیقی علوم و دانش کی بات کی جائے تو راہ و روش غلط ہو جانے کی وجہ سے اب اس کے تقاضے بھی بدل دیئے گئے ورنہ ائمہ معصومین کے زمانہ میں جلیل القدر فقہاء اور عظیم الشان علماء و دانشمندوں نے اپنا رزق و روزی بھی تلاش کی اور دین کی بلند پایہ مراتب پر خدمت بھی کی ہے اس لیے آج تک فقہاء اور علماء ان کے دفاتر علم اور دانش کی طرف مراجعہ کرنے پر تاکید کرتے، اس لیے بہتر ہو گا کہ علم و دانش سے مربوط افراد پہلے اپنے رزق و روزی کا پر اعتماد اور حلال طریقہ سے بندوبست کریں پھر خدمت دین کے شوق سے کچھ وقت دین کے حقیقی

علوم کی تلاش اور ان کی نشر و اشاعت میں صرف کریں جب تک ایسا نہیں ہونے والا اس وقت دین کے نام پر اس کو تجارت و کسب و کار کا ذریعہ بنانے والے پیشہ ور افراد حقیقت دین کو بیان کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتے ،فرض کریں ایک شخص دین کے نام پر کسی جگہ خدمت کر رہا ہے اور اسے معلوم ہے کہ اگر میں کوئی ایسی بات جو دین کی سو فیصد حقیقت پر مبنی ہو ، بیان کر دی اور بانی پر ناگوار گزری اور وہ مجھے کم ترین خدمت سے بھی محروم کر دے گا تو خیال کریں وہ کس طرح دین کی نشر و اشاعت کا حق ادا کر سکتا ہے یہ جو سلسلہ چلا ہوا ہے اس میں لوگوں کے مزاج کو دیکھا جاتا ہے انہیں خوش کرنے کے لیے فنون و لطائف الحیل سے مدد لی جاتی اور علم و دانش حقیقی بس کتابوں کی حد تک محدود ہو کر رہ گیا ہے خصوصا بعض علاقوں میں صریح جھوٹ اور بد عقیدہ افراد دین کی مسانید پر براجمان ہو چکے ہیں جس سے فتنہ و فساد کو ہوا دی جاتی ہے کیونکہ اس طرح سے خدمت خلق کا جذبہ ظاہر کرنے والوں کی روزی چلتی ہے ورنہ اب تک جھوٹ سچ کو جدا کر کے فریقین اپنے مسائل کا حل نکال سکتے تھے لیکن یہاں تو ہر گروہ کے اپنے ہیرو ہیں جو مختلف لطایف الحیل سے اپنی بازی جیتنے کی کوشش میں ہیں۔

منابع و مآخذ

۱. الأخبار الدخیلة، شیخ محمّد تقی تستری (۱۳۲۰-۱۴۱۴)، تحقیق علیّ اِکبر غفّاری، طهران، مکتبة الصدوق، ۱۴۰۱.

۲. الاختصاص، المنسوب إلی الشیخ المفید، تحقیق علی اِکبر غفّاری، قم، مؤسّسة النشر الاسلامی، ۱۴۱۳ (الأوفست عن طبعة طهران، مکتبة الصدوق، ۱۳۷۹).

تنبیہ: اس کتاب کی شیخ مفید کی طرف نسبت میں اشکال ہے بعض محقق علماء اس کی نسبت کی نفی کرتے ہیں جس کی تفصیل تائید المعیار میں ذکر کی ہے

۳. الإرشاد فی معرفة حجج اللّٰہ علی العباد، شیخ مفید، محمّد بن محمّد بن نعمان (۳۳٦-۴۱۳)، تحقیق و نشر مؤسسة آل البیت علیہم السلام بإحیاء التراث، قم، ۱۴۱۳.

۴. الاستبصار فیما اختلف من الأخبار، شیخ الطوسی، محمّد بن حسن (۳۸۵-۴٦۰)، تحقیق السیّد حسن موسوی خرسان، طهران، دار الکتب الإسلامیّة، ۱۳۹۰.

۵. إصل الحسین بن عثمان، حسین بن عثمان بن شریک (إواخر قرن ثانی) (مطبوعہ ضمن الأصول الستّة عشر، ص ۱۰۸-۱۱۳)، قم، دار الشبستری للمطبوعات، ۱۴۰۵.

٦. الأصول الستّة عشر، نخبة من الرواة، قم، دار الشبستری للمطبوعات، ۱۴۰۵ (الاوفست عن طبعة السابقة، طهران، ۱۳۷۱).

۷. إعلام الوری بأعلام الهدی، فضل بن حسن طبرسی، (۴٦۸-۵۴۸)، تحقیق و نشر مؤسسة آل البیت علیہم السلام بإحیاء التراث، قم، ۱۴۱۷.

۸. الأغانی، إبی الفرج اصفهانی علیّ بن حسین (۲۸۴-۳۵٦)، تحقیق علیّ سباعی، بیروت، مؤسّسة جمال للطباعة والنشر.

۹. الإقبال بالأعمال الحسنة فيما يعمل مرّةً في السنة، سیّد بن طاوس، علیّ بن موسی بن جعفر (۵۵۹-۶۶۴)، طهران، دار الكتب الإسلاميّة، ۱۳۹۰.
۱۰. الأمالي، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ قمّی، (۳۰۶-۳۸۱)، بیروت، مؤسّسة الأعلمي للمطبوعات، ۱۴۰۰.
۱۱. الأمالي، شیخ الطوسی، محمّد بن حسن (۳۸۵-۴۶۰)، تحقیق قسم الدراسات الإسلاميّة من مؤسّسة البعثة، قم، دار الثقافة، ۱۴۱۴.
۱۲. الأمالي، شیخ مفید، محمّد بن محمّد بن نعمان (۳۳۶-۴۱۳)، تحقیق حسین إستاد ولی و علیّ اکبر غفّاری، قم، مؤسّسة النشر الإسلامی، ۱۴۰۳.
۱۳. إیضاح الاشتباه في إسماء الرواة، علامہ حلّی، حسن بن یوسف بن مطهّر (۶۴۸-۷۲۶)، تحقیق محمّد حسّون، قم، مؤسّسة النشر الإسلامی، ۱۴۱۱.
۱۴. إیمان إبی طالب، فخّار بن معدّ موسوی (م ۶۳۰)، تحقیق سیّد محمّد بحر العلوم، قم، انتشارات سیّد الشہداء، ۱۴۱۰.
۱۵. بحار الأنوار الجامعة لدرر إخبار الأئمّة الأطهار، علامہ مجلسی، محمّد باقر بن محمّد تقی (۱۰۳۷-۱۱۱۰)، دار الكتب الإسلاميّة، طهران.

- سب سے پہلے اس کتاب کی چند جلدیں بر صغیر ہند و پاک میں شائع ہوئیں۔
- اس کے بعد یہ کتاب ۲۵ جلدوں میں تہران سے طبع کمپانی کے عنوان سے چھپی۔
- بعض اشاعتوں میں طبعۃ بیروت (مؤسّسۃ الوفاء، ۱۴۰۴) سے جلد ۷۵ تا آخر کتاب تین جلدوں کا فرق ہے، تو مراجعہ کرتے وقت اس فرق کا لحاظ کرنا مناسب ہے۔
- بعض نے ۴۳ ضخیم جلدوں میں اسے بیروت سے شائع کیا۔
- ہم نے اس کی تحقیق اور تنقیح کر کے اس کی پہلی طبع کے مطابق ترتیب دی ہے۔

۱۶. بشارة المصطفیٰ ﷺ لشیعة المرتضیٰ، محمّد بن ابی القاسم محمّد بن علیّ طبری (زندہ ۵۵۳ھ)، النجف الأشرف، المکتبة الحیدریة، ۱۳۸۳.

۱۷. بصائر الدرجات، صفّار، محمّد بن حسن بن فرّوخ (م ۲۹۰)، تحقیق محسن کوچہ باغی، قم، مکتبة آیة اللّٰہ المرعشی، ۱۴۰۴.

۱۸. تأویل الآیات الظاہرة فی فضائل العترة الطاہرة، سیّد شرف الدین علیّ حسینی استرآبادی نجفی (قرن عاشر)، تحقیق حسین اِستادولی، قم، مؤسّسة النشر الإسلامی، ۱۴۰۹.

۱۹. تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، احمد بن علیّ بن ثابت (۳۹۲-۴۶۳)، بیروت، دار الکتب العلمیة (اوفست عن طبعة حیدرآباد، دائرة المعارف العثمانیة).

۲۰. تاریخ حدیث شیعہ ماوراء النہر و بلخ، مہدی غلامعلی، ط موسسہ علمی و فرہنگی دار الحدیث، ۱۳۹۲ش۔

۲۱. تجرید اِسانید الکافی، سیّد حسین طباطبائی بروجردی (۱۲۹۲-۱۳۸۰)، تحقیق مہدی صادقی، مشہد، مجمع البحوث الإسلامیّة، ۱۴۰۹.

۲۲. تحف العقول، ابن شعبة حرّانی، حسن بن علیّ بن حسین بن شعبة (قرن ۴)، تحقیق علی اِکبر غفّاری، مؤسّسة النشر الإسلامی، قم، ۱۴۰۴.

۲۳. ترتیب اِسانید الکافی، سیّد حسین طباطبائی بروجردی (۱۲۹۲-۱۳۸۰)، اہتمام: حسین نوری ہمدانی، مشہد، مجمع البحوث الإسلامیّة، ۱۴۱۴.

- یہ کتاب تجرید اِسانید الکافی کے بعد کی تحریر ہے لیکن چونکہ اس میں صفحات ذکر نہیں اس لیے صفحات میں تجرید اِسانید الکافی کے صفحات ذکر ہوتے ہیں۔
- اس کتاب کی منقح شدہ تحقیق گیارہ جلدوں میں بھی شائع ہوچکی ہے جس میں محقق بروجردی کی روش کو جامع طور پر کافی کی سندوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲۴. ترتیب اسانید کتاب التہذیب، سیّد حسین طباطبائی بروجردی (۱۲۹۲-۱۳۸۰)، اہتمام حسین نوری ہمدانی، مشہد، مجمع البحوث الاسلامیّۃ، ۱۴۱۴.

۲۵. ترتیب التہذیب، سیّد ہاشم بحرانی (زندہ ۱۱۲۸)، مطبعۃ فراہانی، ۱۳۹۲ (اوفست عن نسخۃ مخطوطۃ).

۲۶. تفسیر العیّاشی، عیّاشی، محمّد بن مسعود بن عیّاشی سلمی سمرقندی (اوائل قرن رابع)، تحقیق سیّد ہاشم رسولی محلّاتی، طہران، المکتبۃ العلمیّۃ الاسلامیّۃ، ۱۳۸۱.

۲۷. تفسیر القمّی، تحقیق سیّد طیّب جزائری، قم، مؤسّسۃ دار الکتاب للطباعۃ و النشر، ۱۴۰۴ (اوفست عن طبعۃ النجف، مکتبۃ الہدی، ۱۳۸۷).

تنبیہ: اس کتاب کی علیّ بن ابراہیم القمّی- زندہ ۳۰۷ھ - کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ کسی دوسرے مولف کی کتاب ہے جیسا کہ اس میں موجود قرائن سے ظاہر ہے بعض محققین نے اسے علیّ بن حاتم قزوینی کی طرف منسوب سمجھا لیکن اکثر اس سے تفسیر علیّ بن ابراہیم القمّی کے عنوان سے روایات لی جاتی ہیں.

۲۸. تقریب المعارف، ابی صلاح حلبی، تقی الدین بن نجم (۳۷۴-۴۴۷)، تحقیق رضا استادی، مؤسّسۃ النشر الاسلامی، قم، ۱۴۰۴.

۲۹. التمحیص، محمّد بن ہمام اسکافی (م ۳۳۶)، تحقیق و نشر مدرسۃ الامام المہدی (عج)، قم، ۱۴۰۴، طبع با کتاب المؤمن.

۳۰. التوحید، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ قمّی (۳۰۶-۳۸۱)، تحقیق علی اکبر غفّاری و سیّد ہاشم حسینی طہرانی، مؤسّسۃ النشر الاسلامی، قم.

۳۱. . تہذیب الأحکام، شیخ طوسی، محمّد بن حسن (۳۸۵-۴۶۰):

الف. تحقیق سیّد حسن موسوی خرسان، نجف اشرف، دار الکتب الاسلامیّۃ، ۱۳۷۹.

ب. طبعہ حجری، طہران، مطبعۃ فراہانی، سوق الحرمین، ۱۳۶۳.

ج. طبعہ غفاری، تحقیق علیّ اکبر غفّاری، طہران، مکتبۃ الصدوق، ۱۴۱۷.

۳۲. تہذیب الأنساب و نہایۃ الأعقاب، اِصل کتاب عبیدلی شیخ شرف اِبوالحسن محمّد بن اِبی جعفر (م ۴۳۵) کی ہے اور اس پر استدراک وحاشیہ ابن طباطبا شریف حسین بن محمّد (م ۴۴۹) نے ذکر کیا، تحقیق: محمّد کاظم محمودی، قم، مکتبۃ آیۃ اللّٰہ العظمی المرعشی النجفی العامّۃ، ۱۴۱۳.

۳۳. تہذیب الکمال فی اِسماء الرجال، مزی اِبی الحجّاج یوسف بن عبد الرحمٰن (۶۵۴-۷۴۲)، تحقیق بشار عوّاد معروف، بیروت، مؤسّسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۰-۱۴۱۳.

۳۴. الثاقب فی المناقب، ابن حمزہ طوسی، عماد الدین محمّد بن علیّ (زندہ ۵۶۰)، تحقیق نبیل رضاعلوان، قم، مؤسّسۃ اِنصاریان، ۱۴۱۲.

۳۵. ثواب الأعمال، شیخ صدوق، محمّد بن علی بن حسین بن موسی بن بابویہ قمّی (۳۰۶-۳۸۱)، تحقیق علیّ اِکبر غفّاری، طہران، مکتبۃ الصدوق، ۱۳۹۱. مطبوعہ با کتاب عقاب الأعمال.

۳۶. جامع الأخبار، محمّد بن محمّد سبزواری (قرن ۷)، تحقیق علاء آل جعفر، بیروت، مؤسّسۃ آل البیت علیہم السلام لِاحیاء التراث، ۱۴۱۳.

۳۷. جامع الرواۃ و اِزاحۃ الاشتباہات عن الطرق و الأسناد، اِردبیلی، محمّد بن علیّ (م ۱۱۰۱)، قم، مکتبۃ آیۃ اللّٰہ العظمی المرعشی النجفی، ۱۴۰۳ (اِوفست عن طبعۃ کوشانبور، ۱۳۳۱ش).

۳۸. جامع المقال فیما یتعلّق بأحوال الحدیث و الرجال، فخر الدین طریحی (م ۱۰۸۵)، تحقیق: محمّد کاظم طریحی، طہران، مکتبۃ الجعفری التبریزی (تاریخ مقدّمہ: ۱۳۷۴).

۳۹. جمال الأسبوع بکمال العمل المشروع، سیّد بن طاوس، علیّ بن موسی بن جعفر (۵۵۹-۶۶۴)، قم، منشورات دار الذخائر، ۱۴۱۱. (اِوفست عن الطبعۃ الحجریۃ، ۱۳۳۰).

۴۰. الخرائج و الجرائح، قطب الدین راوندی، سعید بن ہبۃ اللّٰہ (م ۵۷۳)، تحقیق و نشر مؤسّسۃ الاِمام المہدی علیہ السلام، قم، ۱۴۰۹.

۴۱. الخصال، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ قمّی (حدود ۳۰۶-۳۸۱)، تحقیق علیّ اکبر غفّاری، قم، مؤسّسۃ النشر الاسلامی، ۱۴۰۳.
۴۲. خلاصۃ الأقوال فی معرفۃ الرجال، علّامہ حلّی، حسن بن یوسف بن مطہّر (۶۴۸-۷۲۶)، سیّد محمّد صادق آل بحر العلوم کے نسخہ سے مطابقت شدہ، قم، دار الذخائر للمطبوعات، ۱۴۱۱ (اوفست عن طبعۃ النجف، المطبعۃ الحیدریۃ، ۱۳۸۱).
۴۳. الدروع الواقیۃ، سیّد بن طاوس، علیّ بن موسی بن جعفر (۵۵۹-۶۶۴)، مؤسّسۃ آل البیت علیہم السلام لإحیاء التراث، قم، ۱۴۱۴.
۴۴. دلائل الإمامۃ، المنسوب إلی الطبری، محمّد بن جریر (قرن خامس)، تحقیق قسم الدراسات الإسلامیّۃ من مؤسّسۃ البعثۃ، قم، مؤسّسۃ البعثۃ، ۱۴۱۳.
۴۵. الذریعۃ، لآقابزرگ الطہرانی، محمّد محسن (۱۲۹۳-۱۳۸۶)، قم، مؤسّسۃ إسماعیلیان، ۱۴۰۸.
۴۶. ذرائع آمدنی ائمہ معصومینؑ، مقدمہ جعفر سبحانی، ط قم ایران۔
۴۷. رجال البرقی، ۔المطبوع مع کتاب الرجال لابن داود۔، المنسوب إلی احمد بن محمّد بن خالد البرقی (م ۲۷۴ او ۲۸۰)، تحقیق سیّد کاظم موسوی میاموی، إشراف: سیّد جلال الدین محدّث ارموی، طہران، جامعۃ طہران، ۱۳۴۲ش.
تنبیہ: اس کتاب کی نسبت احمد بن إبی عبد اللّٰہ البرقی کی طرف معروف ہے اور بعض نے اس کو ان کے حفید یعنی احمد بن عبد اللّٰہ بن احمد بن إبی عبد اللّٰہ البرقی کی طرف نسبت دی.
۴۸. رجال الطوسی، شیخ طوسی، محمّد بن حسن (۳۸۵-۴۶۰)، تحقیق جواد قیّومی اصفہانی، قم، مؤسّسۃ النشر الإسلامی، ۱۴۱۵.

۴۹. رجال الکشّی، اِصل کتاب اِبی عمرو کشّی محمّد بن عمر بن عبد العزیز (قرن رابع) کی ہے اور موجودہ نسخہ شیخ طوسی محمّد بن حسن (۳۸۵-۴۶۰) کا خلاصہ ہے، تحقیق: حسن مصطفوی، مشہد، جامعۃ مشہد، ۱۳۴۸ش.

اس کے علاوہ یہ اس کی معروف پہلی طبع برصغیر سے ہے اور طہران سے بھی شائع ہوئی۔

اور ہم نے اس کی تحقیق و شرح بعنوان معیار علم الرجال کئی مجلدات میں لکھی ہے جو اردو زبان میں قوم شیعہ کی قدیم ترین رجال کا علمی سرمایہ ہے۔

۵۰. الرجال ابن داود حلّی، حسن بن علیّ بن داود، (متولد ۶۴۷ اور سنہ ۷۰۷ھ تک زندہ تھے)، تحقیق: سید کاظم موسوی میاموی، اِشراف: سیّد جلال الدین حسینی محدّث ارموی، طہران، جامعۃ طہران، ۱۳۴۲ش.

۵۱. الرجال ابن عضائری (/کتاب الضعفاء)، احمد بن حسین بن عبید اللّٰہ عضائری (متوفّی اِوائل قرن ۵)، تحقیق: سیّد محمّد رضا حسینی جلالی، قم، دار الحدیث، ۱۴۲۲.

۵۲. رجال النجاشی، "فہرست اِسماء مصنّفی الشیعۃ"، اِبی العبّاس نجاشی، اِحمد بن علیّ بن اِحمد بن عبّاس (۳۷۲-۴۵۰)، تحقیق: سیّد موسی شبیری زنجانی، قم، مؤسسۃ النشر الاِسلامی، (تاریخ مقدمہ ۱۴۰۷ھ).

سب سے پہلے یہ کتاب برصغیر ہند سے شائع ہوئی اور اس کے بعد چند بار (بیروت اور نجف و قم سے) چھپ چکی.

۵۳. الرسائل الرجالیۃ، اِبی المعالی کلباسی محمّد بن محمّد اِبراہیم (۱۲۴۷-۱۳۱۵)، تحقیق محمّد حسین درایتی، قم، دار الحدیث، ۱۴۲۲.

۵۴. رسالۃ اِبی غالب الزراری اِلی ابن ابنہ فی ذکر آل اِعین، اِبی غالب زراری، اِحمد بن محمّد (۲۸۵-۳۶۸)، تحقیق: سیّد محمّد رضا حسینی جلالی، قم، مرکز البحوث و التحقیقات الاِسلامیۃ، ۱۴۱۱.

۵۵. الزہد، حسین بن سعید (قرن ۳)، تحقیق غلامرضا عرفانیان، قم، المطبعۃ العلمیۃ، ۱۳۹۹.

۵۶. شرح اصول کافی، مازندرانی، ملّا صالح بن احمد (م ۱۰۸۶)، تحقیق: سیّد علیّ عاشور، بیروت، دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۲۱.

۵۷. شواہد التنزیل لقواعد التفضیل، حاکم حسکانی، عبید اللّہ بن عبد اللّہ بن احمد (قرن ۵)، تحقیق: محمّد باقر محمودی، طہران، مؤسسۃ الطبع و النشر التابعۃ لوزارۃ الثقافۃ و الارشاد الاسلامی، ۱۴۱۱.

۵۸. طبّ الائمّۃ علیہم السلام، ابی عتاب عبد اللّہ و حسین ابنی بسطام بن سابور (اس میں احمد بن محمّد برقی - متوفّی ۲۸۰ - سے روایت کی گئی، النجف، المکتبۃ الحیدریۃ، ۱۳۸۵.

۵۹. عدّۃ الداعی، ابن فہد حلّی، ابی العبّاس احمد بن محمّد (۷۵۷-۸۴۱)، تحقیق احمد موحّدی قمّی، دار الکتب الاسلامی، ۱۴۰۷.

۶۰. عقاب الأعمال، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ قمّی (حدود ۳۰۶-۳۸۱)، تحقیق علیّ اکبر غفّاری، قم، مکتبۃ الصدوق، ۱۳۹۱. طبع با کتاب ثواب الأعمال.

۶۱. علل الشرائع، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ قمّی (حدود ۳۰۶-۳۸۱)، دار البلاغۃ.

۶۲. عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، ابن عنبہ، جمال الدین احمد بن علیّ حسینی (م ۸۲۸)، نجف، المکتبۃ المرتضویۃ و المطبعۃ الحیدریۃ، ۱۳۵۸.

۶۳. عمدۃ عیون صحاح الأخبار، ابن بطریق، یحیٰی بن حسن اسدی حلّی (۵۳۳-۶۰۰)، قم، مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۴۰۷.

۶۴. عوالی اللآلی العزیزیۃ فی الأحادیث الدینیۃ، ابن ابی جمہور احسائی، محمّد بن علیّ بن ابراہیم (زندہ ۹۰۱)، تحقیق مجتبی عراقی، قم، مطبعۃ سیّد الشہداء علیہ السلام، ۱۴۰۳.

۶۵. عیون اِخبار الرضا علیہ السلام، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ قمّی (حدود ۳۰۶-۳۸۱)، تحقیق سیّد مہدی حسینی لاجوردی، قم، مطبعۃ طوس (رضا المشدی)، ۱۳۶۳ش.

۶۶. الغارات / الاستنفار و الغارات، ابن ہلال ثقفی، اِبی إسحاق إبراہیم بن محمّد بن سعید بن ہلال، تحقیق و تعلیق: سیّد عبد الزہراء حسینی خطیب، مؤسسۃ دار الکتاب الإسلامی، ۱۴۱۰.

۶۷. الغیبۃ، شیخ طوسی، محمّد بن حسن (۳۸۵-۴۶۰)، تحقیق: عباد اللّٰہ طہرانی و علیّ اِحمد ناصح، قم، مؤسّسۃ المعارف، ۱۴۱۱.

۶۸. الغیبۃ، نعمانی، محمّد بن إبراہیم (زندہ ۳۴۲)، تحقیق علیّ اِکبر غفّاری، طہران، مکتبۃ الصدوق، ۱۳۹۷.

۶۹. فرق الشیعۃ، نوبختی، اِبی محمّد حسن بن موسی (اِوائل قرن ۴)، تحقیق و تعلیق سیّد محمّد صادق آل بحر العلوم، نجف، المطبعۃ الحیدریۃ، ۱۳۵۵.

۷۰. فضائل الأشہر الثلاثۃ، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ قمّی (۳۰۶-۳۸۱)، تحقیق غلام رضا عرفانیان، قم، مکتبۃ الداوری، ۱۳۹۷ (اِفست عن الطبعۃ الأولی مع تصحیحات، النجف الأشرف، مطبعۃ الآداب، ۱۳۹۶).

۷۱. فضائل الشیعۃ، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ قمّی (حدود ۳۰۶-۳۸۱)، طہران، دار الأعلمی للنشر.

۷۲. فلاح السائل و نجاح المسائل فی عمل یوم و لیلۃ، سیّد بن طاوس، علیّ بن موسی بن جعفر (۵۵۹-۶۶۴)، قم، مکتبۃ الإعلام الإسلامی فی حوزۃ العلمیۃ بقم.

۷۳. الفہرست، ابن ندیم، محمّد بن إسحاق (م ۳۸۰)، تحقیق رضا تجدّد، طہران، مطبعۃ مروی، ۱۳۹۳ء۷۴.

۷۴. الفہرست، شیخ طوسی، محمّد بن حسن (۳۸۵-۴۶۰):

الف-اس کتاب کی سب سے پہلی طبع برصغیر ہند سے ہوئی اور اس کے نفیس نسخے دنیا میں موجود اور قابل استفادہ ہیں۔
ب- تحقیق سیّد عبد العزیز طباطبائی، قم، مکتبۃ المحقّق الطباطبائی، ۱۴۲۰.
ج-طبعۃ نجف، تحقیق سیّد محمّد صادق آل بحر العلوم،۔
د۔ قم، منشورات الشریف الرضی (اِفست عن طبعۃ النجف، المکتبۃ المرتضویۃ).
شیخ طوسی نے اس کتاب میں اپنی کتب کا ذکر کرتے ہوئے اس کتاب کا یہ عنوان ذکر کیا ہے: «و له هذا الكتاب و هو فهرست كتب الشيعة و أصولهم و أسماء المصنّفين منهم و أصحاب الأصول و الكتب و أسماء من صنّف لهم و ليس هو منهم» یہ کتاب کا نام نہیں بلکہ اس کے موضوع کو بیان کیا ہے جیسا کہ اپنی کتاب رجال میں ۲۸ مقام پر اسے فہرست کے عنوان سے یاد کیا ہے۔

۷۵. قاموس الرجال، شیخ محمّد تقی تستری (۱۳۲۰-۱۴۱۳)، تحقیق و نشر مؤسّسۃ النشر الاِسلامی، قم، ۱۴۱۰-۱۴۲۴.

۷۶. قرب الاسناد، حمیری، عبد اللّٰہ بن جعفر (زندہ ۲۹۸ھ اور بظاہر وہ ۳۰۷ھ میں فوت ہو چکے تھے)، تحقیق و نشر مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام، ۱۴۱۳.

۷۷. قصص الأنبیاء، قطب الدین راوندی، سعید بن ہبۃ اللّٰہ (م ۵۷۳)، تحقیق غلامرضا عرفانیان یزدی، مشہد، مؤسسۃ البحوث الاِسلامیۃ، ۱۴۰۹.

۷۸. الکافی، کلینی، اِبی جعفر محمّد بن یعقوب بن إسحاق (م ۳۲۸ اِو ۳۲۹):
کافی پہلے ایک جلد میں (کامل) حجری طبع ہوئی شہید عبداللہ بن حسن کے خط سے مشہد رضوی :۱۰۵۶ھ، اسی طرح ۱۰۶۲ھ میں ایران سے طبع ہوئی۔

اور ۱۳۰۲ھ میں لکھنو ہند میں شائع ہوئی پھر اس کے ساتھ اصول وفروع وروضہ جداجداد بھی شیراز و تبریز طہران نجف بیروت وغیرہ سے کئی بار حواشی شروح اور ترجموں کے ساتھ شائع ہوچکی ہے ،زمان حال میں مشہور اشاعتیں یہ ہیں :

الف۔ تحقیق علیّ اِکبر غفّاری، طہران، دار الکتب الاِسلامیۃ، ۱۳۶۳ش .

ب۔ تحقیق مرکز البحوث الاسلامیتہ ، دار الحدیث قم ، ۱۴۲۹ھ۔

۷۹. کامل الزیارات، ابن قولویہ، اِبو القاسم جعفر بن محمّد بن جعفر بن موسی بن قولویہ (م ۳۶۹)، تحقیق عبد الحسین اِمینی تبریزی، نجف، المطبعۃ المرتضویۃ، ۱۳۵۶.

۸۰. کتاب الحسین بن سعید، حسین بن سعید (قرن ثالث)، تحقیق و نشر مدرسۃ الاِمام المہدی علیہ السلام، قم، ۱۴۰۸.

• یہ کتاب النوادر منسوب اِحمد بن محمّد بن عیسی قمّی کے عنوان سے طبع ہوئی ہے جبکہ بعض محققین نے اس نسبت پر اعتراض کیااور اس کو حسین بن سعید کی طرف منسوب سمجھا ہے۔

۸۱. کتاب محمّد بن المثنّی، (المطبوع فی ضمن الاُصول الستۃ عشر، ص ۸۲-۹۷)، محمّد بن مثنّی بن قاسم حضرمی کوفی، قم، دار الشبستری للمطبوعات، ۱۴۰۵.

۸۲. کتاب من لا یحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ (حدود ۳۰۶-۳۸۱)، تحقیق : علیّ اِکبر غفّاری، طہران، مکتبۃ الصدوق، ۱۳۹۲. اس کتاب کے نام میں لفظ «کتاب» نام کا جزء ہے اس لیے اس کو اس عنوان سے ذکر کیا۔

۸۳. کشف الغمّۃ فی معرفۃ الائمّۃ، اِربلی، اِبو الحسن علیّ بن عیسی بن اِبو الفتح (م ۶۹۳)، تحقیق سیّد ہاشم رسولی، تبریز، مکتبۃ بنی ہاشمی، ۱۳۸۱.

۸۴. کمال الدین و تمام النعمۃ، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ قمّی (حدود ۳۰۷-۳۸۱)، تحقیق علیّ اِکبر غفّاری، قم، مؤسسۃ النشر الاِسلامی، ۱۴۰۵ (اِفست عن طبعۃ مکتبۃ الصدوق، طہران، ۱۳۹۰).

*اس کتاب کا نام کمال الدین، نہ إکمال الدین، حالانکہ بحار و وسائل میں دوسرا نام ذکر ہے اس اس کا نام کمال ہونے کی تائید یہ ہے کہ خود شیخ صدوق کی کتابوں میں اس کا نام کمال ذکر ہے اور آیت اکمال سے اقتباس ہونے سے اس کا نام اکمال ہونا لازم نہیں آتا۔

۸۵. کنز الفوائد، کراجکی، إبی الفتح محمّد بن علیّ بن عثمان (م ۴۴۹)، تحقیق عبد اللہ نعمۃ، قم، دار الذخائر، ۱۴۱۰.

۸۶. مائۃ منقبۃ، ابن شاذان، إبو الحسن محمّد بن إحمد قمّی (زندہ ۴۱۲)، تحقیق نبیل رضا علوان، قم، انتشارات إنصاریان، ۱۴۱۳.

۸۷. المؤمن، حسین بن سعید کوفی اہوازی (قرن ۳)، تحقیق و نشر مدرسۃ الإمام المہدی (عج)، قم، ۱۴۰۴، طبع با کتاب التمحیص.

۸۸. متشابہ القرآن، ابن شہرآشوب، محمّد بن علیّ سروی مازندرانی (۴۸۹-۵۸۸)، دار بیدار للنشر، ۱۳۱۹.

۸۹. المجدی فی إنساب الطالبیین، إبی الحسن عمری، علیّ بن محمّد نسّابہ (قرن ۵)، تحقیق إحمد مہدوی دامغانی، قم، مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی المرعشی النجفی العامّۃ، ۱۴۰۹.

۹۰. مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ہیثمی، نور الدین علیّ بن إبی بکر (۷۳۵-۸۰۷)، تحقیق محمّد عبد القادر إحمد عطا، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۲.

۹۱. المحاسن، برقی، إحمد بن إبی عبد اللہ محمّد بن خالد (م ۲۷۴ إو ۲۸۰):

الف- تحقیق سیّد جلال الدین حسینی محدّث ارموی، طہران، مکتبۃ المصطفوی، ۱۳۷۰ش.

ب- طبعہ جدیدہ: تحقیق سیّد مہدی رجائی، قم، المعاونیۃ الثقافیۃ للمجمع العالمی لأہل البیت علیہم السلام، ۱۴۱۳.

۹۲. مختصر إثبات الرجعۃ، فضل بن شاذان (م ۲۶۰)، مجلّۃ تراثنا، السنۃ الرابعۃ، العدد ۱۵، ربیع الثانی ۱۴۰۹، قم، مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام لإحیاء التراث.

۹۳. مختصر بصائر الدرجات، حسن بن سلیمان حلّی (قرن ۹)، نجف، المطبعۃ الحیدریۃ، ۱۳۷۰.

- یہ کتاب مختصر بصائر الدرجات کے عنوان سے شائع ہوئی ہے انہوں نے اس کو بصائر الدرجات؛ سعد بن عبد اللہ الاشعری کا خلاصہ سمجھا لیکن اس کتاب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کئی مصادر سے لی گئی ہے جن میں پہلا مصدر مختصر بصائر الدرجات ہے لیکن کیونکہ اس کا دوسرا کوئی عنوان نہیں ملا اس لیے اسی عنوان کو ترجیح دی جاتی ہے۔

۹۴. مرآۃ العقول، علّامہ مجلسی، محمّد باقر بن محمّد تقی (۱۰۳۷- ۱۱۱۰)، تحقیق سیّد ہاشم رسولی، طہران، دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۴۱۲.

۹۵. المزار، (/ مناسک المزار)، شیخ مفید، محمّد بن محمّد بن نعمان (۳۳۶- ۴۱۳)، تحقیق و نشر مدرسۃ الامام المہدی علیہ السلام، قم، ۱۴۰۹.

۹۶. مستدرک الوسائل، محدّث نوری، حسین بن محمّد تقی (۱۲۵۴-۱۳۲۰)، تحقیق و نشر مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام لإحیاء التراث، بیروت، ۱۴۰۸.

۹۷. مستطرفات السرائر - آخر ابواب کتاب السرائر، آخر مجلّد ثالث -، ابن إدریس حلّی، محمّد بن إحمد (۵۴۳-۵۹۸)، تحقیق لجنۃ التحقیق، قم، مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۴۱۱.

۹۸. مستند العروۃ الوثقی، محاضرات سیّد إبی القاسم خوئی (۱۳۱۷- ۱۴۱۳)، تحریر: محمّد تقی خوئی، نجف، المطبعۃ الاسلامیۃ، ۱۴۰۴.

۹۹. المسلسلات، ابن رازی، جعفر بن إحمد قمّی (قرن ۴)، تحقیق سیّد محمّد حسینی نیشابوری، مشہد، مجمع البحوث الاسلامیۃ، ۱۴۱۳.

۱۰۰. مشرق الشمسین و اکسیر السعادتین، شیخ بہائی، محمّد بن حسین بن عبد الصمد (۹۵۳-۱۰۳۰)، تحقیق سیّد مہدی رجائی، مجمع البحوث الاسلامیۃ، ۱۳۷۲ش.

۱۰۱. مشیخۃ الفقیہ، خاتمہ «کتاب من لایحضرہ الفقیہ» طبع آخر مجلّد ۴.

۱۰۲. مصادقۃ الإخوان، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ (حدود ۳۰۶-۳۸۱)، قم، محسن کریم، ۱۴۰۲.
۱۰۳. مصباح المتہجّد و سلاح المتعبّد، شیخ طوسی، محمّد بن حسن (۳۸۵-۴۶۰)، بیروت، مؤسسۃ فقہ الشیعۃ، ۱۴۱۱.
۱۰۴. مصفّی المقال فی مصنّفی علم الرجال، آقابزرک طہرانی، محمّد محسن (۱۲۹۳-۱۳۸۶)، تحقیق و نشر احمد منزوی، ۱۳۷۸.
۱۰۵. المصنّف، عبد الرزّاق بن ہمّام صنعانی (۱۲۶-۲۱۱)، تحقیق حبیب الرحمٰن اعظمی، بیروت، المکتبۃ الإسلامی، ۱۳۹۲.
۱۰۶. معالم العلماء، ابن شہرآشوب، محمّد بن علیّ سروی مازندرانی (۴۸۹-۵۸۸)، النجف، المطبعۃ الحیدریۃ، ۱۳۸۰.
۱۰۷. معانی الأخبار، شیخ صدوق، محمّد بن علیّ بن حسین بن موسی بن بابویہ قمّی (حدود ۳۰۶-۳۸۱)، تحقیق علیّ اکبر غفّاری، مؤسسۃ النشر الإسلامی، ۱۳۶۱ش.
۱۰۸. معجم رجال الحدیث، سیّد ابی القاسم موسوی خوئی (۱۳۱۷-۱۴۱۳)، قم، مرکز نشر آثار الشیعۃ، ۱۴۱۰.
۱۰۹. المعجم الکبیر، طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰-۳۶۰)، تحقیق حمدی بن عبد الحمید سلفی، دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۰۴.
۱۱۰. مکارم الأخلاق، طبرسی، ابی نصر حسن بن فضل (قرن ۶)، تحقیق علاء آل جعفر، قم، مؤسسۃ النشر الإسلامی، ۱۴۱۶.
۱۱۱. ملاذ الأخیار فی فہم تہذیب الأخبار، علّامہ مجلسی، محمّد باقر بن محمّد تقی (۱۰۳۷-۱۱۱۰)، تحقیق سیّد مہدی رجائی، قم، مکتبہ آیۃ اللہ المرعشی، ۱۴۰۷.

۱۱۲. المناقب، ابن شہر آشوب، محمّد بن علیّ سروی مازندرانی (۴۸۹-۵۸۸)، قم، مؤسسۃ انتشارات علّامۃ، ۱۳۷۹.

۱۱۳. منتقی الجمان فی الأحادیث الصحاح و الحسان، ابن شہید ثانی، حسن بن زین الدین (۹۵۹-۱۰۱۱)، تحقیق علیّ اکبر غفّاری، قم، مؤسسۃ النشر الإسلامی، ۱۴۰۵-۱۴۰۷.

۱۱۴. نضد الإیضاح (مطبوع ذیل الفہرست شیخ طوسی)؛ علم الہدی، محمّد بن فیض کاشانی، (زندہ ۱۱۱۲)، اہتمام محمود رامیار، جامعۃ مشہد، ۱۳۵۱ ش (إوفست عن طبعۃ اسپرنگر، کلکتۃ، ۱۲۷۱).

۱۱۵. الوافی، فیض کاشانی، مولی محسن محمّد بن مرتضی (۱۰۰۷-۱۰۹۱)، تحقیق ضیاء الدین حسینی علّامہ اصفہانی، إصفہان، مکتبہ الإمام إمیر المؤمنین علیّ علیہ السلام، ۱۴۱۱.

۱۱۶. وسائل الشیعۃ (/ تفصیل وسائل الشیعۃ إلی إحکام الشریعۃ)، شیخ حرّ عاملی، محمّد بن حسن (۱۰۳۳-۱۱۰۴):

الف- تحقیق و نشر مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام لإحیاء التراث، قم، ۱۴۰۹-۱۴۱۲. ۳۰ جلدی۔

ب- طبعۃ الإسلامیہ: تحقیق عبد الرحیم الربّانی الشیرازی، طہران، المکتبہ الإسلامیہ، ۱۴۰۳. ۲۰ جلدی۔

ج- طبع حجری تین جلدی، اس طرح کتابوں کے حجم بھی نظام تکامل سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

۱۱۷. ہدایۃ المحدّثین، کاظمی، محمّد إمین بن محمّد علیّ (زندہ ۱۱۱۸)، تحقیق سیّد مہدی رجائی، قم، مکتبہ آیۃ اللّٰہ العظمی المرعشی النجفی، ۱۴۰۵.

معصومین کی اقتصادی سیرت
شیعہ امامیہ روایات کی روشنی میں

جلد اول

اشاعت میراث علمی مکتب اہل بیت